جنوری سنہ ۱۹۳۱ء

THE INDIAN PRESS, LTD., ALLAHABAD

فہرست مضامین

مضامین	مضمون نگار	صفحہ
بچّوں کي دُنیا	ایڈیٹر سید حامد علي حامدؔ ...	١
صبح (نظم)	اندر جیت شرما ماچھرہ - میرٹھہ	٣
تم اسکول کیوں نہیں جانا چاہتے	لچھمي کانت ورما ...	٣
چالاك لڑکے (ڈراما) ...	جیرتن - متعلم - عمر چودہ برس	٩
ماسٹر میاؤں	ایڈیٹر	١۴
ھوائي بندوق (نظم) ...	,, ...	١٥
بڑا دن	یوسف بن باقر - الہ‌آباد ...	١٦
صحت کے چند اصول	سیوك رام - ناگر	١٨
روپیہ دینے والا جن	ایڈیٹر	٢٠
ناك لگي ھے	یوسف بن باقر - الہ‌آباد ...	٢۴
گھڑي دار توپي	ایڈیٹر	٢٥
ھوائي جہاز - آ، ١٠١	,, ...	٦٢
بیٹا کیسا ھو ؟	,, ...	٧٢
امتحان میں	وتي کیشور پرشاد	١٢
خوبصورت بنانے والا آلہ ...	مس فلس	٢٩
ملکہ وکٹوریا کا بچپن	کملادیوي	٣٠
دعوت یا خود غرضي	پنڈت دیوي دت شکل ...	٣٢
سانس کیوں کر لینا چاھئے ...	کشور جہاں - لکھنؤ ...	٣٣
بچّوں کا کمرہ	ایڈیٹر	٣۴
پہیلیاں	,, ...	٣٥
جادو کا کھیل	ونودي لال سکسینا ...	٣٦
کاغذ کی ناؤ (نظم) ...	پروفیسر حامد اللہ افسر بي - اے	٣٧
اشتہارات - ١ - بے نظیر کتابیں ٢ - سب سے بہتر کیا ھے ؟ ...		۴٠
فوتو کي تصویریں ٢؟ ...		[illegible]

رامیشورم کے مندر میں داخل ہونے کا عظیم الشان دروازہ۔

نمبر ۱	جنوری سنہ ۱۹۳۱ء	جلد ۱

بچوں کی دُنیا

ساتھی تو پرانا ہے گو اور ہی حالت ہے　　پہچان نہ لو کیسے دیکھی ہوئی صورت ہے

پیارے دوستو۔ خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اُس قادر مطلق نے ہمیں یہ شرف بخشا کہ نئے سال کا یہ نیا تحفہ یا آپ کے پرانے دوست "بال سکھا" کو نئے رنگ میں آپ کی خدمت میں پیش کریں۔ آپ نے بہت دن انتظار میں گزارے۔ جون، جولائی اور اگست تک ہم گوناگوں مشکلات۔ ملکی ہلچل اور نئے نئے قوانین کی اجرا کی بدولت مجبور ہو گئے تھے۔ جس سے

نہ پال سکھا اُردو کو نہ شایع کر سکے۔ علاوہ اس کے بہت سے دوستوں نے رسالہ کا نام بھی تبدیل کرنے پر اصرار کیا۔ غور و فکر اور صلاح و مشورہ سے یہ طے پایا کہ سال گذشتہ کے باقی چند مہینوں تک اشاعت ملتوی رکھی جائے، جسکی اطلاع آپ صاحبان کو وقتاً فوقتاً دی جاچکی ہے۔

دُنیا دراصل بچوّں ہی کی ہے، یا یوں کہئے کہ بچوّں کی دُنیا ہی الگ ہے۔ واقعی ہمارے عزیز دوست بچےّ ہی ہیں جن کا ادنیٰ تبسّم دنیا والوں کے دلوں پر حکمراں ہے چنانچہ ہم نے بھی ساری دُنیا پر اپنے دوستوں کا جھنڈا لہرادیا ہے اور رسالہ کا نیا نام ""بچوّں کی دنیا"" رکھّا ہے۔

اے نونہالو! تم ساری دُنیا کے آنکھوں کے تارے ہو۔ لیکن کچھ دنوں میں آفتاب عالمتاب ہو جاؤ گے اور تمھیں سے دُنیا روشن ہوگی اور ہوئی ہے۔ اپنی دنیا کو سنبھالنے کے لئے ہوشیار ہو جاؤ اور ایسی کوشش کرو کہ تمھاری دنیا کا مقابلہ آجکل کی کوئی دنیا نہ کر سکے۔ معصوم رفیقو۔ آؤ! ہم تم ملکر اُس معبودِ حقیقی ربّ العالمین سے دُعا کریں کہ وہ ہماری مدد کرے اور ہمیں تمھاری خدمت کی وہ توفیق عطا فرمائے جس سے دونوں دُنیا میں تمھارا بول بالا ہو۔

میرے مالک تری ممنون ہے ساری دُنیا
کر نہیں سکتی تری شکر گزاری دُنیا
ایک ذرّہ بھی ترے مہر سے سورج بن جائے
ساری دُنیا سے بڑھادے تو ہماری دُنیا

(آمین)

صبح

(از جناب اندرجیت شرما صاحب ماچھرہ ضلع میرٹھ)

جاگو جاگو سونے والو! اُٹھو اُٹھو سونے والو!
نور کا پردہ پڑا اُفق پر چلے ستارے رخصت ہوکر
رنگ رُخِ مہتاب کا پھیکا آنکھوں میں ہے نور کا جلوا
پتّہ پتّہ یادِ خدا میں ذرّہ ذرّہ محوِ ضیا میں
ذکر خدا ہے ہر لب پر پاتا ہے تسکیں قلبِ مضطر
سجدۂ شکر میں شاخ جھکی ہے حمد میں کوئل بول رہی ہے
غنچے چٹک رہے ہیں کیسے طائر چہک رہے ہیں کیسے
شبنم کے موتی سے پڑے ہیں پتّوں پر ہیرے سے جڑے ہیں
مسجد میں ہے بانگ اذاں کی مندر میں بجتی ہے گھنٹی
شیخ و برہمن جو ہے مگن ہے جلوۂ حق سے سب کی لگن ہے

ہے پُر کیف سحر کا منظر
وجد کا عالم روحِ بشر پر

تم اسکول کیوں نہیں جانا چاہتے؟

"امّاں۔میں مدرسہ نہیں جاؤں گا"۔ ایک چھوٹے لڑکے نے اپنی ماں سے کہا۔
بہت سے لڑکے اسی طرح کہتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ مدرسے سے بچّوں کا جی گھبراتا ہے۔

وہ اُکتاتے ہیں۔ چھٹّی کے دن بچوں کو بڑی خوشی ہوتی ہے۔ پیارے بچو، تم بتاؤ۔ تمہاری رائے کیا ہے؟ کیا تم بھی اسکول یا مدرسہ جانے سے گھبراتے ہو۔ کیا بات ہو کہ تم خوشی خوشی اسکول جا سکو۔ اس رسالے کے آیندہ اشاعت میں جو چٹّھیاں تم لکھوگے وہ سب ہم چھاپ دیں گے۔

کیا بات ہو کہ اسکول میں جی لگے؟ یہ تو تم سوچوگے ہی لیکن یورپ، امریکہ وغیرہ کے ملکوں میں مدرسوں میں بچوں کا خوب جی لگتا ہے۔ کیوں لگتا ہے؟ ہم مختصر طور پر یہاں بتائے دیتے ہیں۔ تمھیں جواب بھیجنے میں مدد ملے گی۔

پہلے وہاں بھی لڑکے مدرسہ جانے سے گھبراتے تھے اور دھر پکڑ کر مدرسہ بھیجے جاتے تھے پر اب یہ شکایت دور ہو رہی ہے۔ بات یہ ہے کہ اب وہاں اسکولوں میں خوب اصلاح ہو رہی ہے۔ بچوں کو پڑھانے کے لئے نئے نئے طریقے نکل رہے ہیں۔ ہمارے ملک میں جس طرح ماسٹر صاحبان بچوں کو پیٹا کرتے ہیں ایسا وہاں نہیں ہوتا۔ ہمارے یہاں بھی اب یہ طریقہ مار پیٹ کا بند ہو رہا ہے۔ وہاں بہت سے اسکول ایسے ہیں جن میں کوئی کورس مقرر نہیں ہوتا۔ لڑکے جس جس طرح پڑھنا چاہتے ہیں ویسے ہی اُنھیں پڑھایا جاتا ہے۔ جو سبق جلد یاد کر سکتے ہیں اُنھیں علیحدہ رکھا جاتا ہے۔ اور جو دیر میں یاد کرتے ہیں اُنھیں الگ تاکہ دیر میں یاد کرنے والوں کو یہ نہ معلوم ہو کہ وہ کند ذہن ہیں۔ بہت سے اسکولوں میں کوئی کورس ہی نہیں ہوتا۔ سبق یاد نہ کرنے پر لڑکوں کو سزا نہیں دیجاتی۔ جن کاموں میں اُنکا جی لگتا ہے وہی کام اُن سے کرائے جاتے ہیں۔

وہاں کھیل کود کا کافی انتظام رہتا ہے۔ ماسٹر بھی لڑکوں کے ساتھ کھیلتے ہیں۔ امتحان میں سوالات مشکل نہیں ہوتے۔ کھیل ہی کھیل میں لڑکے پڑھنا سیکھ جاتے ہیں اور اُنھیں معلوم نہیں ہوتا کہ وہ پڑھ رہے ہیں۔ ہمارے ملک میں بچوں کی تعلیم میں اُس قدر خرچ نہیں

بچوں کی ایک دوڑ
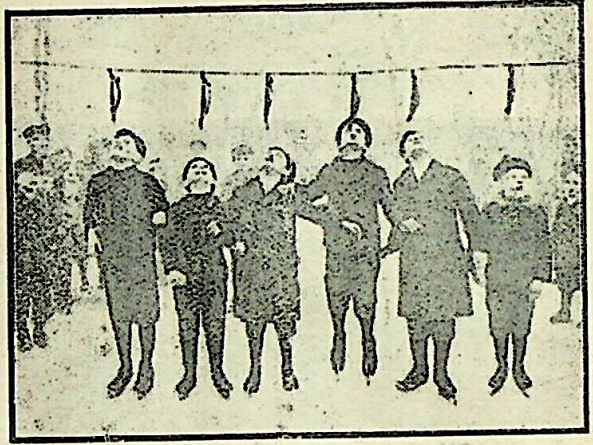
مصری بچے اسکول میں
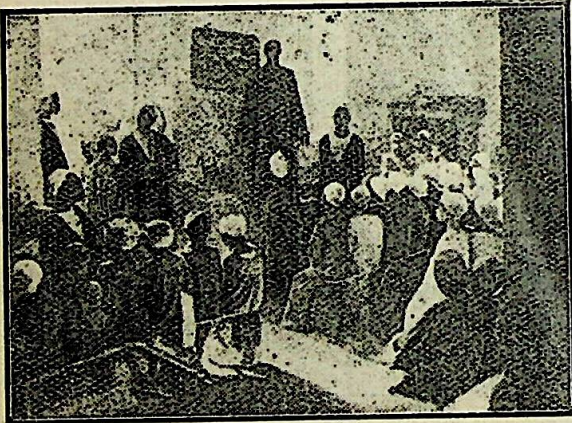
ولایت کے بچوں کا کھیل
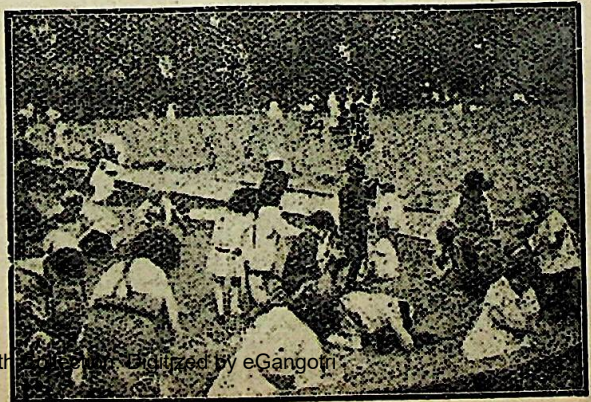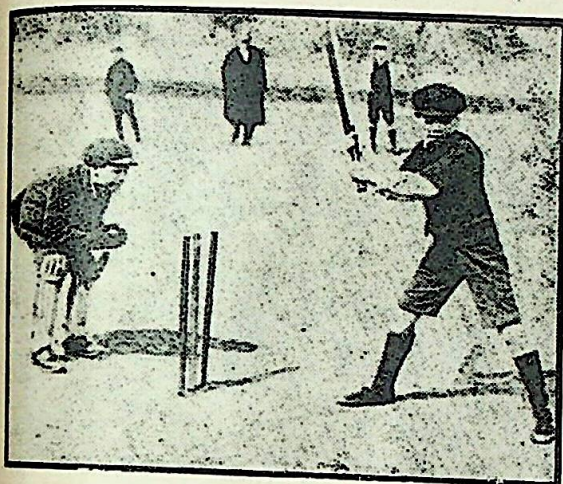
کرکٹ کا کھیل
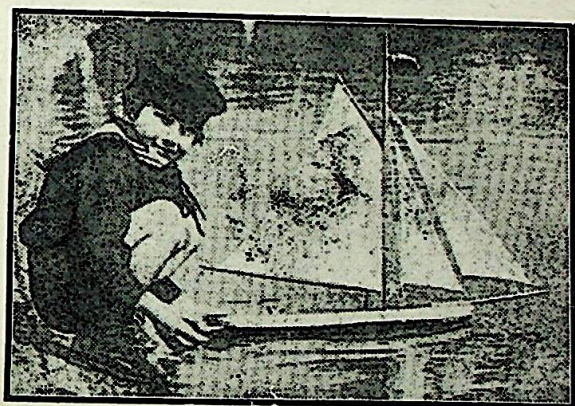
مَیں جہاز کا کپتان بنوں گا
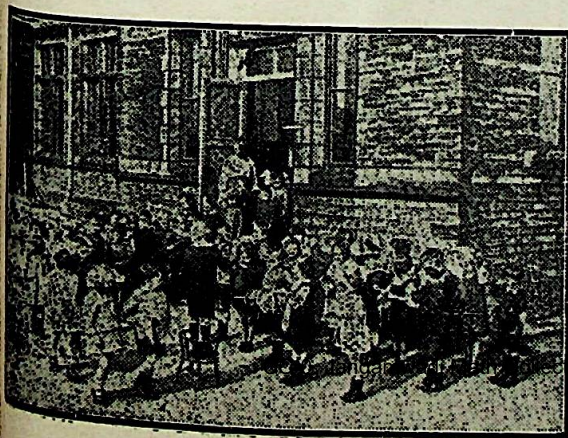
باجے کے ساتھ قواعد ہو رہی ہے
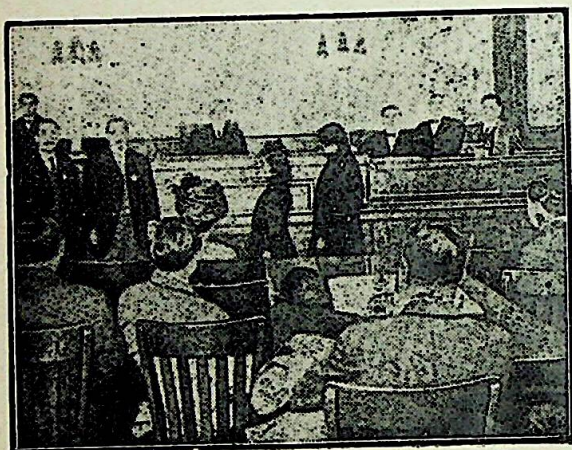
بچوں کی کچہری (امریکہ)

فوٹو کھینچنے کی تیاری

ولایت کے ایک باغ میں
بچوں کا جمگھٹ
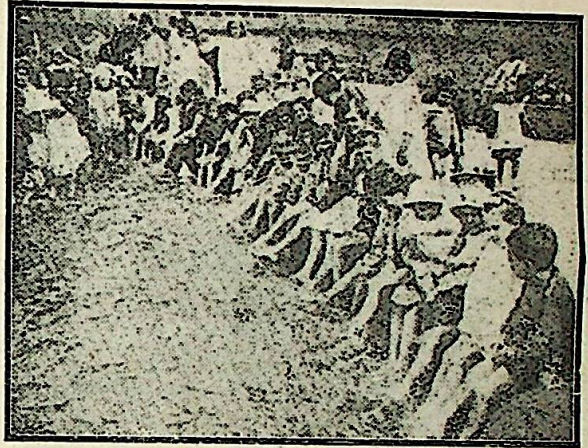
اسپین کی لڑکیاں گھر کے
کام سیکھ رہی ہیں

کیا جاتا جتنا ولایت میں کیا جاتا ہے - لیکن کوششیں ہو رہی ہیں -

---

ایک ماسٹر نے کسی مداری سے پوچھا کہ تمھارے پاس لڑکوں کی خوب بھیڑ ہوتی ہے۔ لیکن اسکول میں کوئی لڑکا خوشی سے نہیں آتا - یہ کیوں ؟ مداری نے کہا "اسکول میں بھالو کا ناچ کرائیے" -

بات بالکل ٹھیک ہے - اسکول میں کچھ دل لگنے والی بات ضرور ہونی چاہئے - یہاں جو تصویریں ہیں اُن سے تم کو معلوم ہوگا کہ یورپ وغیرہ ملکوں میں بچّوں کی تعلیم کس طرح ہوتی ہے - آج جو لڑکے ہیں کل وہی ماسٹر ہونگے اور سیکڑوں لڑکوں کو پڑھائیں گے - اس لئے ان کو ابھی سے جاننا چاہئے کہ کیا تدبیریں کیجائیں کہ اسکول میں لڑکوں کا خوب جی لگے -

(لکچھمی کانت ورما)

چالاک لڑکے

ڈراما

پہلا سین

[ماسٹر صاحب کا کمرہ]

(سب لڑکے اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے ہیں)

ماسٹر - کیوں بے گدھے رام ! سبق یاد ہے کہ نہیں -

گدھے رام - ہاں ماسٹر صاحب - خوب یاد ہے اگر کہیں تو پنجاب میل کی سی رفتار چھوڑ کر فر فر سنا دوں اور بیچ میں ایک دفعہ بھی زبان کو لگام نہ لگاؤں - ساری رات

خوب رٹتا رہا - گو نیند بار بار حملہ کرتی رہی مگر میں نے بھی ہار نہ مانی اور اونگھتے
رہنے پر بھی کتاب ہاتھ سے نہ چھوڑی -

ماسٹر- شاباش! تمھارے ہی جیسے لڑکے دنیا میں اپنے ماں باپ اور اُستاد کا
نام روشن کریں گے - اور تم نے بھی سبق یاد کیا؟ مرغے لال!

مرغے لال- جی جناب اچھّی طرح یاد کیا ہے - صبح سے شام تک کتاب ہاتھ ہی میں رہی
حالانکہ گلّی ڈنڈا کھیلتے وقت نالی میں بھی گر گئی مگر میں اسکو بھولا نہیں اور
کھیل چکنے کے بعد نالی میں سے اُٹھاکر پھر یاد کرتا رہا -

ماسٹر- بھالو خاں! تم نے بھی کچھ یاد کیا کہ کل کی طرح سر میں درد ہوتا رہا -

بھالو خاں- (رونی صورت بناکر) کل میری نانی مر گئی اور گھر میں اسقدر کہرام مچا کہ کان بہرے
ہو گئے اور سبق یاد کرنا محال ہو گیا - گھر سے باہر جاکر سبق یاد کرنا چاہا - مگر جیسے
ہی دروازے سے باہر قدم رکھا کتّے خاں نے جسکو میں کنکر مارا کرتا ہوں، میرا پیچھا کیا - اسلئے
گھر ہی میں گھسے رہنا پڑا - اور نانی جان پر غصّہ آنے لگا کہ کیا آج ہی مرنے کا ٹھیکہ
لیا تھا - اسلئے سبق اچھّی طرح نہیں یاد کر سکا (مُنہ پھیر کر ہنستا ہے)

ماسٹر- اچھا تم بتاؤ خرگوش خاں کلکتہ کہاں ہے؟

خرگوش خاں- (سر کھجاتا ہے اور چھت کی طرف تاکتا ہے -)

ماسٹر- کیوں بے کیا منہ میں زبان نہیں - بولتا کیوں نہیں؟ کیا کل بھی ابّا جان دعوت
میں لے گئے تھے؟ اچھا تم کھڑے رہو - اور تم بتاؤ مینڈک مل -

مینڈک مل- (بھالو خاں سے) آہستہ سے کان میں بتانا - ورنہ یہ کمبخت میرے کان گرم کریگا -

بھالو خاں- (آہستہ سے) چپ رہ ورنہ شکایت کردوں گا -

ماسٹر- (مینڈک مل سے) کیوں کیا تم کو بھی یاد نہیں کمبخت جب فیل ہوگا تب آٹھ آٹھ آنسو
روئے گا - آسمان سر پر اُٹھالیگا - مگر ابھی کیا پرواہ ابھی تو ہاکی کے فرسٹ الیون
میں آنے کی فکر ہے کرکٹ کا رگوسب سے پہلے یاد ہی ہے - اور سبق تو کاٹے کھا

ہے بدمعاش! اگر دوپہر کو دھوبی کے گدھے کی سواری کے بجائے کتاب کھول کر دیکھ لے تو کیا سانپ سونگھ لے گا۔ اچھا ٹھہرا ابھی کان گرم کئے دیتا ہوں۔ اچھا تم بتاؤ گدھے رام! ان نالائقوں نے تو بالکل ہی یاد نہیں کیا۔

گدھے رام۔ (آہستہ سے کتاب دیکھ کر) جناب! کلکتہ لکھنؤ کے پاس ہے۔

ماسٹر۔ شاباش! اور یہ بھی بتاؤ کہ یہ کیوں مشہور ہے۔

گدھے رام۔ یہ لکھنؤ کا دارالخلافہ ہے۔ اسی لئے مشہور ہے۔

ماسٹر۔ ہیں! یہ تو غلط کہا۔

گدھے رام۔ جناب میں نے کتاب میں سے یاد کیا ہے اس میں یہی لکھا ہے (کتاب دکھاتا ہے)

ماسٹر۔ (عینک لگاکر) دیکھوں کہاں ہے۔ اوہ! اس عینک میں سے تو کچھ بھی نہیں دکھائی دیتا غضب خدا کا۔ کل ہی تو کباڑی سے آٹھ آنہ کی لایا ہوں۔ اس کباڑی کو بھی سانپ سونگھے جس نے مجھکو دھوکا دیا۔ آج ہی اسکا جنازہ نکلے۔ بدنصیب کو کفن بھی نصیب نہ ہو۔ (ٹھنڈی سانس لیکر) افسوس آٹھ آنہ ہی برباد ہوگئے۔ آٹھ آنہ میں تو سونگھنے کے لئے کافی تمباکو آتی (دوسری عینک نکالکر پہلی پر لگاتا ہے) ہا! اب کچھ دیکھا اوہ! میں پہلی عینک پر دوسری لگانی بھول گیا اسی وجہ سے کچھ نہ نظر آیا۔ ہاں دیکھوں کہاں لکھا ہے۔ اُف۔ صاف تو لکھا ہے کہ کلکتہ کا پان۔ تمباکو اور چرٹ بہت مشہور ہے۔ تم نے غلط یاد کیا۔ خیر اب تم لوگ از سرِ نو یاد کرو۔ کل سنوں گا۔ دیکھو میں تم لوگوں ہی کے بھروسے پر ہوں۔ ضرور فرسٹ ڈویژن میں پاس ہونا۔ تم جیسوں ہی نے اس اسکول کی شہرت کو چار چاند لگائے ہیں۔ (سب لڑکے کتاب سے مُنہ چھپا کر آہستہ آہستہ بات چیت کرتے ہیں اور ماسٹر اُونگھتا ہے)

مینڈک مل۔ ارے آج تو یہاں کرکٹ کا میچ ہے۔ بمبئی اور کلکتہ سے کھلاڑی آئے ہیں۔افسوس اگر آج چھٹّی ہوتی تو سب سے پہلے ہی وہاں جا دھمکتا۔

بھالو خاں۔ آج مَیں نے بھی اسکول آتے وقت راستہ میں اشتہار پڑھا تھا کہ دو بجے ایک مداری کا تماشہ ہوگا۔ اگر اس قید خانہ میں قید نہ ہوتا تو ضرور جاتا نہ جانے اُس نے کیسے کیسے اچھے کھیل دکھائے ہوں گے (ماسٹر کی طرف اشارہ کرکے) اسکول میں بھی شرم نہیں آتی۔ روز افیم کھا کر اونگھتا ہے اور ہم کو (کتاب زمین پر پٹک کر) یہ یاد کرنے کو دیتا ہے۔ اور بات بات پر دماغ چاٹ جاتا ہے اگر میرا بس چلے تو اس دشمن سے اچھی طرح بدلا لوں۔ اور چھٹّی کا دودھ یاد کرادوں۔

مُرغے لال۔ مجھ کو اس کی سب حقیقت معلوم ہے روز اپنی جورو سے لڑکر آتا ہے۔ اور اپنا غصّہ ہم لوگوں پر نکالتا ہے۔ کل ہی جب میں اسکے گھر اسکے لونڈے کو چھوڑنے گیا تو دیکھا میاں بیوی دونوں لڑ رہے تھے کیونکہ انھوں نے بیوی کے حصّہ کا پان بھی خود ہی ہضم کرلیا تھا۔

خرگوش خاں۔ یارو! میرا تو پتنگ اڑانے کو جی چاہتا ہے۔ اگر گھر پر ہوتا تو ضرور طوطے خاں کے ساتھ پتنگ اڑاتا۔

گدھے رام۔ میرا بھی جی نہیں لگتا۔ اچھا مجھکو ایک ترکیب سوجھی ہے۔ آؤ بارہ گوٹی کھیلیں۔

مینڈک مل۔ واہ!واہ!! کیا ترکیب سوجھی ہے۔ تم نے تو ایک منٹ میں سب تکلیفیں اس طرح غائب کیں جس طرح گدھے کے سر سے سینگ۔ بڑے دماغ کے آدمی ہو۔ بڑے ہوکر ضرور اپنا نام روشن کروگے۔

(گدھے رام جیب سے چھوٹے چھوٹے کنکر نکالتا ہے اور مینڈک مل بارہ گوٹی کا نقشہ زمین پر بناتا ہے۔ سب لوگ کھیلتے ہیں)

بھالو خاں۔ (تھوڑی دیر بعد) بھئی مجھکو تو یہ کھیل اچھا نہیں لگتا۔ اب تو چھٹّی لینے کو جی چاہتا ہے

مرغے لال ۔ ہاں میرا جی بھی اس کھیل سے اُچاٹ ہوگیا ۔ (ماسٹر کی طرف دیکھ کر) ماسٹر صاحب سو رہے ہیں چلو کھسک چلیں ۔

خرگوش خاں ۔ ہاں بھئی مرغے لال کہتے تو ٹھیک ہو نہایت معقول تجویز ہے ۔

گدھے رام ۔ نہیں بھئی یہ ٹھیک نہیں آج تو بچ جاؤ گے ۔ مگر کل کو سب کی کھوپڑی گنجی نظر آئیگی ۔ اور مار کے مارے ادھ موئے ہو جاؤ گے ۔ (کچھ خوش ہو کر اور مسکرا کر) اچھّا میں نے ایک اور ترکیب سوچی ہے ۔ ذرا میری مدد کرو ۔

(گدھے رام سیاہ تختے پر ایک بڑا چاند بناتا ہے)

اچھا آؤ اب اس کو کھڑکی میں فٹ کریں ۔

(سب تختہ اُٹھا کر کھڑکی میں فٹ کرتے ہیں ۔ کمرہ میں تھوڑا اندھیرا ہو جاتا ہے) ۔

گدھے رام ۔ اب ماسٹر صاحب کو جگانا چاہئے ۔ اچھا اب سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ ۔

(سب لڑکے اپنی اپنی جگہ بیٹھ جاتے ہیں اور کتاب پڑھنے میں مشغول ہوجاتے ہیں ۔ گدھے رام زمین پر زور سے ایک کتاب پھینکتا ہے ۔ ماسٹر چونک پڑتا ہے) ۔

ماسٹر ۔ اوہ! شاید میں بہت دیر تک آنکھیں بند کئے سوچتا رہا ۔ ہیں! یہ کیا؟ کیا رات ہوگئی؟ اُف! چاند بھی نکل آیا ۔

گدھے رام ۔ ہاں جناب آج ہم لوگوں کو یہاں بیٹھے بیٹھے دیر ہوگئی ۔ اور سبق یاد کرنے میں ایسے لگے رہے کہ یہ بھی خیال نہ رہا کہ چاند نکل آیا ۔

ماسٹر ۔ (کرسی سے اُٹھ کر اور انگڑائی لیکر) اچھّا جاؤ لڑکو چھُٹّی!

[لڑکے بغل میں جزدان دبا کر بھاگتے ہیں ۔ اسکول کے باہر جا کر قہقہے لگاتے ہیں ۔ اور اپنی اپنی راہ لیتے ہیں]

پردہ

(جیرتن ۔ متعلم ۔ عمر چودہ برس)

ماسٹر میاؤں

میاؤں۔میاؤں کی کرو نہ بات

یہاں کہاں ہے دودھ اور بھات

ہُوا تین، دو، کیا، منہ کھولو

اپنے ہی کو گن کر بولو ؟ ؟

ہوائی بندوق

میرے دادا نے جو بھیجی ہے ہوائی بندوق
ہاتھ سے مَیں نے کرم خاں کے وہ پائی بندوق

سامنے اپنے چچی جان کے بھر کر کنکر
آج مَیں نے کئی چڑیوں پہ لگائی بندوق

تین گوریوں کو بس مارگرایا مَیں نے
رکھ کے سینے پہ جو آنگن میں چلائی بندوق

صاف ہو جائیگا کچھ دن میں نشانہ میرا
میرے ہاتھوں کی بڑھادیگی صفائی بندوق

لاؤں گا باغوں سے ماری ہوئی چڑیاں لاکھوں
مَیں نے تعطیل میں جس دن کہ اُٹھائی بندوق

اب تو اسکول کے لڑکے بھی ڈرینگے مجھ سے
گر پڑیگا وہیں بس جس کو دِکھائی بندوق

نہ تو گولی کا ہے خرچ اس میں نہ بارود کا خرچ
سب سے اچھی ہے حقیقت میں ہوائی بندوق

بڑا دن

مُنّو چُنّو دو بھائی تھے ۔ وہ مشن اسکول میں پڑھتے تھے ۔ پادری صاحب کی عنای
سے اُن کی فیس معاف تھی ۔ وہی اُن کو کتابیں بھی دیتے تھے اس لئے کہ وہ بڑے تیز

مُنّو چُنّو کے باپ مولوی تھے ۔ مگر بُڈّھے اور کمزور ۔ آمدنی تھوڑی تھی ۔ آنکھوں
سوجھ کم پڑتا تھا ۔ رات کو جب لیٹنے لگتے تو وہ بچّوں کو اچھی اچھی کہانیاں سناتے ۔ لیک
وہ کہانیاں کچھ اور ہی طرح کی ہوتی تھیں ۔

مُنّو چُنّو کا دستور تھا ۔ وہ دن میں جو نئی بات دیکھتے ۔ یا جو بات اُن کی سمجھ میں نہ آ
اُسکو اپنے باپ سے پوچھتے ۔ اور وہ اُن کو سمجھا دیتے ۔ یہی کہانی ہو جاتی ۔

سردی بڑھی ۔ دسمبر آیا ۔ اسکول میں سفیدی ہوئی ۔ خوب سجایا گیا ۔ طرح طرح کے کھ
ہوئے ۔ مُنّو کو دوڑ میں آگے آنے کا انعام ملا ۔ اور بڑے دن کی چھٹی ہو گئی ۔ چُنّو نے کہ
بھیّا ۔ یہ بڑا دن ؟ بڑا دن کیا ہے ؟ دن تو ابھی چھوٹا ہی ہوتا ہے ۔ گھر پہنچتے پہنچتے شا
ہو جاتی ہے ۔ مُنّو نے کہا ۔ اچھا ۔ آج میاں (باپ) سے پوچھیں گے ۔ کہ بڑے دن کی
کہانی سنائیے ۔

سب نے کھانا کھایا ۔ بستر لگے ۔ انگیٹھی کے کوئلے لہکے ۔ سردی گھٹی ۔ مُنّو اپنے وا
کے پاؤں دابنے لگا ۔ چُنّو نے ہاتھ پکڑا ۔ انگلیاں چٹخائیں ۔ کچھ سوچ کر بولا ۔ میاں ! اب
اچھے میاں ! آج بڑے دن کی کہانی سنائیے ۔

میاں (منّو کے باپ) نے کہا - بڑا دن یعنی ۲۵ ر دسمبر حضرت عیسٰی کا جنم دن یا یوم ولادت ہے - دیکھو یہ ۱۹۳۱ء عیسوی ہے - اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسٰی مسیح کو پیدا ہوئے ایکہزار نو سو تیس ۱۹۳۰ سال گذر گئے - وہ بیت اللحم (فلسطین) میں پیدا ہوئے تھے - اُن کی ماں کا نام بی بی مریم تھا - وہ پاک عورت تھیں - خدا نے اُن کو چُن لیا اور حضرت مسیح ابن مریم کو بغیر باپ کے پیدا کیا - وہ لوگوں کو خدا کا کلام (انجیل) سناتے تھے - ہر طرح کے مریضوں کو - کوڑھیوں اور اندھوں کو چنگا کرتے تھے - مُردوں کو بھی جلا دیتے تھے - انسان کی خدمت بہت کرتے تھے - کمال یہ تھا کہ وہ گناہگاروں سے بھی محبت کرتے تھے - اسی وقت سے عیسائی مذہب جاری ہوا - اس لئے بڑے دن کو عیسائی لوگ عید کی سی خوشی مناتے ہیں -

چُنّو نے کہا - اور میاں وہ لڑکوں کو پیار بھی بہت کرتے تھے - میرے پاس ایک تصویر ہے اس میں حضرت مسیح بچّوں کو پیار کر رہے ہیں -

مولوی صاحب نے کہا - بیٹا - وہ نبی تھے - اُن کا دل محبّت کا چشمہ تھا - وہ بچّوں سے بہت محبّت کرتے تھے -

چُنّو - ہاں میاں - ہمارے پادری صاحب بھی بڑے نیک ہیں - ایک دن مَیں رو رہا تھا - مُنّو نے میری کتاب پھاڑ ڈالی تھی - پادری صاحب نے دور سے دیکھا - دوڑ کر آئے اور مجھے گود میں اُٹھا لیا - مَیں ڈر گیا - انھوں نے مجھے چُپ کرایا - اجی پھر وہ مجھے اپنے گھر لے گئے - مٹھائی دی اور نئی نئی کتابیں - جب سے تو مَیں پادری صاحب کا کوٹ پکڑ لیتا ہوں اور نہیں چھوڑتا - جب تک وہ مجھے اپنی سائیکل پر نہیں بٹھاتے -

(یوسف بن باقر - الہ آباد)
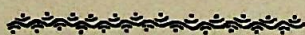
صحت کے چند اصول

اسکول اور مدرسہ میں پڑھنے والے بہت سے لڑکوں کو تم نے دیکھا ہوگا کہ اُن کی کمر جھک جاتی ہے اور کوبڑ نکل آتا ہے۔ ایسے لڑکوں کی بعض لوگ تعریف کر دیا کرتے ہیں "واہ اِس نے پڑھنے میں اس قدر محنت کی ہے کہ کمر جھک گئی۔ لیکن کیا یہ بات صحیح ہے۔ ہرگز نہیں۔ زیادہ محنت کرنے سے کمر نہیں جھک سکتی بلکہ جھک کر بیٹھنے سے جھکتی ہے اور کوبڑ نکل آتا ہے۔ لہٰذا جھک کر کبھی نہ بیٹھنا چاہیئے بلکہ ہمیشہ تن کر سینہ نکالے ہوئے شیر کے مانند بیٹھنا چاہیئے۔ یہاں تک کہ پڑھنے کے وقت بھی گردن بالکل جھکی ہی نہ رہے۔
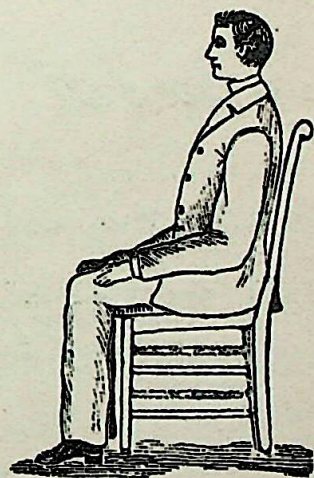
اس طرح نہ بیٹھنا چاہیئے

اس طرح بیٹھنا چاہیئے

جھک کر بیٹھنے سے سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ چھاتی پر دباؤ پڑنے سے پھیپھڑے سکڑ جاتے ہیں اور وہ سانس لیتے وقت جتنا چاہیئے اُتنا پھیل نہیں سکتے۔ اس وجہ سے ہوا پھیپھڑوں میں کم سماتی ہے اور خون اچھّی طرح صاف نہیں ہو پاتا۔ پس لڑکے کمزور ہو کر امراض

سیڑھی پر اس طرح چڑھنا چاہیئے
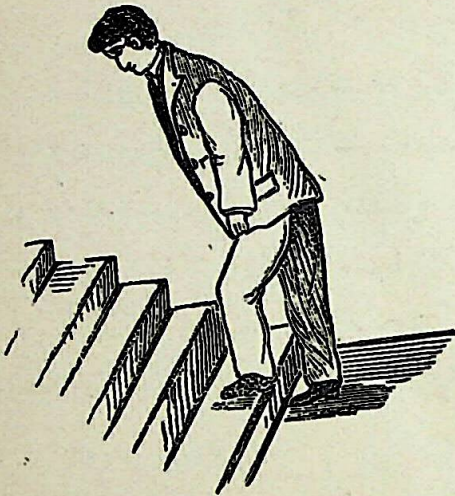
سیڑھی پر اس طرح نہ چڑھنا چاہیئے
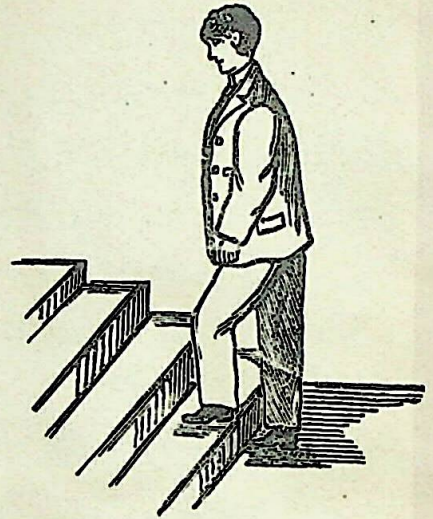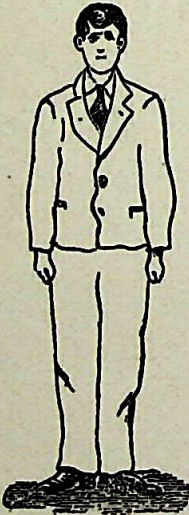
اس طرح دوڑنا چاہیئے
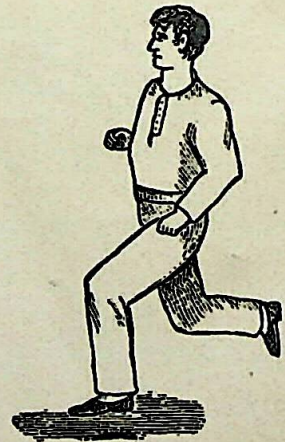
اس طرح کھڑا ہونا چاہیئے

میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ چہرے کی رنگت اور وجاہت بگڑ جاتی ہے۔ یہاں پر جو تصاویر دی گئی ہیں اُن سے تم کو معلوم ہوگا کہ کس طرح بیٹھنا چاہیئے اور کس طرح نہ بیٹھنا چاہیئے۔ دوسری تصویروں سے تم کو یہ بھی بتایا جا رہا ہے کہ کس طرح چلنا چاہیئے۔ ان تصاویر پر بغور نظر کرو۔ ان اصولوں کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔ اور رفتہ رفتہ اسی طرح بیٹھنے اور چلنے پھرنے کی عادت ڈالو۔ اور دوسروں کو اس کی برائی بھلائی سمجھاتے رہو۔ (باقی آئندہ)

(سیوک رام ناگر)

روپیہ دینے والا جن

مرزا سلامت علی صاحب دبیرؔ لکھنؤ میں ایک بہت مشہور مرثیہ گو گذرے ہیں۔ اپنے فن میں تو اُن کو کمال حاصل ہی تھا اس کے ساتھ ہی ان کی پرہیزگاری، خداترسی اور سخاوت بھی مشہور تھی۔

ایک دن ایک ضعیف آدمی جس کے کپڑوں سے افلاس اور چہرے سے شرافت کے آثار نمایاں تھے ان کے پاس آیا اور دست بستہ عرض کی کہ میں ایک غریب آدمی ہوں۔ بال بچے بہت ہیں اور آمدنی کچھ نہیں ہے۔ ہر مہینہ میں کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ میں اور میرے بچے دو دو دن تک فاقے سے پڑے رہتے ہیں۔ آپ کی خدمت میں اسلئے حاضر ہوا ہوں کہ شہر کا ہر رئیس آپ کو مانتا ہے۔ کسی شخص کے یہاں مجھے نوکر رکھا دیجئے۔ اگر میری روزی کا سہارا ہو جائیگا تو میرے بچے آپ کو دعائیں دیں گے۔

مرزا صاحب۔ آپ کیا کام کر سکتے ہیں؟

بڈھا۔ میں کچھ پڑھا لکھا نہیں ہوں اور ضعیفی کی وجہ سے دوڑ دھوپ کا کام بھی نہیں کر سکتا۔ اگر آپ کسی رئیس کو خط لکھ دیں اور وہ دربانی میں نوکر رکھ لے تو مکان کی حفاظت کر سکتا ہوں۔

مرزا صاحب - آپ کسی دوسرے کا کام کیوں کیجئے - اپنے خدا ہی کا کام کیوں نہ کیجئے اور اُسی سے تنخواہ کیوں نہ لیجئے -

بڈّھا - بھلا خدا کا کون سا ایسا کام ہے جس میں وہ مجھے تنخواہ دے گا ؟

مرزا صاحب - میرے پاس ایک دُعا ہے جس کے پڑھنے سے ایک جن تابع ہو جاتا ہے اور ہر آٹھویں دن وہ پانچ روپیہ آکر دیجاتا ہے - اگر آپ نے کسی رئیس کی نوکری کی تو چار پانچ روپیہ ماہوار ملیں گے - اور دُعا کے پڑھنے سے ہر ہفتہ میں آپ کو پانچ روپیے مل جائیں گے -

بڈّھا - خوش ہو کر میں اُس دُعا کو ضرور پڑھوں گا لیکن میں پڑھا لکھا نہیں ہوں - بھلا کتنے مہینہ میں وہ دُعا مجھے یاد ہو جائیگی ؟

مرزا صاحب - صرف ایک سطر کی دُعا ہے آپ اِسی وقت اُسے یاد کر سکتے ہیں -

بڈّھا - خدا کے لئے مجھے بتا دیجئے -

مرزا صاحب نے قرآن کی ایک چھوٹی سی آیت جس میں خدا کی تعریف اور اس کا شکر تھا بڈّھے کو تعلیم کی اور یہ ہدایت کی کہ ہر شب جمعہ کو نماز عشا کے بعد کسی مسجد میں بیٹھکر بارہ بجے رات تک اُس دُعا کو برابر پڑھتے رہئے - اسی درمیان میں جن آئیگا اور روپیہ دیکر چلا جائیگا - لیکن اکثر کئی کئی شب جمعہ جن نہ آئیگا اور جس شب جمعہ کو آئیگا تو اُسی حساب سے روپیہ دیگا یعنی ناغہ شدہ شب جمعہ کے بھی روپیہ ادا کر دیگا - لہذا کسی شب جمعہ کو روپیہ نہ ملنے سے یہ عمل ترک نہ کیجئے گا - یہ بھی ہدایت کی کہ کسی پر یہ راز ظاہر نہ ہو ورنہ جن خفا ہو جائیگا اور پھر روپیہ نہ ملے گا -

چونکہ وہ جمعرات کا دن تھا لہذا بڈّھے نے اُسی دن رات کے وقت وہ عمل شروع کر دیا - تھوڑی دیر کے بعد ایک جن کمّل اوڑھے ہوئے آیا اور پانچ روپیہ بڈّھے کے پاس رکھکر چلا گیا - اسی طرح سے ہر شب جمعہ کو پانچ روپیہ بڈّھے کو مل جاتے تھے اور اگر کبھی

ناغہ ہوتا تھا تو جس شب کو روپیہ ملتے تھے اُس میں ناغہ شدہ شب جمعہ کے بھی روپیہ شامل ہوتے تھے۔ سستی کا زمانہ تھا۔ بیس پچیس روپیہ ماہوار جو بڈھے کو ملنے لگا تو وہ اور اُس کے اہل و عیال بڑی شان سے بسر کرنے لگے۔ گھر میں نوکر چاکر بھی ہو گئے۔ اور کھانے پہننے کی بھی کمی نہ رہی۔ کئی برس کے بعد بڈھا بیمار ہوا اور اُس کو اپنی زندگی سے مایوسی ہوئی۔ اس وقت اس نے اپنے بڑے لڑکے کو تنہائی میں بلایا اور اس سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ میں تم لوگوں کی پرورش کہاں سے کرتا تھا۔

لڑکا۔ مجھے نہیں معلوم اور مجھ پر کیا موقوف ہے شاید کوئی بھی نہ جانتا ہو کیونکہ محلے میں اکثر لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ آخر تم لوگ جو اس ٹھاٹھ سے زندگی بسر کرتے ہو تو تمھارے باپ کہاں سے روپیہ لاتے ہیں۔ نہ تو وہ کسی کے نوکر ہیں اور نہ کوئی اور آمدنی کا ذریعہ معلوم ہوتا ہے۔ میں نے ان لوگوں سے اپنی لاعلمی بیان کی۔

بڈھا۔ یہ تو تم دیکھتے تھے کہ میں ہر شب کو بارہ بجے کے بعد مسجد سے واپس آتا تھا۔

لڑکا۔ ہاں۔

بڈھا۔ میں اُس شب کو ایک عمل پڑھتا ہوں جس سے ایک جن مجھے آکر پانچ روپیہ دے جاتا ہے۔ اب میری زندگی کا کچھ اعتبار نہیں لہذا چاہتا ہوں کہ وہ عمل تمھیں بتا دوں تاکہ میرے بعد تم لوگ میری ہی طرح زندگی بسر کرو۔ یہ کہہ کے اُس نے اپنے لڑکے کو وہ دُعا بتائی اور ہدایت کردی کہ جس طرح مَیں نے اس راز کو افشا نہیں کیا ویسی ہی تم بھی کسی سے نہ کہنا ورنہ روپیہ بند ہو جائیگا۔

بڈھا مر گیا اور اُس کے لڑکے کو بھی ہر شب جمعہ کو پانچ روپیہ موافق دستور کے ملتے رہے۔ ایک دن لڑکے کے ایک دوست نے اُس سے کہا کہ آخر تم لوگ کہاں سے کھاتے پہنتے ہو۔ اگر تم اپنی آمدنی کا صحیح ذریعہ مجھ سے نہ بتاؤ گے تو میں کوتوال سے جاکر کہدوں گا کہ یہ چوری کرتے ہیں اور اُسی سے اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ لڑکے نے خوف

کی وجہ سے سارا حال بتا دیا ۔

دوست ۔ تم اپنا راز چھپاتے ہو اور مجھے بے وقوف بناتے ہو ۔
لڑکا ۔ اگر تم کو یقین نہ ہو تو کسی شب جمعہ کو مسجد میں چھپ کر دیکھ لو ۔
لڑکے کا دوست ایک شب کو مسجد کے کسی گوشہ میں چھپ رہا اور جسوقت جن نے آکر روپیہ دیا اور واپس ہونے لگا تو اُس نے جن کا ہاتھ پکڑا ۔ جن نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی ۔ اس اینچا کھینچی میں کمّل جن کے سر سے گر گیا ۔ دیکھا تو مرزا دبیر صاحب تھے ۔

یہ سمجھے کہ بعض شب جمعہ کو روپیہ کیوں نہ ملتا تھا اور دوسری یا تیسری شب جمعہ کو اکٹھا مل جاتا تھا ۔ وجہ یہ تھی کہ مرزا صاحب اُن ایّام میں لکھنؤ میں نہیں ہوتے تھے ۔ بلکہ کہیں باہر چلے جاتے تھے ۔

(ایڈیٹر)

باپ ۔ اکبر یہ میرا روئی دار پاجامہ تم نے بھگا دیا ۔ اب یہ کیسے سوکھے ؟
بیٹا ۔ میاں ! اسے پہن کر آپ دو گھنٹہ دھوپ میں کھڑے رہیئے ۔

ماسٹر ۔ رامو ہل ہل کر سبق یاد کیوں کرتے ہو ؟
رامو ۔ تاکہ سبق زیادہ یاد ہو جائے ۔
ماسٹر ۔ بھلا یہ کیسے ؟
رامو ۔ جب کسی برتن میں کسی چیز کو ہلا ہلا کر بھرتے ہیں تو اس میں زیادہ بھر جاتا ہے ۔

اُستاد ۔ کیوں حامد گرمی کا کیا خاصّہ ہے ؟
شاگرد ۔ حضرت گرمی سے سب چیزیں بڑھ جاتی ہیں ۔

اُستاد - اچھا کوئی مثال دو -
شاگرد - دیکھئے گرمی میں دن کتنا بڑا ہوتا ہے اور سردی میں سکڑ جاتا ہے -

ناک لگی ہے

(۱)

بسنتو اب بڑا ہو گیا ہے - دس سال کی عمر ہے - چوتھے درجے میں پڑھتا ہے، مگر اس کو بچپن سے ناک سُڑ سُڑ کرنے کی عادت ہے - پڑھنے لکھنے میں بھی سُڑ سُڑ کرتا ہے - اُسکے باپ امیر آدمی ہیں - پڑھے لکھے ہیں - مگر ماں سلیقہ مند نہیں معلوم ہوتی - اسکول کے لڑکے اس کو چڑھاتے ہیں "بسنتو ناک لگی ہے" - تو وہ جھٹ آستین سے ناک صاف کرنے لگتا ہے -

(۲)

ایک دن مولوی صاحب نے، جو بہت غصّہ ور ہیں، اور پیٹتے بھی خوب ہیں - سن لیا میاں کلّو نے بسنتو کو دیکھتے ہی کہا تھا "بسنتو ناک لگی ہے" اس نے دو تین دفعہ سُڑ سُڑ کیا - اس پر سب لڑکے ہنسنے لگے - مولوی صاحب کو کہاں برداشت - مولا بخش سے ایک ایک کی خبر لی -

(۳)

تھوڑی دیر کے بعد مولوی صاحب نے بسنتو کو بلا کر پوچھا "بیٹا! تم دن میں کتنی دفعہ کھاتے ہو - تمھارا پیٹ تو دیکھیں" کُرتا اُٹھایا تو ہنڈیا سا پیٹ نکلا ہوا تھا -
مولوی صاحب نے کہا - دیکھو بار بار اور بھوک سے زیادہ کھا لینے سے زکام ہو جاتا ہے - اس سے ناک بہنے لگتی ہے - بیٹے! تم آج سے کم کھایا کرو - اور جب خوب بھوک لگے تب ہی کھانا -

(۴)

بسنتو نے ویسا ہی کیا۔ اب اُس کو زکام نہیں ہوتا۔ اور مولوی صاحب نے سکھا بھی دیا ہے۔ اگر کوئی لڑکا کہتا ہے "بسنتو ناک لگی ہے" تو وہ جواب دیتا ہے۔ ہاں میں ناک والا ہوں۔ ناک تو لگی ہی رہیگی۔ اب اُسکو کوئی نہیں چڑھاتا اور نہ اُسکی ناک بہتی ہے۔

(۵)

پیارے بچّو۔ زکام اور ناک بہنے کی کیسی اچھّی دوا مولوی صاحب نے بتائی۔ حال ہی میں امریکہ کے بڑے بڑے ڈاکٹروں نے زکام ہونے کا سبب ٹھونس ٹھونس کر کھانے کو ثابت کیا ہے۔ اُمید ہے کہ تم بھی اپنے کھانے پینے میں احتیاط کرو گے اور اناپ شناپ پیٹ میں بھرنے سے بچو گے۔

تمہارا دوست

یوسف بن باقر۔ الہ آباد

گھڑی دار ٹوپی

اسکول جانے والے لڑکوں کو اب مزہ ہو گیا۔ ایسی ٹوپیاں نکلی ہیں جن میں گھڑی لگی رہتی ہے۔ جب وقت دیکھنا ہو ٹوپی اُتاری اور دیکھ لیا۔
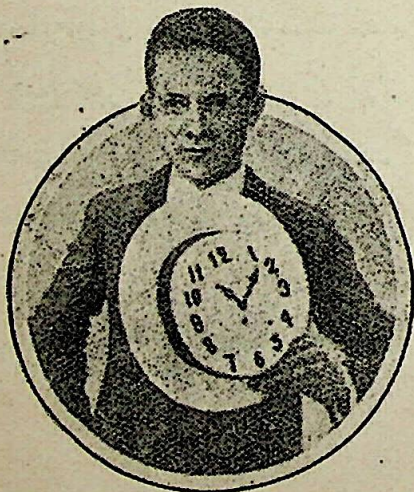
لیکن اس ٹوپی بنانے والے نے بُرے وقت پر ایسی ٹوپی بنائی۔ کیونکہ ہندوستان کے لڑکے ولایتی مال کا بائیکاٹ کر رہے ہیں اور کوئی چیز کتنی ہی خوبصورت کیوں نہ ہو ابھی اُسے کیسے خرید سکتے ہیں۔

ہوائی جہاز آر ۱۰۱
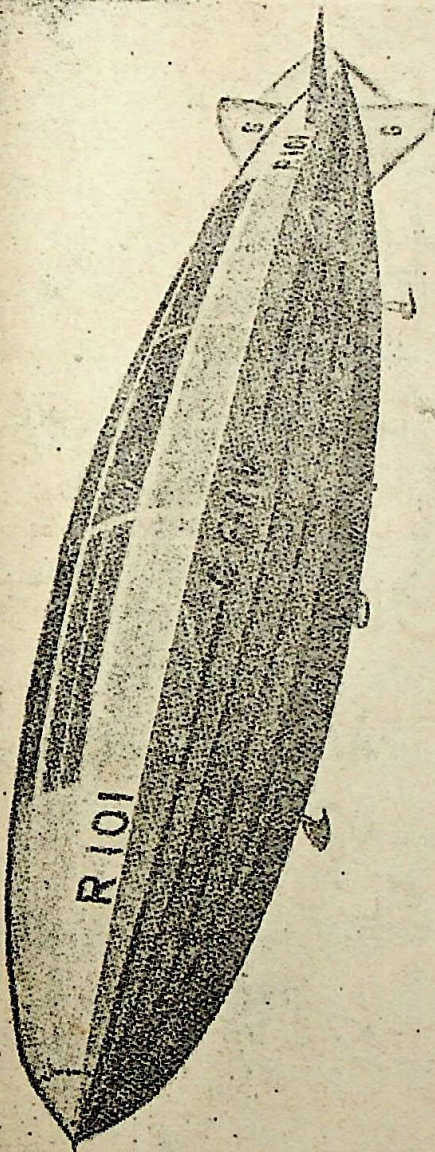
ولایت میں یہ سب سے بڑا اور مضبوط ہوائی جہاز بنا تھا۔ گذشتہ ماہ اکتوبر میں یہ ہندوستان آرہا تھا۔ راستہ میں ایک پہاڑی سے ٹکراکر جل گیا۔ اس میں ۵۴ انگریز افسر سوار تھے۔ جن میں سے ۴۶ اُسی وقت جل کر خاک ہوگئے۔ اس حادثہ سے انگریزوں کا بہت بڑا نقصان ہوا۔ لندن میں بہت کہرام مچا۔

یوں تو ہوائی جہاز میں اکثر جان ومال ضایع ہوتا رہتا ہے لیکن ہوائی جہاز کی تاریخ میں اتنا بڑا جانکاہ حادثہ پہلے کبھی نہیں ہوا۔
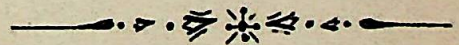
بیٹا کیسا ہو؟

لائق بیٹا ایک ہی بہت اچھا۔ لیکن نالائق سَو بُرے۔ چاند کی چاندنی کے آگے بیشمار تارے ہیچ ہیں۔

امتحان میں

اگر تم امتحان میں کامیاب ہونا چاہتے ہو تو ان ہدایت پر ضرور عمل کرو:۔

۱۔ پرچوں کو کئی بار پڑھو۔
۲۔ آسان سوالات کو پہلے حل کرو۔
۳۔ سوالات کے نمبر جواب میں صحیح لکھو۔
۴۔ صاف صاف لکھو۔
۵۔ لکھا ہوا خوب جانچ لو اور ٹھیک کرلو۔
۶۔ کسی سے پوچھنے یا بتانے کا ارادہ نہ کرو۔
۷۔ کل سوالات کے جوابات لکھو۔
۸۔ وقت ختم ہونے کے پہلے کاپی نہ دو۔

(وی کیشور پرشاد۔بسولی۔)

نئی کتابیں

جناب محمد وزیرالدین انصاری عاقل صاحب اورنگ آبادی (دکن) کی تازہ تصنیف "مثنوی زیور اخلاق" یعنی لڑکیوں کو نصیحت، ہمارے پاس آئی ہے۔ یہ کتاب ریاست حیدرآباد کے سررشتہ تعلیم نے بھی پسند فرمائی ہے۔ اس چھوٹی سی کتاب میں مصنف نے نہایت حسن خوبی کے ساتھ قصوں کے پیرایہ میں خانگی حالات کو نظم کیا ہے۔ مسلمان لڑکیوں کے لئے بہت مفید اور دلچسپ ہے۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب اور کاغذ بھی نفیس ہے۔ مکتبہ ابراہیمیہ اسٹیشن روڈ حیدرآباد دکن، سے مل سکتی ہے۔ قیمت ۸ر ہے جو کسی طرح زیادہ نہیں۔ اس مثنوی سے حضرت فاطمۃ الزہرا کی شادی کے چند شعر ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

فاطمہؓ بیٹی تھیں پیمبرؐ کی جو کہ تھیں آپ کو بہت پیاری
پیروی باپ ہی کی کرتی تھیں قدم اُن کے قدم پہ دھرتی تھیں
تھیں خصائل میں بھی شبیہ رسولؐ باتیں کرتیں اُسی طرح سے بتول
لب شیریں میں تھی شکر باری باتیں مصری کی تھیں ڈلی ساری
ان کی شادی کا تذکرہ یہ ہے اہل تاریخ نے لکھا یہ ہے
عقد کی التجا علیؓ نے کی سُن کے خاموش رہ گئیں بی بی
ہے وہ راضی رسولؐ نے جانا کر دیا عقد آپ نے اُن کا
عقد کے بعد حکم فرمایا خرمے کا سامنے طباق آیا
بڑھ کے اصحاب پاک نے لوٹا کرّ و فر بس یہی تھا شادی کا
پاس حیدرؓ کے نقد کچھ بھی نہ تھا تھی زرہ اک اُسے فروخت کیا
قیمت آئی جو چار سو درہم مہر ٹھہرا وہی نہ بیش نہ کم

اور فوراً ہوئی ادائی بھی ہ
پھر وہ پھر ہی نہیں اصلا
مختصر جامۂ عروسی تھا
آپ اوڑھے تھیں اک سیہ چادر
چیزیں دو تین بس جہیز میں تھیں
بھس بھرا ایک گدّا چمڑے کا
ڈول تھے دو مگر نہ تھی رسّی
جن کے قدموں کے نیچے ہو جنّت
ایک لونڈی کو لے کے ساتھ اپنے

ہوگئی غایت و غرض پوری
جس کا کوئی ادا نہ ہو حصّہ
ایک زیور تھا اور ایک کپڑا
اور تھا بازوؤں پہ اِک زیور
زر نہ زیور نہ جامۂ زرّیں
ایک تکیہ اور ایک مشکیزہ
پیسنے کے لئے تھی اک چکّی
ان کی شادی اور اُسکی یہ حالت
گئیں پیدل وہ گھر کو شوہر کے

خوبصورت بنانے والا آلہ

زرا ان کو دیکھئے - یہ خوبصورت بن رہی ہیں - فرانس میں بہت سے ایسے طریقے نکلے ہیں جن کے ذریعہ بدشکل حسین بن سکتے ہیں - یہ بھی ایسا ہی ایک طریقہ ہے اس آلہ کو تھوڑی دیر چہرے پر لگائے رکھنے کے بعد چہرہ خوبصورت نظر آتا ہے +

(مس فلس)
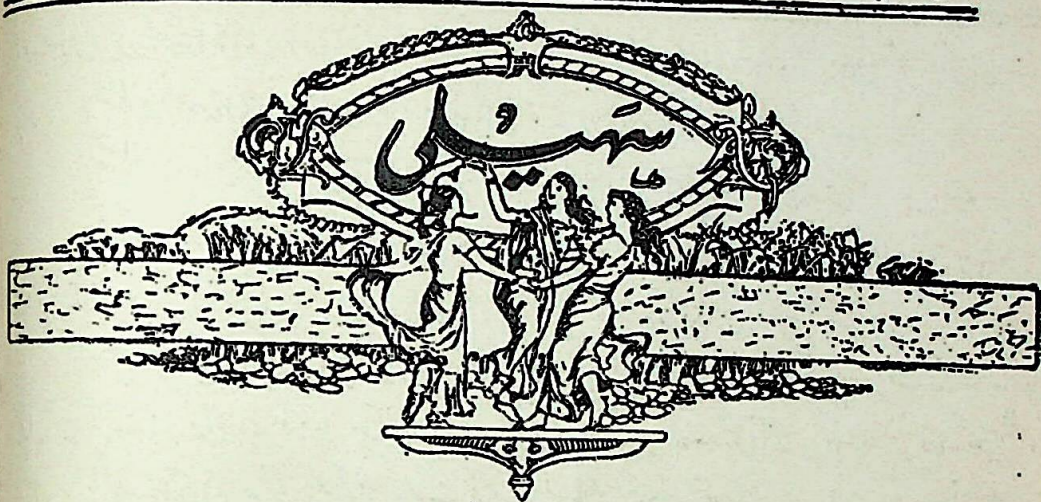
ملکہ وکٹوریہ کا بچپن

جو بچّے اقبال مند اور نصیب والے ہوتے ہیں وہ بچپن ہی سے اچھے اچھے کام کرنے لگتے ہیں۔ سب لوگوں کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں اور غریبوں کی دعا لیتے ہیں۔ دُعاؤں میں، جو دل سے نکلتی ہیں، بڑا اثر ہوتا ہے اور اسی طرح کسی غریب دُکھیا کو ستانے سے جو بددُعا اُن کے مُنہ سے نکلتی ہے وہ بھی بُری ہوتی ہے۔ اور اُس کا بھی اثر ہوتا ہے۔

دیکھو ایک آٹھ سات برس کی شہزادی نے ایک بھوکے کے ساتھ بھلائی کی اس کی دُعا کا اثر یہ ہوا کہ وہ ملکہ ہو گئیں۔ اُس کا قِصّہ یوں ہے کہ شہزادی نے ایک دُکان کے دروازے میں ایک گڑیا رکھی دیکھی۔ جس کے خریدنے کے لئے بے اختیار اُن کا دِل چاہنے لگا۔ مگر اُن کی جیب خاص کا خرچ جو معمولی تھا وہ سب خرچ ہو چکا تھا۔ اُن کی والدہ نے ارشاد کیا کہ مَیں ابھی تم کو اُسکے خریدنے کی اجازت نہیں دوں گی۔ جب تم کو آیندہ جیب خاص کا خرچ ملیگا تو خرید لینا۔

پس جب اُن کو خرچ ملا تو وہ دُکان سے گڑیا خرید کر کے جلدی جلدی چلی آتی تھیں کہ راہ میں ایک فقیر پر اُنکی نظر پڑی۔ جو اُن کی برابر کھڑا ہوا تھا۔ وہ بڑا خستہ حال تھا اُس کی

آنکھوں میں ایسے حلقے پڑے ہوئے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ بھوک کے مارے اُسکا دم نکل رہا ہے۔
شاہزادی سے اُسکی یہ حالت دیکھی نہ گئی اور توجہ فرماکر اسکا حال پوچھا۔
شاہزادی۔ کہئے سائیں جی۔ آپ کی حالت اسقدر تباہ کیوں ہو رہی ہے۔
فقیر۔ (جس نے شاہزادی کو معمولی لڑکی سمجھا) بچّی تجھ سے کیا بتاؤں۔ آج پانچواں دن ہے۔ ایک دانہ نصیب نہیں ہوا۔ بھوک کے مارے دم نکل رہا ہے۔
یہ کہکر فقیر نے کچھ اس طرح سانس لی کہ وہ کچھ بولنا چاہتا ہے مگر نقاہت کے مارے بول نہیں سکتا۔ شہزادی صاحبہ اپنا سارا روپیہ گڑیا کی قیمت میں دے آئی تھیں پلے کچھ بھی نہ تھا۔ اُنھوں نے کہا
شہزادی ” مجھے افسوس ہے کہ میرے پاس روپیہ نہیں ہے کہ میں تم کو دوں“
فقیر۔ ” پیاری بیٹی۔ میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں، بھلا تم نے میرے حال پر رحم کھاکر پوچھا تو“۔
وہ گھسٹ گھسٹ کر چلنے لگا۔ معلوم ہوتا تھا کہ بھوکا مر جائیگا۔ یہ حال دیکھکر شہزادی کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور غمناک آواز سے بولیں۔
سائیں ” اگر آپ کی خوشی ہو تو کچھ دیر یہیں بیٹھ جائیں“۔
اب وہ اُلٹی دُکان پر دوڑی گئیں۔ اور جس دُکاندار سے گڑیا خریدی تھی اُس سے کہا کہ آپ کی مرضی ہو تو مہربانی فرماکر اس گڑیا کو واپس لے لیجئے، اور چند روز تک اسے رہنے دیجئے، کہ میں پھر آنکر اسے خرید لوں۔
دُکاندار۔ (لڑکی کا مدعا سمجھ کر) ” میں بخوشی اسے رکھ چھوڑونگا۔ آپ اسکی قیمت واپس لینا چاہتی ہیں؟“
شہزادی۔ (شرماکر) ” ہاں۔ اگر آپ کی خوشی ہو“۔
دُکاندار سے دام لیکر وہ دوڑی ہوئی فقیر کے پاس آئیں اور سارے روپئے اُسکو دیدیئے۔
فقیر اُسے پاکر متحیر ہوگیا اور اُس نے کہا۔
فقیر ” بیٹی۔ تم نے میری جان بچالی۔ اس نیکی کے سبب تم ملکہ ہونے کی مستحق ہو۔ خدا تم کو ملکہ بنائیگا“۔
شہزادی کی والدہ نے فقیر کی یہ دُعا سُن کر یہ پہلی دفعہ تھی کہ یہ کہا کہ شہزادی تخت نشین ہوگی۔
چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ خدا نے گویا فقیر کی دُعا سُن لی اور وہ تمام دُنیا میں ملکہ وکٹوریہ قیصر ہند کے نام سے مشہور ہوئیں۔

(کملا دیوی)

دعوت یا خود غرضی

جمیلہ گڑیا کھیل رہی تھی - انھیں کپڑے لتّے پہنا کر اُس نے کہا - پیاری گڑیو-
آج تمھیں ایک بہت اچھی خبر سناتی ہوں - تم سب کی دعوت ہے - سُنا - لیکن
اگر تم شرارت کروگی تو - یہ کہہ کر اُس نے ایک گڑیا کی طرف دیکھا - وہ بہت خوبصورت
تھی - اُس نے غصّہ میں اُس سے کہا - لیکن تم کو تو دعوت کے بجائے چپت ہی
کھانی پڑیگی -

جمیلہ پھر دعوت کی تیاری میں مصروف ہوئی - لیکن اُس نے گڑیوں کو کھلاتے
وقت سب کو نہیں کھلایا - اُس نے اپنی گڑیوں میں سے صرف تین ہی کو شریک طعام کیا -
وہ تینوں بہت خوش تھیں - اُنھیں خوش ہونا بھی چاہیئے تھا - جمیلہ نے اُن کے
سامنے پیڑے برفیاں اور جلیبیاں تشتریوں میں سجا کر پیش کیا - دہی - رائتہ اور چینی بھی رکھدی -
ایک ننھا سا گلاس پانی کا بھر کر رکھدیا اور کہا - بسم اللہ کرو -

اتنے میں جمیلہ کی سہیلی سداما اُس کے یہاں آ پہنچی - اُس نے گڑیوں کی دعوت
کا سب انتظام دیکھا - اور مسکرائی - اُس نے کہا - جمیلہ! وہ دُو گڑیاں کہاں گئیں ؟
کیا اُنکو نیوتا نہیں دیا ؟ کیا وہ شرارتی ہیں ؟

جمیلہ نے کہا یہ بات تو نہیں ہے - مجھے امرود کُل آٹھ ملے ہیں - اگر سب آجاتیں
تو مَیں سب کو کیسے پورا کرتی - اس لئے میں دو کو ساتھ نہیں لائی - صرف تین کو لے آئی
ہوں - اب ہم چار ہی ہیں - دو دو امرود ہر ایک کو مل رہے گا - اب تو آپ سمجھ گئی ہونگی -
سداما کو جمیلہ کی خود غرضی کی باتیں سُن کر بہت رنج ہوا - اُس نے کہا - رام رام -
تم جیسی نیک لڑکی میں اتنی خود غرضی -

(پنڈت دیوی دت شکل)

سانس کیونکر لینا چاہیئے؟

پیارے بچو۔ اگر تم تندرست رہنا چاہتے ہو تو صاف ہوا میں خوب لمبی اور گہری سانسیں لیا کرو۔ اس طرح کرنے سے تمھارے جسم کی زہریلی ہوا نکلا کرے گی جس کو نائیٹروجن کہتے ہیں اور جو ہوا گہری سانس کے ذریعہ اپنے جسم کے اندر داخل کروگے اُس کو آکسیجن کہتے ہیں جو آدمی کے لئے نہایت مفید ہے۔ پس اس لئے اگر تم لمبی سانس لینے کے عادی ہو جاؤ گے تو تمھارے پھیپھڑے نہایت عمدہ طرح سے کام کریں گے اور تمھاری عمر میں بھی اضافہ ہو جائیگا۔ نیز گہری سانس لینے سے تمھارا خون بھی صاف ہوتا رہیگا۔ لیکن اس بات کا ہمیشہ خیال رکھنا کہ سانس ناک سے لینا چاہیئے، منہ سے ہرگز ہرگز سانس نہ لو، ورنہ زیادہ بہتر نہ ہوگا۔ جب اس طرح سانس کو باقاعدہ لینے کی عادت ہو جائیگی تو مجھے اُمید ہے تم ہمیشہ تندرست و بشّاش رہکر قوم و ملک کے کام آؤ گے، اگر تمکو واقعی اپنے ملک سے محبت ہے تو سب سے پہلے اپنی تندرستی کو قایم رکھّو کیونکہ تندرستی ہزار نعمت ہے۔ فقط۔

(کشور جہاں۔ لکھنؤ)
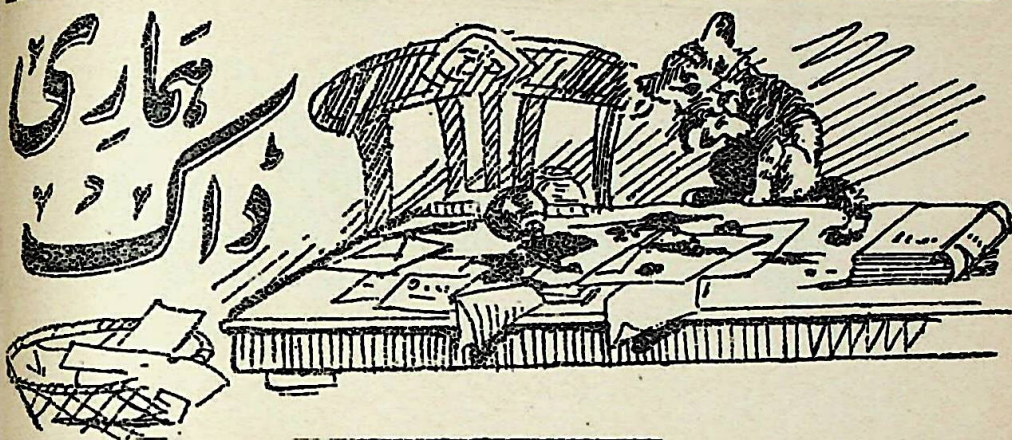
(ہمارے گوالیار کے ایک دوست نے "جادو کا کھیل" لکھکر بھیجا ہے جو نیچے لکھا جاتا ہے)

جادو کا کھیل

تھوڑا سا پان میں کھانے کا چونا پانی میں گھول لو - اس پانی سے ایک صاف کاغذ پر کچھ لکھکر خشک کر لو - اگر چونا نظر آئے تو کپڑے سے صاف کر دو -

جب تماشا کرنا ہو تو کسی کو وہ کاغذ دے کر کہو "دو اس کاغذ پر کیا لکھا ہے"! کاغذ کو صاف دیکھ کر وہ کہے گا "کچھ نہیں"- اب تم کچھ منتر سا پڑھتے ہوئے اُسے پانی میں ڈبا کر باہر نکال لو - حروف روشن ہو جائینگے اور دیکھنے والے تعجب کریں گے -

(نونودی لال، سکسینا)

[بعض ٹھگ ودّیا والے سادھو اور فقیر بچوں اور عورتوں کو اسی طرح کے کاغذ بنا بنا کر ٹھگا کرتے ہیں - اڈیٹر]

کاغذ کی ناؤ

(پروفیسر حامد اللہ افسر۔ بی۔ اے)

(بچوں کے لئے)

دیکھو امّاں کیسی اچھی ہے مری کاغذ کی ناؤ
لے چلا ہے ساتھ اسکو مینہ کے پانی کا بہاؤ
بند کر دیتا نہ میں سب موریوں کے منہ اگر
کس طرح پانی سے بھر جاتا بھلا پھر سارا گھر
میری کشتی تم زرا دیکھو تو اک چکّر میں ہے
گو کہ دریا میں ہے لیکن پھر بھی گھر کے گھر میں ہے
مچھلیاں اس واسطے آنگن کے دریا میں نہیں
ڈر کے میری ناؤ سے ساری کی ساری چھپ گئیں

اچھی امّاں اب مجھے دریا میں جانے دو زرا
اپنی کشتی کو مجھے خود ہی چلانے دو زرا
جا رہا ہونگا میں جب کشتی سنبھالے دیکھنا!
تم کہو گی میرے ننھے ناؤ والے دیکھنا
مَیں کہوں گا میری امّاں! کس طرح دیکھوں اُدھر
کیا کرونگا ناؤ رستے سے بھٹک جائے اگر
دھیان بٹ جائے تو کشتی ڈوب جائیگی ضرور
بیٹھ کر کس چیز میں پھر جاؤنگا میں دور دُور

اچھی امّاں اب مجھے دریا میں جانے دو زرا
اپنی کشتی کو مجھے خود ہی چلانے دو زرا
دیکھ لینا تم کہ اس دریا میں ڈوبونگا نہ مَیں
اچھی امّاں دیر تک پانی میں کھیلوں گا نہ مَیں

(از پیام روح)

بے نظیر کتابیں

(خاص بچوں کے لئے)

الف' بے' کا کھلونا یہ چھوٹے چھوٹے نونہال بچوں کے لئے پیاری کتاب ہے۔ حروف تہجّی اس طرح سکھایا ہے کہ بچے بھول ہی نہیں سکتے۔ ہر حرف کے لئے ایک رنگین تصویر اور ایک شعر۔ مثلاً ٹ ٹے سے ٹٹو چھوٹا گھوڑا۔ چلے بہت اور کھائے تھوڑا۔ زبر۔زیر اور پیش بھی بخوبی سمجھایا ہے ہر صفحہ کی چھپائی رنگین اور کل ۳۲ عکسی تصاویر ہیں۔ اگر آپ کے یہاں دو چار بچے ہوں تو کئی جلدیں منگائیے ورنہ آپس میں سخت جھگڑا ہوگا۔ قیمت صرف ۴ر مجلد

کھیل تماشہ نثر اور نظم میں چٹکلے اور حکایتیں مختصر پیرایہ میں خاص بچوں کی زبان میں لکھی گئی ہیں بچوں میں پڑھنے کا شوق خود بخود پیدا کرنے کے لئے یہ کتاب بے نظیر ثابت ہوئی ہے۔ رنگین تصاویر کے ذریعہ بالکل اچھوتے خیالات بچوں کے مفید مطلب اور اُن کے مذاق کے موافق درج ہیں۔ پہلی کتاب پڑھنے والا بچہ بھی اسے پڑھ سکتا ہے کوئی لڑکا یا لڑکی ایسی نہ ملے گی جسکے ہاتھ میں یہ کتاب دیکر پھر آپ لے لیں۔ قیمت صرف ۳ر

انوکھی کہانیاں کہانیوں کی یہ کتاب بہت دل پسند ہوئی ہے۔ گیارہ نہایت دلچسپ کہانیاں آسان زبان میں لکھی گئی ہیں۔ ہر کہانی تصویر کے ساتھ ہے۔ ہر صفحہ کے بعد یہی جی چاہتا ہے کہ اور پڑھ لیں، تھوڑا اور پڑھ لیں۔ نہایت عمدہ عمدہ نصیحت آمیز باتیں درج ہیں۔ اردو زبان میں اس قسم کی شاید ہی کوئی کتاب ہو۔ کتاب کو دیکھ کر لڑکے اور لڑکیاں مچل جاتی ہیں۔ کور (سرورق) پر سہ رنگی تصویر ہے قیمت صرف ۴ر

ملنے کا پتہ۔ منیجر (بکڈپو) انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

سب سے بہتر کیا ہے؟

عمارتوں میں سب سے بہتر:- تاج محل۔ آگرہ

پہاڑوں میں سب سے بہتر:- کشمیر

سواری میں سب سے بہتر:- گھوڑا

دریاؤں میں سب سے بہتر:- گنگا

شہروں میں سب سے بہتر:- بمبئی

ریاستوں میں سب سے بہتر:- حیدر آباد

غذاؤں میں سب سے بہتر:- دودھ

موٹروں میں سب سے بہتر:- رولز رائس

بچوں کے رسالوں میں سب سے بہتر:- "بچوں کی دنیا"

ہندوستانی پریسوں میں سب سے بہتر:- انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

جہاں ہندی - اُردو اور انگریزی کی اعلیٰ درجہ کی چھپائی ہوتی ہے۔ اسکول
کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ ہے اور جہاں سے رسالہ سرسوتی، مہا بھارت
بال سکھا، ہندی میں اور "بچوں کی دنیا" اردو میں ہر ماہ شایع ہوتے ہیں

بچّوں کی دُنیا

ماہوار رسالہ

چندہ سالانہ عہ/

THE INDIAN PRESS LTD. ALLAHABAD

فہرست مضامین

مضمون	مضمون نگار	صفحہ
دُعا (نظم)	انور خان طالب علم	
پہلے آپ	یوسف بن باقر - الہ آباد	
اخباروں کا نگر دادا یا کاغذ کا دیو	عبد الرحمٰن محمد یوسف	
دوسروں کو بُرا نہ کہو	رنجیت	
مشین ہے یا آدمی ؟	اودھ بہاری لعل، بی- اے-	
اہل کمال کی قدر	یوسف بن باقر	
ہم کیوں نہ علم سیکھیں (نظم)	سراج دین - بٹالہ	
صفائی (نظم)	ماخذ	
میری سیکل (نظم)	شاہ نور خان	
دانتوں کی صفائی	اختر یونس خان - لکھنؤ	
ایک بچے کی دعا (نظم)	عبد الرحمن - ساگر	
میرا پہلا سفر	عثمان از کٹنی	
پنڈت جی	ونود شرما - از بال سکھا ہندی	
محبت	کرپا شنکر غازیپوری	
کہانی 'صداقت کی دیوی'	ایڈیٹر	
سہیلی		
ولایتی دولہا اور دولہن	ترجمہ از ہندی	
لوری (نظم)	از 'پیام روح' (حامد اللہ افسر میرٹھی)	
لڑکی اور اُس کی خوش قسمتی	ایس دیوی پانڈے طالب علم -	
اچھی باتوں کا باغیچہ		
تین ہی رہے (نظم)	سائیں داس تلوار 'بیدل'-پنجاب	
بچوں کا کمرہ		
دُنیا کا سب سے بڑا خاندان	ایڈیٹر	
بھول بھلیاں	"	
ہماری ڈاک		
بے نظیر کتابیں (اشتہارات)		
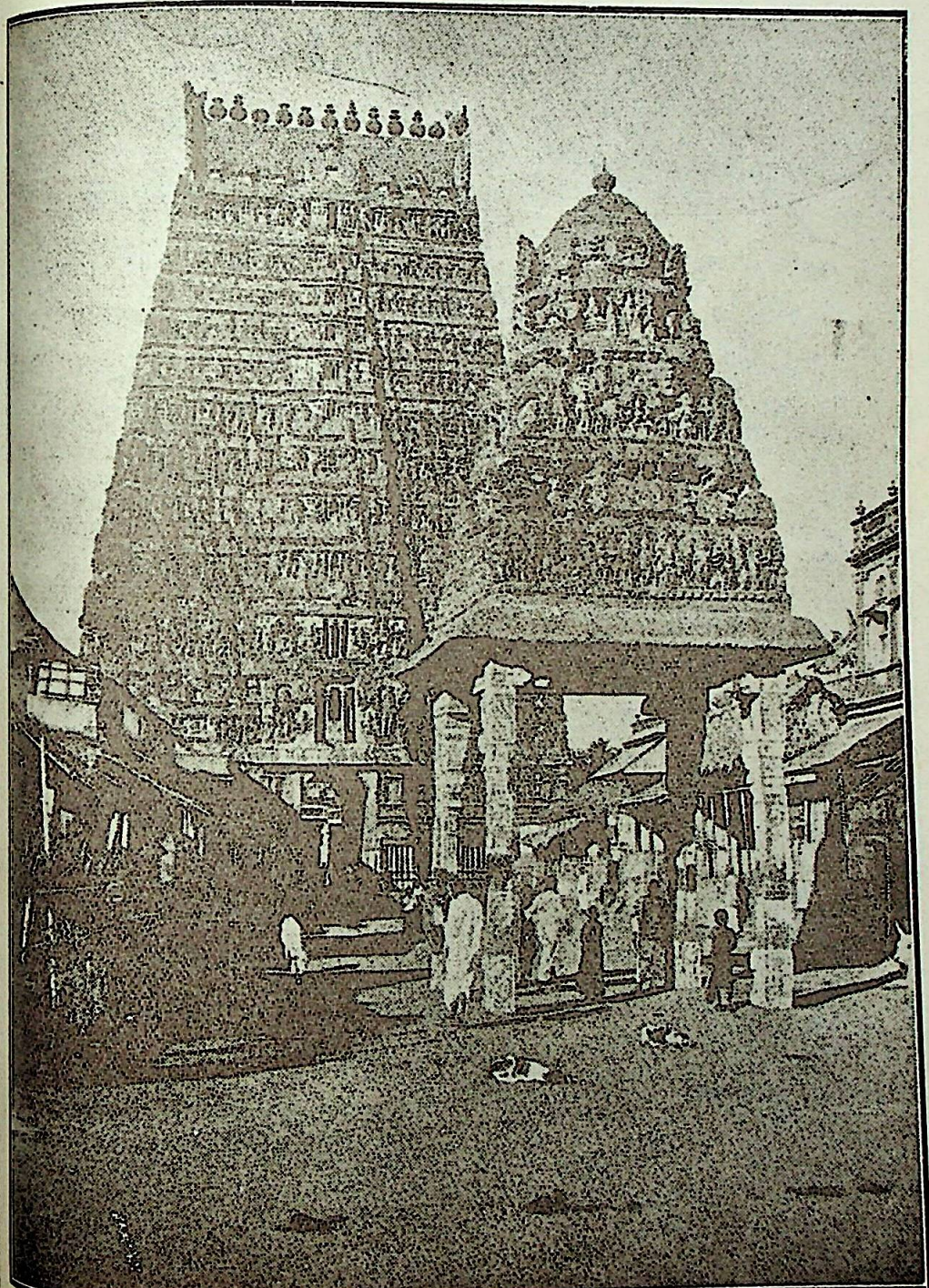
کمبھہ کونم کا بشنو مندر اور اسکا عظیم الشان دروازہ

جلد ۱ | فروری ۱۹۳۱ء | نمبر ۲

دُعا

اے زمین آسمان کے مالک — بلکہ دونوں جہان کے مالک
جو ہے وہ ہے اُمیدوار ترا — ہے ہر اک دل پہ اختیار ترا
ہم کو توفیق نیک کام کی دے — جس میں کوئی ہمیں بُرا نہ کہے
ہم میں یہ اتحاد پیدا ہو — جو ہو، اپنے وطن پہ شیدا ہو

جو ہو، وہ دوسرے پہ قرباں ہو
اس میں ہندو ہو، یا مسلماں ہو

(انور خاں طالب علم)

'پہلے آپ'

کھیل تماشہ میں یکہ یا تانگے پر۔ پیدل چلنے میں۔ غرض کہ قریب قریب ہر
موقع پر جہاں دو چار شریف لڑکے۔ لڑکیاں۔ نوجوان اور بوڑھے لوگ ساتھ
ہوتے ہیں کسی چیز کو قبول کرنے اور اکثر کام کو شروع کرتے کے۔
ایک دوسرے سے کہتے ہیں 'قبلہ پہلے آپ'۔ دوسرا کہتا ہے۔
قبلہ پہلے آپ۔ تیسرا اجی واللہ پہلے آپ۔ واہ حضرت یہ خوب رہی
اجی پہلے آپ'— اور گاہے بگاہے لوگ اس کا مذاق بھی اڑا
ہیں— آپ آپ میں گاڑی چھوٹ جائیگی۔

عزیزو۔ 'پہلے آپ' کے بہت سے واقعات تم کو معلوم ہوتے رہے
زرا غور کرو۔ جی لگاؤ۔ آؤ دیکھو کہ 'پہلے آپ' اور بھی کچھ حقیقت رکھتی
ہے یا صرف ایک تکلّف کا ہی لفظ رہ گیا ہے۔ اگر کوئی شخص محض
تکلّف سے کہتا ہے تو اُس سے بڑا مکّار کوئی نہیں۔ البتّہ اگر صدق دل
سے کہتا ہے تو قابل عزّت ہے۔ اچھّا آؤ۔ ہم بتائیں 'پہلے آپ' کا
مفہوم کیا ہے۔

تقریباً پچاس برس گذرے ہونگے۔ امریکہ میں لڑائی چھڑی تھی۔
ایک جنگی جہاز کا کپتان تھا۔ اُس نے اپنا چھوٹا سا، چاروں طرف

جہاز دُشمن کے جہازوں سے بھڑا رکھتا تھا۔ گولے چل رہے تھے۔ لیکن دُشمن کے ایک تارپیڈو نے آکر اُس کے جہاز کو ایسا ٹکّر مارا کہ وہ کروٹ ہوگیا اور اب ڈوبا اور تب ڈوبا۔ یہ حالت ہوگئی۔ ناخدا اور کپتان صرف دو آدمی اُس میں تھے۔ دونوں کے جان کے لالے پڑ گئے۔ دونوں بھاگ کر عین وقت پر ایک سُوراخ کے پاس ایکساتھ پہنچے۔ صرف چند لمحے جہاز کے ڈوبنے میں باقی تھے۔ اور ایک ہی شخص سوراخ سے کود کر بچ سکتا تھا' دوسرے کی موت یقینی تھی۔

کپتانی فخر سے کریون نے اپنے ساتھی سے کہا "پہلے آپ" اور ناخدا سمندر میں کود کر بہت تیزی کے ساتھ تیرنے لگا۔ اور بہادر کریون ہمیشہ کے لئے جہاز کے ساتھ سمندر کی تہ میں سو رہا۔ (مرگیا)

زرا سوچو کہ "پہلے آپ" کا یہ موقع کیسا تھا۔ جان پر بنی ہوئی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کپتان نے "پہلے آپ" سچے دِل سے کہا تھا اور دوسرے کے لئے اپنی پیاری جان دیدی۔

یہ صرف شیر دِل اور بہادر لوگوں کا ہی دِل گردہ ہے کہ ایسے نازک موقع پر بھی وہ "پہلے آپ" کو دل سے کہتے ہیں اور جو زبان سے کہہ دیتے ہیں وہی کر گزرتے ہیں۔ "سچ ہے جوانمردوں کی بات اُن کے سر کے ساتھ ہے"۔

(یوسف بن باقر۔ الہ آباد)

اخباروں کا نگڑدادا
یا
کاغذ کا دیو

آج کل ساری دُنیا میں اخبار ہی کے ذریعہ سے خبریں پھیلتی ہیں۔ اسی طرح طرح کی نئی نئی باتیں روزانہ لوگوں کو معلوم ہوتی رہتی ہیں۔ جو لوگ اخبار نہیں پڑھتے اُن کو دُنیا کا کچھ بھی حال نہیں معلوم ہوتا۔ وہ کسی سے کوئی خبر سنتے ہیں تو اُن کو بہت تعجّب ہوتا ہے۔

اخبار کی بہت سی قسمیں ہیں۔ کوئی کتاب کی صورت میں نکلتا ہے۔ کوئی پلندہ سا ہوتا ہے۔ کوئی دو چار بڑے بڑے ورقوں کا۔ اُردو میں بھی بہت سے اخبار اور رسالے نکلتے ہیں اور انگریزی میں تو دُنیا بھر زیادہ اخبار اور رسالے ہیں۔ رسالے سالانہ۔ سہ ماہی اور ماہوار اور بعض پندرہ روزہ اور بعض ہفتہ وار بھی ہوتے ہیں۔ اخبار اکثر روزانہ ہیں۔ کچھ پندرہ روزہ اور ہفتہ وار بھی ہوتے ہیں۔ ساری دُنیا میں کتنے اور رسالے روزانہ یا ہفتہ وار نکلتے ہیں اِس کا حساب لگانا تو درکنار اندازہ بھی سخت مشکل ہے۔ اس لئے کہ ہر قوم اور ملک ترقّی کر رہا ہے۔ اور اخبار قوم اور ملک کی ترقّی میں بہت زیادہ مدد دیتا ہے۔

شاید تم کو یہ نہ معلوم ہو کہ شہر کے لڑکے گاؤں والوں سے، انگریزوں کے بچے ہندوستانیوں سے اور مرد، عورتوں سے کیوں زیادہ معلومات رکھتے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ خود اخباروں کو پڑھتے ہیں یا سنتے ہیں اور اُن کو طرح طرح کی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ جن لوگوں کو اخبار دیکھنے کا موقع نہیں ملتا وہ تیلی کے بیل کی طرح جہاں رہتے ہیں بس وہیں کا حال جانتے ہیں۔ انگریزی میں اس قدر زیادہ اخبار صرف بچوں کے ہیں کہ اُن کا شمار سیکڑوں سے زیادہ ہے۔ اور ہر گھر میں کوئی نہ کوئی اخبار پڑھا جاتا ہے۔ آج ہم تم کو انگریزی کے ایک سب سے بڑے اخبار کا حال بتاتے ہیں جس کو تم ضرور "اخباروں کا نگڑ دادا" کہو گے۔ کیونکہ وہ ایسا ہی ہے۔

"برطانیہ کے اخبارات میں اسوقت سب سے زیادہ مقبول ہفتہ وار "نیوز آف دی ورلڈ" "اخبارِ دُنیا" ہے۔ جس کی ہر دلعزیزی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ہر ہفتہ اُس کے تیس لاکھ سے زائد پرچے فروخت ہوتے ہیں۔ گویا برطانیہ کا بچہ بچہ اُس کے مضامین پر ٹوٹ پڑا ہوا جاتا ہے۔ اور برطانیہ کا ایک ایک گھرانہ اُس کے انتظار میں رہتا ہے۔

اس پرچہ کی چھپائی ایک پریس (چھاپہ خانہ) کا کام نہیں۔ دو چار کا بھی نہیں۔ پورے ۶۶ پریس (جن میں سے ہر ایک پورے ۲۴، ۲۰ صفحہ کا اخبار چھاپ سکتا ہے)، اس کی چھپائی میں ایک دم سے لگ جاتے ہیں۔

جب جاکر یہ تیار ہو پاتا ہے۔ اور ہر گھنٹہ اس کی ایک لاکھ کا پیاں تیار
ہوتی رہتی ہیں۔ (غور کرو ایک انگریزی پریس میں کتنے آدمی کام کرتے
اور ۶۶ میں ہے۔۔۔۔۔)

اس کی چھپائی میں روشنائی کتنی اُٹھتی ہے؟ سیروں کا حساب چھوڑو
من دو من کے حساب کو بھی ہٹائیے۔ ایک ایک اشاعت (ایک ہفتہ
کل اخباروں کی چھپائی) کے لئے پورے دس ٹن (قریب ۲۹۰ من
روشنائی کے درکار ہوتے ہیں (ایک رتی سیاہی کتنی ہوئی۔ تمہاری
دوات میں کتنی سیاہی ہے۔ ۲۹۰ من میں کتنی سیاہی ہوئی) اور ہر
کے کل پرچے اگر لمبان میں زمین پر بچھائے جائیں تو میل دو میل
سو، پچاس میل بھی نہیں، پورے ۱۲ ہزار میل کی جگہ گھیر لیں! (ذرا سوچو
ایک گز۔ ایک میل سو میل۔ ہزار میل۔ ۱۲ ہزار میل کتنا ہوا؟)

آپ کہیں گے کہ کاغذ کا یہ انبار عظیم آخر ہر ہفتہ آتا کہاں سے ہے
اور کونسی مل (کارخانہ جہاں کاغذ بنتا ہے) یہ مہیب ذخیرہ بہم پہنچا دیتی ہے
اس کا جواب یہ ہے کہ ہر ہفتہ جنگل کے جنگل اس غرض کے لئے صاف
ہوتے رہتے ہیں۔ یعنی دو چار درخت نہیں سو پچاس درخت نہیں، ساڑھے سات
درخت ہر ہفتے یا تین لاکھ ۹۰ ہزار درخت (ذرا سے بھی سوچو۔ ... ایک جنگل میں

درخت۔ جنگل کتنا بڑا۔ کتنے ہوے) ہر سال اس دیو کی غذا کی نذر ہوتے رہتے ہیں۔

سارے سوالات کے جواب آپ کو مل گئے۔ اور ایسے ملے جو کبھی آپ کے ذہن میں آئے بھی نہ ہوں گے۔ لیکن بد قسمتی سے اگر آپ کا ذہن اس قسم کے سوالات شروع کردے، کہ اب تک اس "اخباروں کے نگڑدا دا" سے دنیا کو فائدہ کیا ہوا یا کیا نقصان پہنچا۔ تو اس کا ہم مجبوراً یہی جواب دیں گے کہ خدا آپ کے علم و ہنر اور عمر میں ترقی بخشے جب آپ ہوشیار ہوں گے تو یہ ساری باتیں آپ کو معلوم ہوں گی۔

(عبدالرحمٰن محمد یوسف)

دوسروں کو برا نہ کہو

موہن۔ "کیوں ظفر کیا کہتے ہو؟"

ظفر۔ "میں تم سے نہیں بولنا چاہتا"

موہن۔ "کیوں؟"

ظفر۔ "تم برے لڑکے ہو"

موہن۔ "تو کیا جناب بالکل کورے ہیں۔ آپ میں کوئی عیب ہی نہیں؟"

ظفر۔ "ایں! شاید ہو، عیب تو کچھ نہ کچھ سب میں ہوتا ہے۔ بے عیب تو خدا کی ذات ہے"

(پھر کچھ سوچ کر) اچھا موہن! مجھے معاف کرو۔ جب تک مجھے یہ یقین نہ ہولے کہ میں بالکل بے عیب ہوں، تو دوسرے کو برا کیسے کہہ سکتا ہوں۔

(رنجیت)

مشین ہے یا آدمی

مُلک امریکہ کے شہر نیویارک میں ایک مصنوعی آدمی بنایا گیا ہے۔ اُس سے اگر کہو "لیمپ جلاؤ" تو وہ جھٹ لیمپ جلا دیتا ہے۔ اگر کہو "پنکھا چلاؤ" تو وہ پنکھا چلانے لگ
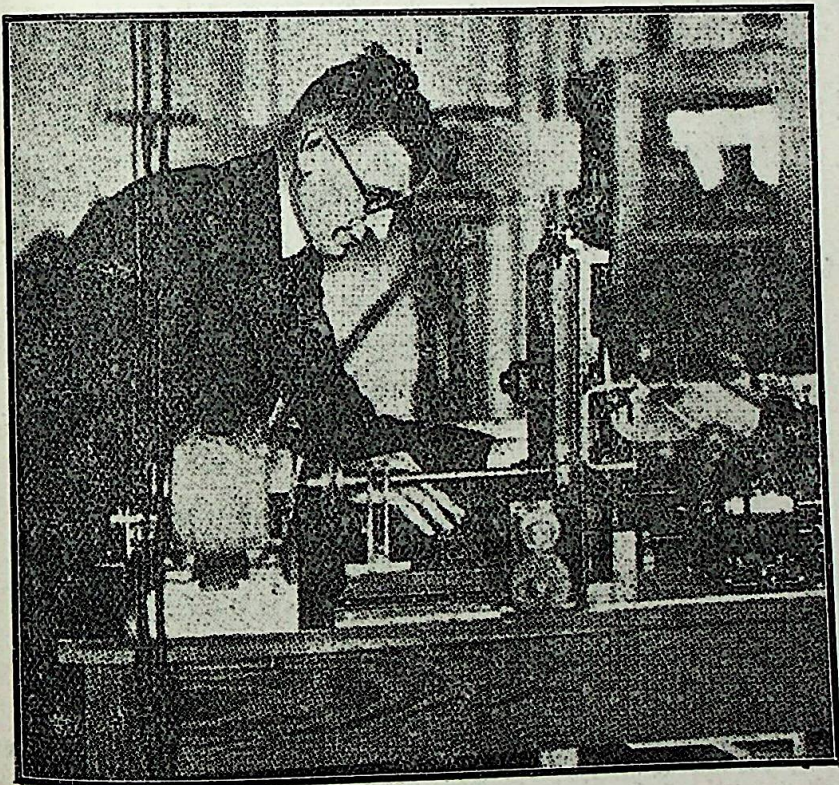
اسی طرح وہ بہت سے دیگر کام انجام دیتا ہے۔

اب ایک دوسری مشین کا حال سنو۔ جرمنی کے ایک کاریگر نے ایک ایسی مشین بنائی ہے جو محض ایک بٹن دبانے سے طرح طرح کے گانے سناتی ہے۔ گراموفون کی طرح اُس میں کچھ بکھیڑا نہیں ہے۔ اُسے ہم گراموفوں کی ماں کہہ سکتے ہیں۔
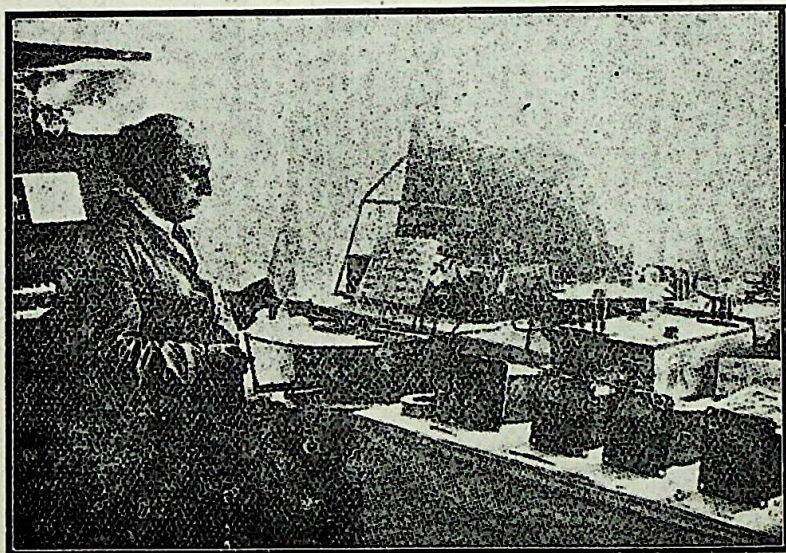
ایک اور دانشمند حکیم نے ایک ایسی مشین بنائی ہے جو سوچتی۔ سمجھتی اور مشکل سے مشکل حساب کے سوال لگا کر صحیح جواب بتا دیتی ہے۔ وہ ایسے حساب کے سوالات بھی لگا دیتی ہے جن کو حل کرنے میں بچوں کو کون کہے بڑے لوگ بھی غلطی کر بیٹھتے ہیں۔

دیکھو بے جان چیز ہو کر یہ مشین سوال حل کرتی ہے۔
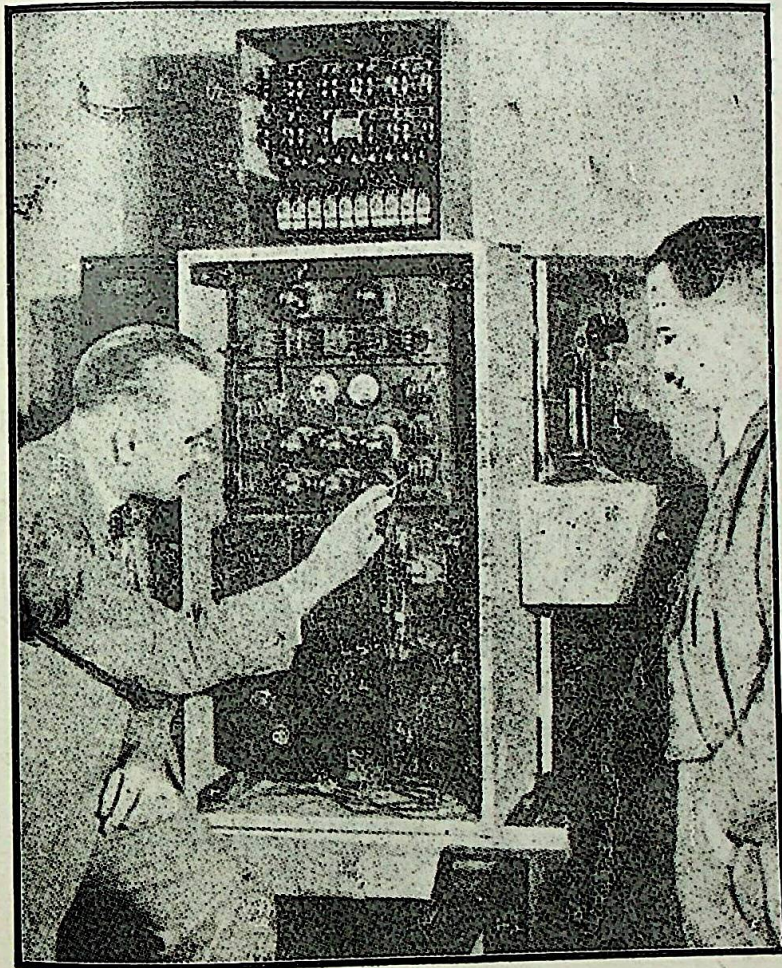
بمبئی میں بھی ایسی مشینیں آگئی ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ یہ سب مشینیں جلد ہی تم
کمروں میں نظر آئیں لیکن اگر تم اس سے پہلے ان کو دیکھنا چاہو تو ان تصاویر کو بغور

(اودھ بہاری لال بی۔ اے)

اہل کمال کی قدر

ہمارے ملک میں لڑکوں اور لڑکیوں میں کھیل کود کا شوق بہت کم ہے۔ جو لوگ کھیل کود میں زیادہ لگے رہتے ہیں، وہ گھر کے فالتو سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن یورپ میں ہاکی اور فٹ بال کا کھیل بھی ایک طرح کا روزگار ہے۔ وہاں کھلاڑیوں کی بہت سی جماعتیں ہیں۔ جو نامی گرامی کھلاڑیوں کو کافی روپیہ دے کر اپنی اپنی طرف کھینچتی ہیں۔

اسکاٹ لینڈ میں آلیک جیکسن نام ایک صاحب کمال ہاکی اور فٹ بال کا بہت تیز کھلاڑی ہے۔ وہ کسی جماعت میں شریک ہونے کے لئے پندرہ ۱۵ ہزار پونڈ یعنی قریباً دو لاکھ پچیس ۲۵ ہزار روپیہ مانگتا ہے۔ اس سے تم اندازہ کر سکتے ہو کہ وہاں اہل کمال کی کتنی قدر و منزلت ہوتی ہے۔ ہمارے ملک کے بڑی بڑی تنخواہ پانے والے افسر بھی سال بھر میں اتنا نہیں کما سکتے جس قدر کہ وہاں کا ایک صاحب کمال کھلاڑی اپنے کھیل کی بدولت ایک دن میں پا جاتا ہے۔ ؎

کوئی شے ہو یا زراعت یا تجارت یا کہ علم — چاہئے انسان کو پیدا کرے اس میں کمال
کاملوں کی عمر بڑھ جاتی ہے خود کر لو حساب — باہنر کا ایک دن اور بے ہنر کا ایک سال

پس اے مادر ہند کے نونہالو! تم بھی کمال حاصل کرنے کے لئے مرنے سے پہلے مر مٹو۔

تمہارا دوست
یوسف بن باقر۔ الہ آباد۔

ہم کیوں نہ علم سیکھیں

کرتا ہے عالموں کی ہر ایک شخص عزّت
دنیا میں علم ہی سے ملتی ہے سب کو دولت

ہم کیوں نہ علم سیکھیں ہم کیوں نہ علم سیکھیں

وقت عزیز اپنا کیوں کھیل میں گنوائیں
انسان ہو کے ہم کیوں پڑھنے سے جی چرائیں

ہم کیوں نہ علم سیکھیں۔ ہم کیوں نہ علم سیکھیں

ابّا ہیں علم ہی سے دوسو روپئے کے نوکر
دادا بھی علم ہی سے اب ہو گئے کلکٹر

ہم کیوں نہ علم سیکھیں۔ ہم کیوں نہ علم سیکھیں

اس علم سے معزّز ہر صاحب ہنر ہے
انجینیر ہے کوئی اور کوئی ڈاکٹر ہے

ہم کیوں نہ علم سیکھیں ہم کیوں نہ علم سیکھیں

دنیا میں جی لگا کر جن لوگوں نے پڑھا ہے
کوئی ہے لاٹ صاحب اور کوئی وائسرائے

ہم کیوں نہ علم سیکھیں ہم کیوں نہ علم سیکھیں

لکھی گئیں کتابیں سب علم کی بدولت
دنیا میں جس کو پڑھ کر پاتے ہیں لوگ عزت

ہم کیوں نہ علم سیکھیں۔ ہم کیوں نہ علم سیکھیں

دنیا میں جو ہے جاہل کچھ جانتا نہیں ہے اللہ کو بھی اپنے پہچانتا نہیں ہے

ہم کیوں نہ علم سیکھیں۔ ہم کیوں نہ علم سیکھیں

چلتے ہیں زندگی میں دنیا کے کام اس سے مرنے کے بعد بھی تو رہتا ہے نام اس سے

ہم کیوں نہ علم سیکھیں۔ ہم کیوں نہ علم سیکھیں

(سراج دین۔ بٹالہ)

ہم کیوں نہ علم سیکھیں

دنیا میں علم ہی سے ملتی ہے سب کو دولت   کرتا ہے عالموں کی ہر ایک شخص عزت

ہم کیوں نہ علم سیکھیں ہم کیوں نہ علم سیکھیں

انسان ہو کے ہم کیوں پڑھنے سے جی چرائیں   وقت عزیز اپنا کیوں کھیل میں گنوائیں

ہم کیوں نہ علم سیکھیں ہم کیوں نہ علم سیکھیں

دادا بھی علم ہی سے اب ہو گئے کل   ابا ہیں علم ہی سے دو سو روپئے کے نوکر

ہم کیوں نہ علم سیکھیں ہم کیوں نہ علم سیکھیں

انجینیر ہے کوئی اور کوئی ڈاکٹر   اس علم سے معزز ہر صاحب ہنر ہے

ہم کیوں نہ علم سیکھیں ہم کیوں نہ علم سیکھیں

کوئی ہے لاٹ صاحب اور کوئی وال   دنیا میں جی لگا کر جن لوگوں نے پڑھا ہے

ہم کیوں نہ علم سیکھیں ہم کیوں نہ علم سیکھیں

دنیا میں جس کو پڑھ کر پاتے ہیں لوگ عز   لکھی گئیں کتابیں سب علم کی بدولت

ہم کیوں نہ علم سیکھیں ہم کیونہ علم سیکھیں

دُنیا میں جو ہے جاہل کچھ جانتا نہیں ہے　　اللہ کو بھی اپنے پہچانتا نہیں ہے

ہم کیوں نہ علم سیکھیں۔ ہم کیوں نہ علم سیکھیں

چلتے ہیں زندگی میں دُنیا کے کام اس سے　　مرنے کے بعد بھی تو رہتا ہے نام اس سے

ہم کیوں نہ علم سیکھیں۔ ہم کیوں نہ علم سیکھیں

(سراج دین۔ بٹالہ)

صفائی

ہر بزم میں توقیر دلاتی ہے صفائی بھاتی ہے ہر اک دل کو صفائی مرے بھائی
میلا ہے اگر جسم تو دل صاف نہ ہوگا ظاہر کی صفائی سے ہے باطن کی صفائی

کپڑے جو ہیں نا صاف تو ہے جسم بھی میلا تم جانتے ہو میل میں ہے کتنی برائی
گر صاف رہیں ظاہر و باطن تو مزا ہے ہے دونوں جہاں کی بھی اسی میں تو بھلائی
جو میلے کچیلے ہیں وہ خوش رہ نہیں سکتے دل میں نہ کبھی اُنکے ذرا خرمی آئی

بزم - محفل - توقیر - عزت - باطن - چھپی ہوئی -

مہر و مہ و انجم کی طرف آنکھ اُٹھاؤ! قدرت نے ہر اک چیز ہے کیا صاف بنائی
گر صاف ہیں انہار تو شفاف ہیں چشمے آئینہ بھی پانی ہو اگر دیکھے صفائی
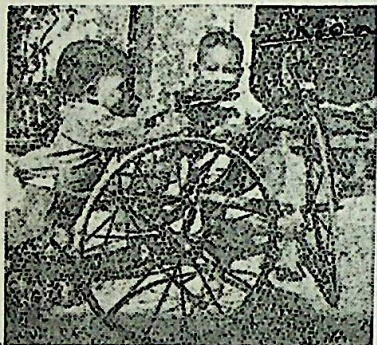
میری سیکل

تم جانتے ہو کیا ہے، چھوٹی سی میری سیکل
تیزی میں بادپا ہے، چھوٹی سی میری سیکل

قوت اسی سے آتی، ہے میرے دست و پا میں
صحت کی رہنما ہے، چھوٹی سی میری سیکل

گھوڑا جو ساتھ اس کے، دوڑے تو ہار جائے
رفتار میں ہوا ہے، چھوٹی سی میری سیکل

جاتا ہوں دو منٹ میں، اسکول اپنے گھر سے
موٹر سے بھی سوا ہے، چھوٹی سی میری سیکل

کاری گری تو بیشک، انسان کی ہے لیکن
اک قدرت خدا ہے، چھوٹی سی میری سیکل

(شاہ نور خاں کانپ)

مہر۔ سورج۔ مہ۔ چاند۔ انجم۔ ستارے۔ انہار۔ نہریں۔

دانتوں کی صفائی

(۱) دانتوں میں کیڑا لگنے یا مسوڑھوں میں پیپ پڑ جانے سے بدہضمی پیدا ہو
پیپ کے خون میں جذب ہونے سے اور بڑے بڑے مرض ہو جاتے ہیں۔

(۲) دانتوں میں کیڑا لگنے اور پیپ پڑنے کا بڑا سبب شکر دار چیزوں
کھانا اور دانتوں کو صاف نہ رکھنا ہے۔

(۳) پھل کھانے سے دانتوں کی ورزش ہوتی ہے۔ اور دانت صاف
ہیں اور اُن میں کیڑا نہیں لگتا۔

(۴) کھانے کے بعد دانتوں کے بیچ سے غذا کے ٹکڑے نکال کر اچھی طرح
کُلّی کرنا چاہئے۔

(۵) صبح کو داتون (مسواک) منجن یا برش سے دانت صاف کرنا چاہئے۔

(۶) جن کے دانت خراب ہوں اُن کو سوتے وقت اور کھانا کھانے کے بعد منجن لگا
یا برش کرنا چاہئے۔

(۷) گرم چیز کھانے یا پینے کے بعد ٹھنڈا پانی یا اور کوئی ٹھنڈی چیز استعمال
نہ کرنا چاہئے۔

(۸) پان تمباکو سے جہاں تک ہو سکے پرہیز کرنا چاہیے۔ اور خصوص
سوتے وقت پان تمباکو حتیٰ کہ الائچی تک منھ میں نہ ہونا چاہئے ورنہ

پیپ پڑ جانے کا اندیشہ ہے۔

(۹) منجن کا باریک ہونا لازمی ہے ورنہ کچھ عرصہ تک استعمال کرنے کے بعد دانت بالکل خراب و بے رونق ہو جائیں گے۔

(۱۰) بالو یا ریت و چونے وغیرہ سے دانت نہ ملنا چاہئے۔

(اختر یونس خان از لکھنؤ)

ایک بچّے کی دُعا

یارب یہ التجا ہے علم و ہنر سکھا دے
ہو جس سے علم حاصل وہ دل میں لو لگا دے

نادان ہوں سراپا کچھ جانتا نہیں ہوں
جو راستہ ہو سیدھا مجھکو وہی بتا دے

سب بھائیوں سے ملکر سیکھوں میں کام کرنا
دل سے نفاق کا تو نام و نشاں مٹا دے

پرہیز جھوٹ سے ہو نفرت غرور سے ہو
سچ بولنے کا عادی یارب مجھے بنا دے

کہنا بڑوں کا مانوں علم و ادب بھی سیکھوں
دُنیا میں نیک ہوں میں وہ گن مجھے سکھا دے

دل میں سمائے میرے پیارے وطن کی اُلفت
خدمت کروں میں اُس کی ایسا مجھے بنا دے

کیا اور تجھ سے مانگوں سب کچھ دیا ہے تو نے
خدمت کروں وطن کی بس اس کا حوصلا دے

(عبدالرحمٰن۔ سلاگ۔)

میرا پہلا سفر

(جناب اڈیٹر صاحب - تسلیم - اگر آپ مناسب خیال فرمائیں تو اپنے بچوں کی دنیا میں چھاپ دیجئے)

میرے دادا سوداگری کا پیشہ کرتے تھے۔ میرے والد نے بھی اپنی عمر تجارت
گزاری۔ وہ شہروں اور دیہاتوں میں، سمندر کے جزیروں میں اور دشوار گزار
پر مال لے کر جاتے اور پندرہ سولہ دن میں گھر واپس آتے۔ میں اسکول میں
تو وہ اپنے سفروں کا حال بتایا کرتے تھے۔ مثلاً ایک دفعہ طوفان آیا۔ کشتی اُلٹ گئی
ایک مقام پر ٹھگ ملے۔ ایک عورت نے کھانا کم کھلایا۔ ایک قمار باز نے پھان
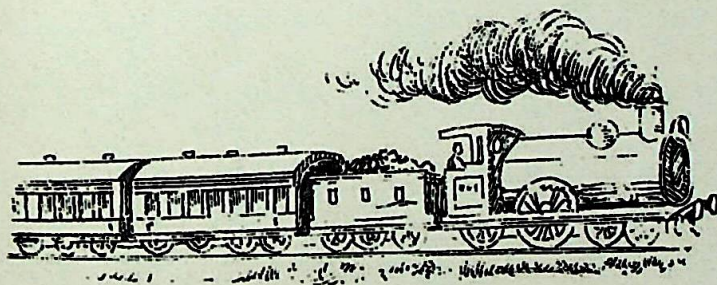
ایک بیل اُن کو گھسیٹ لے گیا۔ ایک ہرا سانپ اُنھوں نے مارا۔ رنگین مچھلیاں
کھائیں وغیرہ وغیرہ مختلف واقعات وہ موقع بموقع سناتے رہتے اور نوکری کو
بہت بُرا کہتے۔ اُن کا قول تھا کہ نوکری میں آدمی اپنے کو بیچ ڈالتا ہے۔ مہینہ بھر
جان توڑ کر محنت کی، تو پچاس روپیہ دکھائی پڑا۔ بیوپار میں خدا نے دیا
ایک سودے میں پچاس کیا سو بھی ملجاتے ہیں۔

غرضیکہ اُن کی باتوں سے سفر کا شوق۔ جنگل۔ پہاڑ۔ جھرنا۔ جھیل۔ اور جنگلی جانوروں اور بڑے شہروں کے دیکھنے کا مجھے ایک بھوت سا سوار ہوگیا۔ ایک دن کچھ روپئے جیب میں رکھ۔ معمولی کپڑے پہن اور ایک کمبل ایک تولیہ میں چھپا، میں بغیر کہے سنے چلدیا! اسٹیشن پر پہنچ کر میں نے دو کارڈ، ایک اپنے ماں کے نام۔ دوسرا ایک دوست کے نام لکھ کر ڈالدیا، کہ فکر نہ کرنا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

جسوقت میں گاڑی میں سوار ہوا، میرا دل گھبرانے لگا سوچنے لگا کہ ابھی تھوڑی دیر میں یہ میرے شہر کے درو دیوار غایب ہو جائیں گے۔ دو تین میل جب گاڑی نکل گئی تو پہاڑیاں نظر آئیں۔ میں اُن کو دیکھ کر خوش ہوا۔ پھر طبیعت گھبرانے لگی۔ جی چاہا کہ چلتی گاڑی میں کھڑکی سے کود پڑوں۔ پھر ایک بہت لمبا چوڑا تالاب ہرے ہرے دھان کے کھیتوں کے بیچ میں نظر پڑا۔ جس میں بطیں۔ مرغابیاں۔ سرخاب بہت دور پر تیرتے دکھائی دئے۔ میں اُن کو بہت دلچسپی سے دیکھتا رہا۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد میرا دم پھر گھر والوں کے خیال سے گھٹنے لگا۔ کبھی سوچتا ماں بہت روئیں گی۔ آج تو خیر کٹ جائے گا۔ کل جب خط ملے گا تو دانہ پانی حرام ہو جائے گا۔ ابا میاں تو خیر کہا ہی کرتے ہیں کہ آدمی بغیر اندر باہر نکلنے ہوشیار نہیں ہوتا۔ مگر وہ بھی حیران ہوں گے۔

خیر صاحب۔ اسی غور و فکر میں ریل بہت دور نکل گئی۔ مجھے کنکریلی۔ پتھریلی زمین۔ لمبے چوڑے میدان۔ پہاڑوں کی چٹانیں اور گھنے جنگل

نظر آنے لگے۔ یہ باتیں میں نے اسکول میں پڑھی تھیں مگر آنکھ سے دیکھ لینا اور ہی بات ہے۔ میں اپنی اُس وقت کی خوشی جو سچ سے ملی تھی جلد بھول گیا۔ ہاں میں نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ میں کہاں سے کہاں کو جا رہا تھا۔ اچھا سُنئے۔ میں الہ آباد سے جبلپور کو گیا تھا۔ وہاں میرے چچا تھے۔ ستنا کے اسٹیشن پر میں نے ایک کتاب ۲؍ میں خریدی، جس کا نام "جو مانگو" تھا۔ رائے صاحب گلاب سنگھ لاہور والوں کی تھی۔ اب کیا تھا "جو مانگو" کے خزانوں پر میری آنکھیں ایسی جمیں کہ انگل جنگل۔ دریا۔ پہاڑ۔ سب گزر گئے اور میں اُسی کو پڑھتا رہا یہاں تک کہ جبل پور جا پہونچا۔

(عثمان۔ از کٹنی)
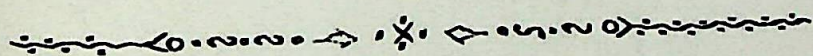
بہادر جنگ۔ پتاجی مجھے ۱۲؍ دیجئے۔

پتاجی۔ کیوں؟ کیا کرو گے؟

بہادر جنگ۔ یہ منی آڈر بھیجوں گا۔

پتاجی۔ (منی آڈر دیکھ کر) یہ تو صرف ۱۲؍ کا ہے؟

بہادر جنگ۔ اور ۲؍ آنے فیس، کے۔

۱۲؍ ہوئے۔

پتاجی۔ "بچوں کی دُنیا" کی وی۔ پی منگالی ہوتی؟

بہادر جنگ۔ وی۔ پی۔ میں ۲؍ زیادہ خرچ ہوتا ہے۔ کیا یہ فضول خرچی نہیں؟

پتاجی۔ شاباش تم نے فارم بھی ٹھیک لکھا ڈاک خانہ تک سیر بھی کر آؤ۔

پنڈت جی

ذرا پنڈت جی کو دیکھئے! ایک غریب چمار اُن کے پاس سے گزرا تو اُسے ڈانٹ رہے ہیں۔ کیوں بے۔ کم بخت۔ ابھی اشنان کیا ہے اور تو نے چھو تو نہیں لیا؟

مگر اس سے یہ نہ سمجھو کہ پنڈت جی چھُوا چھوت کے ڈھونگ ہیں

پکتے ہیں۔ وہی چمار دوبارہ بابو صاحب بن کر نکلتا ہے تو پنڈت جی کہتے ہیں
"آغاہ۔ بابو صاحب کو، آدابرس ہے (یعنی آداب عرض ہے) آج کدھر
چاند نکلا۔ جو ہجوُر اِدھر گھُوم پڑے"۔

پنڈت جی نے شاید نئی اصلاح مہاتما گاندھی کی نہیں سُنی کہ "بھنگی
چمار سب ہمارے بھائی ہیں"، ہم کو اُنھیں نیچ ذات یا اچھوت نہ
کہنا چاہئے"۔

(وتود شرما)

محبّت

محبّت کے برابر دُنیا میں کوئی چیز نہیں۔ جس کسی کے دل میں محبّت کا جذبہ نہیں ہوتا وہ دُنیا میں آرام سے نہیں رہ سکتا۔ ہم لوگ جتنے انساں ہیں۔ خواہ مرد ہوں یا عورت، لڑکے ہوں یا لڑکیاں۔ امیر ہوں یا غریب، شہری ہوں یا دیہاتی۔ ہندو ہوں یا مسلمان۔ عیسائی ہوں یا پارسی، سکھ ہوں یا جینی۔ غرضیکہ کل بنی آدم ایک دوسرے کے عضو یعنی بدن کے ٹکڑے ہیں۔ محبّت ہی سے دنیا قایم ہے۔ محبت ہی سے بڑے بڑے کام ہوتے ہیں۔ اگر تمہارے پاؤں میں کانٹا لگ جائے تو کیا تمہارا سارا جسم بے چین نہ ہوگا۔ ضرور تم فوراً جُھک کر یا بیٹھ کر نکالنے لگو گے۔ تو پھر اسی طرح سمجھو۔ جب ساری قوم کے لوگ بدن کے حصّوں کی طرح ہیں تو اگر کسی ایک حصّہ کو درد ہو مثلاً کسی عیسائی کے اوپر کوئی تکلیف آئے یا مسلمان مصیبت میں پھنس جائے۔ یا کوئی ہندو گاڑی کے نیچے دب جائے، بہرحال کوئی بھی انسان ہو تو کیا تم کو درد نہ ہوگا؟ ضرور ہوگا۔ تمہارا دِل اُس کی تکلیف دیکھ کر بھر آئیگا اور محبت اِنسانی تم کو اُسے آرام پہونچانے پر مجبور کرے گی۔

پس پیارے بچّو۔ دُنیا جب تمہاری ہے تو اُس کی سب مخلوق بھی تمہاری ہے۔ اُن کے آرام سے آرام اور اُن کی تکلیف سے تکلیف سمجھو۔ اور اپنی دُنیا کے ہر انسان سے محبّت کا برتاؤ کرو۔ خداوند کریم تم سے خوش ہوگا اور سب لوگ بھی تم سے محبّت کریں گے۔ جیسا بوؤ گے ویسا کاٹو گے۔ گیہوں بویا ہے تو گیہوں اور اگر جَو بویا ہے تو جَو ہی کاٹو گے۔

(کرپا شنکر۔ غازی پوری)

کہانی

صداقت کی دیوی

ایک مسافر چلتے چلتے ایک ریگستان میں جا پہنچا۔ وہاں اُس نے ایک نہایت حسین
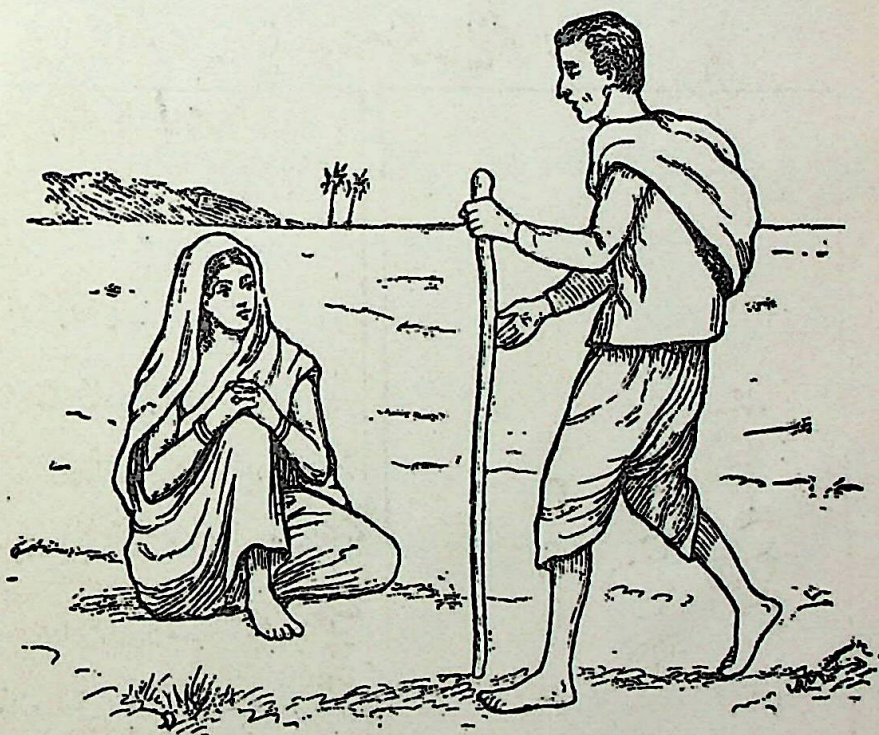
عورت کو دیکھا۔ اُس کے چہرہ پر اُداسی چھائی ہوئی تھی۔ مسافر نے عورت سے دریافت کیا۔ "آپ کون ہیں؟ اس سنسان جنگل میں اکیلی کیوں بیٹھی ہیں؟"

اُس عورت نے جواب دیا۔ "بھیّا! مَیں صداقت کی دیوی ہوں، لوگوں نے مجھے اپنے گھر سے نکال کر جھوٹ کو اپنا بنا لیا ہے۔ اس لئے میں یہاں اکیلی بیٹھی ہوں۔"

[پیارے بچّو۔ یہ کہانی ذرا مشکل ہے۔ اگر تم خود اس کا نتیجہ نہ سمجھ سکو، تو اپنے بڑوں سے پوچھ لو۔]

(اڈیٹر)

آڈر دینے یا نمونہ منگانے کا طریقہ

(پوسٹ کارڈ پر)

از سید علی طالب علم ۲۰ جنوری ۱۹۳۱ء
محلّہ۔ شاہ گنج
ڈاکخانہ۔ الہ آباد سٹی

بخدمت جناب منیجر صاحب

تسلیم۔ مہربانی فرما کر رسالہ "بچوں کی دنیا" میرے نام بذریعہ وی۔ پی۔ ماہ جنوری ۱۹۳۱ء سے ایک سال کے لئے جاری کر دیجئے۔

ایک جلد "الف بے کا کھلونا" بھی میرے چھوٹے بھائی کے لئے روانہ کر دیجئے۔ اور مہربانی فرما کر "بال سکھا" (ہندی) کا نمونہ بھی ساتھ ہی بھیج دیجئے۔

فقط
سید علی طالب علم

بخدمت جناب منیجر صاحب:
رسالہ بچوں کی دنیا
انڈین پریس۔ الہ آباد

ولایتی دُولھا اور دُولھن

پیارے بچّو۔ تم نے اپنے شہر اور ملک میں مختلف قوموں کی شادیاں دیکھی ہوں گی۔ اور شادیوں میں دعوتیں بھی کھائی ہوں گی۔ آج ہم تمہیں یہ بتائیں گے کہ انگلستان میں شادی کس طرح ہوتی ہے۔

انگریزوں میں پردہ نہیں ہے۔ لڑکے اور لڑکیاں اپنی اپنی مرضی سے جس کے ساتھ چاہتی ہیں شادی کرتی ہیں۔ لڑکیوں کا بیاہ اکثر اکیس سال کی ہو جانے پر ہوتا ہے۔

رسمِ نکاح کے ادا کرنے کے لئے دُولھا اور دُولھن اپنے اپنے رشتہ داروں کے ہمراہ گرجے میں حاضر ہوتے ہیں۔ وہاں دُولھا اپنے دوستوں کے ساتھ ایک جانب اور دُولھن اپنی سہیلیوں اور عزیز و اقارب کے ساتھ دوسری طرف بیٹھتی ہے۔ پھر دُولھا اور دُولھن اُٹھ کر پادری صاحب کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔ پادری تھوڑی دیر تک اُس مالک کی جس نے انسان کو جوڑا جوڑا پیدا کیا، حمد و ثنا کرتا ہے۔

اُس کے بعد وہ اُس نئے جوڑے کی طرف مخاطب ہوتا ہے اور اپنی کتاب (انجیل) میں سے پڑھتا ہے:۔

"کیا تم اس خاتون کو اپنی زوجہ بناؤ گے۔ کیا تم اس سے محبّت کرو گے؟ آرام پہونچاؤ گے، اور بیماری میں اور اچھی حالت میں اپنے پاس رکھو گے!

اور سب کو چھوڑ کر تم صرف اسے ہی اپنے پاس رکھو گے جب تک کہ تم دونوں زندہ ہو؟

دولھا جواب میں کہتا ہے "جی ہاں"

پادری صاحب وہی الفاظ دولھن کے سامنے دُہراتے ہیں اور اتنا اور زیادہ کہتے ہیں دو کیا تُم اُس کے کاموں کو کرتی رہوگی۔ اُس کا حکم مانوگی"؟

دُولھن جواب میں کہتی ہے "جی ہاں"

پادری صاحب پھر دریافت کرتے ہیں۔ اس لڑکی کی شادی اِس نوجوان کے ساتھ کون کرتا ہے؟

دُولھن کا باپ جواب دیتا ہے۔ "مَیں کرتا ہوں"

اس کے بعد پادری صاحب دُولھن کے داہنے ہاتھ کو دُولھا کے داہنے ہاتھ میں دیکر کہتے ہیں کہ میں جو کچھ کہتا ہوں تم بھی ویسا ہی کہو۔

"مَیں تم کو اپنی زوجہ بناتا ہوں۔ اچھی اور بُری حالت میں۔ تنگی و خوشحالی میں، میری محبّت ہمیشہ تم سے وابستہ رہیگی جب تک کہ قضاء الٰہی ہم کو جدا نہ کردے"۔

دُولھن بھی اسی طرح کے الفاظ زبان سے کہتی ہیں اور دُولھا کے حکموں کو ماننے کا اقرار بھی کرتی ہے۔

اس کے بعد دُولھا اپنی انگوٹھی دُولھن کی اُنگلی میں پہناتا ہے اور کہتا ہے۔ "اس انگوٹھی کے ساتھ ہی میری اُلفت تم سے اٹل ہوگئی۔ اور آج سے

میں اپنے تمام زر و مال کے ساتھ تمہارا ہو گیا۔"

اب پادری صاحب۔ دونوں کو دعائیں دیتے ہیں "خداوندا ان کی قسمیں سچی ہوں" پھر دونوں کے ہاتھوں کو ملاکر کہتے ہیں۔ "جن کے ہاتھوں کو کارسازِ عالم نے ملائے ہیں اُنھیں کوئی دوسرا جُدا نہ کرے" میں ان دونوں کے دُولھا دُولھن، ہونے کا گواہ ہوں۔"

رسمِ نکاح خوانی کے بعد دُولھا دولھن ایک کمرہ میں جاتے ہیں۔ وہاں شادیوں کا رجسٹر رکھا رہتا ہے، اُس رجسٹر میں دونوں دستخط کرتے ہیں۔ پھر دونوں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے پادری صاحب کی خدمت میں آتے ہیں۔ اور حاضرین اُن پر پھول برساتے ہیں۔ اس کے بعد وہ ایک ہی گاڑی میں بیٹھکر جلسۂ دعوت میں شریک ہوتے ہیں۔ وہاں سب مہمان لوگ اُن سے مصافحہ کرتے ہیں اور مبارک، سلامت، کی آوازیں بلند ہوتی ہیں۔ دسترخان پہ ایک بڑا سا کیک خوبصورت رنگوں کا بنا ہوا رکھا رہتا ہے، جسے دُولھن چھری سے کاٹتی ہے، اور اُس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے سب مہمانوں کو تقسیم ہوتے ہیں۔

اگرچہ دعوت کے موقع پر بہت سے لوگوں کا مجمع ہوتا ہے اور خوب گُل چھرّے اُڑتے ہیں ہر قسم کا سامان۔ لذیذ کھانے۔ مٹھائیاں، شربت و چاء وغیرہ کی ریل پیل رہتی ہے باجے بجتے ہیں۔ مرد و عورت سب خوش خوش

نظر آتے ہیں اور خوب دل لگی ہوتی ہے مگر شور و شغب بالکل نہیں برپا ہوتا۔ البتہ بچّوں کی خوب بن آتی ہے۔

دولھن پھر نیا لباس پہنتی ہے۔ اور دولھا کے ساتھ رخصتی کے وقت اُن دونوں پر ایک پرانی انگریزی رسم کے مطابق چاول پھینکے جاتے ہیں۔ ولایت میں سفید پوشاک مبارک سمجھی جاتی ہے اور دُولھا دُولھن کی بھی پوشاک بالکل سفید ہوتی ہے۔ وہاں آفتاب کُہرے وغیرہ کی وجہ سے بہت کم نظر آتا ہے۔ اگر شادی کے دن نظر آیا تو فال نیک سمجھی جاتی ہے۔

بیچاری دُولھن سب سے رخصت ہو کر دُولھے کے ساتھ اپنے نئے گھر یعنی سسرال کو چلی جاتی ہے۔ اور پہلے مِس کہلاتی تھی اور باپ کے نام سے پکاری جاتی تھی (مثلاً مِس آکورتھ) اب مِسِز کہلاتی ہے (مثلاً مِسِز جوزف، وغیرہ) اور دُولھے کے نام سے پکاری جاتی ہے۔

(اَرباَل سکھا)

میاں (بیوی سے) دیکھو البشیر ضد کر رہا ہے کہ گدھے پر سوار ہو نگا۔

بیوی۔ اے ہے ابو کیا ہوا! ذرا دیر کے لئے گندھے پر چڑھا لو۔ چپ ہو جائے تو اُتار دینا۔

چشمۂ حیات۔ اس نام کا ایک رسالہ ریاست نابھ سے جناب صادق صاحب کے اڈیٹری میں جنوری ۱۹۳۱ء سے نکلنا شروع ہوا ہے۔ مضامین مفید سلیس اردو میں ہوتے ہیں۔ چندہ سالانہ ع۲ ہے

لوری

سو جا آنکھ کے تارے سو جا سو جا دل کے سہارے سو جا
سو جا راج دُلارے سو جا سو جا چاند ہمارے سو جا

سو جا سو جا پیارے سو جا

کلیاں شاخوں پر سوتی ہیں شاخیں جھک جھک کر سوتی ہیں
چڑیاں بے بستر سوتی ہیں باجی اپنے گھر سوتی ہیں

سو جا سو جا پیارے سو جا

پاس میں آس بندھائیگا تو بگڑے کام بنائے گا تو
دکھ دُنیا کا مٹائے گا تو سکھ دیگا سکھ پائے گا تو

سو جا سو جا پیارے سو جا

خدمت کرنا پیارے وطن کی رونق بننا اپنے چمن کی
یاد نہ آئے رنج و محن کی کرنا قدر افسرؔ کے سخن کی

سو جا سو جا پیارے سو جا
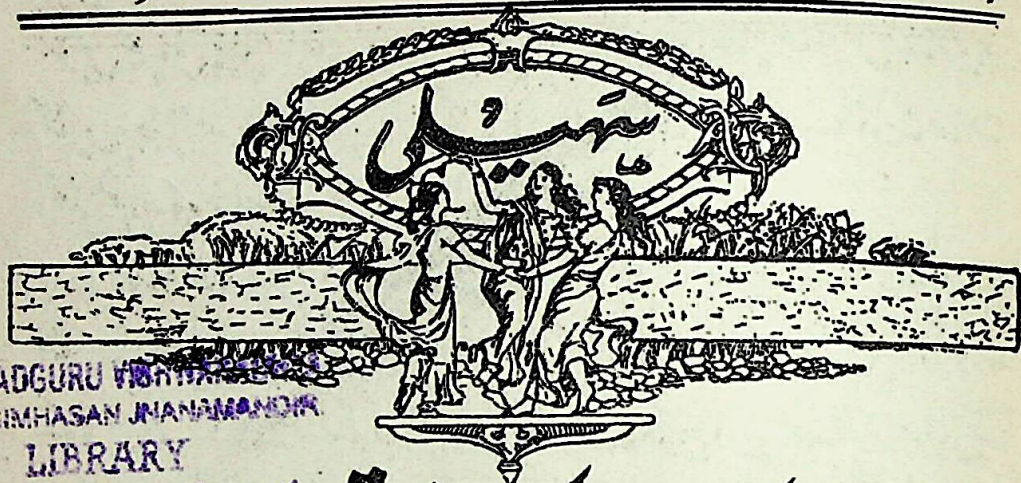
(از پیام روح)

لڑکی اور اُسکی خوش قسمتی

ایک مرتبہ شام کو بوڑھا بشیر اور اُس کی ضعیف بیوی دونوں جھونپڑی کے آگے بیٹھے ہوئے تھے۔ سورج غروب ہونے کا وقت تھا۔ وہ دونوں کھانا کھا کر باہر بیٹھے تھے۔ اور شام کا دلفریب اور خاموش نظارہ دیکھنے میں محو تھے۔ خوبصورت بیلیں جو دروازے پر لپٹی ہوئی تھیں گھر کی زینت بڑھا رہی تھیں۔ اُنکے پاس ایک گائے تھی جو اُن کی زندگی کا سہارا تھی۔ دونوں آپس میں اِدھر اُدھر کی باتیں کر رہے تھے۔ اُن کی ایک خوبصورت لڑکی تھی۔ اُس کا نام سلیمہ تھا۔ یہ سب بہت ہی غریب تھے بیوی اور لڑکی کا پیٹ بھرنے کے لئے میاں کو بیحد محنت کرنی پڑتی تھی۔ جھونپڑی کے قریب ہی ایک باغ تھا۔ اس باغ میں بوڑھا دن بھر کام کرتا تھا۔ اور اس کی بیوی چرخہ کاتتی رہتی یا اپنی گائے کے دودھ سے مکھن بناتی یا کوئی اور کام کرتی۔ گاؤں میں نل نہ ہونے کی وجہ سے

کنویں کا پانی پینا پڑتا تھا۔ کنواں مکان سے بہت ہی فاصلہ پر تھا۔ اس لئے لڑکی ہر روز کنویں پر جاتی اور پانی لاکر اپنے تمام گھر کا کام اکیلی ہی کرتی تھی۔ کپڑے نہایت صاف رکھتی تھی۔ وہ نہایت رحم دل بھی تھی۔

ایک مرتبہ وہ کنویں سے پانی لیکر واپس آرہی تھی راستہ میں ایک ضعیف عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ اُس کے جسم پر پھٹے کپڑے تھے۔ اُس نے لڑکی کو بلایا۔ لڑکی فوراً عورت کے پاس گئی۔ عورت نے کہا۔ بیٹی میں بہت ہی پیاسی ہوں۔ مجھکو تھوڑا سا پانی پلادے پرماتما تیرا بھلا کریگا۔ لڑکی نے فوراً گھڑا اپنے سر سے اُتار کر زمین پر رکھدیا اور اُس ضعیف عورت کو تھوڑا سا پانی پلا دیا۔ اس کے بعد گھڑے کو سر پر رکھکر مکان آرہی تھی کہ راستہ میں ایک کتّا نظر آیا۔ وہ زبان کو باہر لٹکائے ہوئے تھا۔ اور بہت ہی پیاسا تھا۔ لڑکی نے گھڑا سر سے اُتار کر زمین پر رکھدیا اور ایک پیالہ ڈھونڈ کر لائی۔ اس پیالہ میں تھوڑا سا پانی ڈالدیا۔ اب پھر پانی کا گھڑا لیکر مکان کو جارہی تھی کہ راستہ میں چند لڑکے کھیل رہے تھے وہ سب کے سب پیاسے تھے۔ کنواں بہت ہی دور تھا۔ بیچارے پیاس کے ہاتھوں تنگ تھے۔ اتنے میں لڑکی وہاں سے گزری۔ تمام لڑکے آکر لڑکی سے پانی مانگنے لگے۔ لڑکی نے فوراً گھڑا اُتار کر تمام لڑکوں کو پانی پلادیا۔ اب گھڑا خالی ہو جانے کی وجہ سے پھر اُسے کنویں پر جانا پڑا۔ لیکن اُس کو افسوس نہیں ہوا بلکہ خوشی ہوئی کیونکہ اُس نے سب کی مدد کی تھی۔

جب وہ کنویں پر پہونچ گئی اور اُس نے کنویں میں ڈول ڈالا تو کنویں میں سے

ایک خوبصورت پری نکلی۔ اُس نے کہا کہ "تو بہت ہی رحم دل لڑکی ہے۔ تو دوسروں کو فائدہ پہونچانا چاہتی ہے اور بھلائی کرنا چاہتی ہے۔ اس لئے میں تجھ سے بہت خوش ہوں اور میں تجھے ایک گھڑا دیتی ہوں۔ یہ خود بخود چل سکتا ہے۔ جب تو دودھ یا پانی کی خواہش کرے گی تو اس گھڑے میں سے مل جائیگا۔ اس میں دودھ یا پانی ہر وقت موجود رہیگا۔ کبھی ختم نہ ہوگا۔ یہ کہکر پری غائب ہو گئی۔ جب وہ غائب ہو گئی تو سلیمہ نے گھڑے کی طرف دیکھا تو اس کے دو پاؤں اور دو ہاتھ لگ گئے۔ اور وہ خود بخود چلنے لگا۔ سلیمہ کے ساتھ ساتھ اُس کے مکان تک آیا اور دونوں مکان میں داخل ہو گئے۔ سلیمہ کے ماں باپ اس عجیب و غریب چیز کو دیکھکر بہت ہی متعجب ہوئے۔ جب سلیمہ گھڑے میں سے دودھ پینے کو نکالتی تو فوراً دودھ نکلنے لگتا تھا۔

دوسرے دن صبح کو سلیمہ کام کرنے کے لئے بہت ہی جلد اُٹھی۔ لیکن جب وہ اُٹھی تو گھڑے کو کام کرتے ہوئے پایا۔ سلیمہ بہت خوش ہوئی۔ کیونکہ اُس کو گھر کے کام کاج میں مدد کرنے کے لئے ایک ساتھی مل گیا تھا۔ سلیمہ کا تمام کام گھڑا کرتا تھا اب سلیمہ کو مکان میں کچھ کام نہ کرنا پڑتا تھا۔ گھر کے تمام لوگ خوش تھے۔ لڑکی کو کچھ پڑھنا آتا تھا۔ وہ روزانہ بیٹھکر پڑھا کرتی تھی۔ اور ہر وقت خوش رہتی تھی۔ لیکن ایک دن وہ نہایت غمگین تھی۔ اُس کے پاس کوئی نئی کتاب پڑھنے کو نہ تھی۔ جب گھڑے نے سلیمہ کو غمگین پایا تو اُس نے نہایت بے چین ہو کر غمگین ہونے کا سبب پوچھا۔ سلیمہ نے جواب دیا کہ میرے پاس اب کوئی کتاب

پڑھنے کے لئے باقی نہیں رہی اور میرا باپ بہت ہی غریب ہے۔ وہ مجھکو کوئی نئی کتاب خرید کر نہیں دے سکتا۔ میں اس سوچ میں ہوں کہ اپنا قیمتی وقت کس طرح صرف کروں گھڑے نے جواب دیا کہ "تم غمگین نہ ہو۔ میں تمہیں ایک آسان طریقہ بتلاتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ تم میرے پاس سے دودھ لیکر اس سے چھاچھ یا دہی بناکر بیچا کرو اور اُن پیسوں سے کتابیں خرید لیا کرو۔ سلیمہ نے خوش ہوکر ویسا ہی کیا۔ اور وہ پڑھکر ایک تعلیم یافتہ لڑکی بن گئی اُس کی شہرت بہت دور دور تک پھیل گئی"۔

ایک دن اس گاؤں میں ایک شہزادہ آیا۔ سلیمہ کی خوبصورتی اور اُس کا سلیقہ دیکھکر بہت خوش ہوا۔ اور سلیمہ سے شادی کرلی۔ اور اُسے اپنے شہر کو لے گیا۔ سلیمہ جاتے وقت اپنے ساتھ گھڑے کو بھی لے گئی۔ جس دن سلیمہ گاؤں سے چلی تو گاؤں کے سب لوگ سلیمہ کو رخصت کرنے آئے۔ سلیمہ کے ماں باپ کو بہت سا روپیہ ملا۔ جس سے کہ وہ اپنی آخری زندگی نہایت خوشی سے بسر کرنے لگے۔

راقم

(رئیس۔ دیوی پانڈے۔ طالب علم)

اکثر حضرات "بچوں کی دُنیا" کا نمونہ طلب کرتے ہیں لیکن اپنا پتہ صاف نہیں تحریر کرتے۔ اس سبب سے ہم اُن کی فرمایش کی تعمیل کرنے سے مجبور ہوجاتے ہیں لہذا خط میں نام اور پتہ بہت صاف لکھنا چاہیئے تاکہ فرمائش کی تعمیل ہو جا[ئے]

تین ہی رہے

ایک بچے نے اپنی ماں سے کہا — امّاں! میں، آپ اور ہمشیرہ

گھر میں تینوں ہی بس رہینگے کیا — کوئی شامل نہ ہوگا اب چوتھا

ماں نے گودی میں لے کے پیار کیا — سینکڑوں دیں دعائیں اور کہا

بیاہ بیٹا ترا رچاؤں گی — تیری دلہن کو گھر میں لاؤں گی

گھر میں پھر چار آدمی ہونگے — کیا ہم یوں ہی تین رہنے لگے

بیٹا بولا بہن کی شادی بھی — ساتھ ہی میرے کیا نہیں ہوگی

اپنی سسرال، جب یہ جائیگی رہ نہ جائینگے تین ہی پھر بھی؟

ماں یہ بولی کہ میرے لختِ جگر! خیر سے بچہ ہوگا تیرے گھر

پھر خدا ہم کو چار کردے گا اپنے گھر میں بہار کردے گا

بیٹا بولا یہ سچ کہا تم نے لیکن امّاں خیال ہے یہ مجھے

مر نہ جائینگی آپ جب تک کیا؟
تین ہی پھر بھی ہم رہے نہ بھلا؟

(سائیں داس تلواڑ بیدل - پنجاب)

ایک مولوی صاحب کو محرّری کرنے کا شوق ہوا۔ ایک دفتر میں بڑے صاحب سے ملے۔ اتفاقاً ایک جگہ خالی تھی مگر قبل اس کے کہ وہ جگہ اُنھیں دیجائے۔ جمع کا ایک سوال امتحاناً بڑے صاحب نے دیا۔ یہ بہت محنت کے بعد سوال حل کرکے لے گئے۔

لیجئے۔ میں نے اس سوال کے دس جواب نکالے ہیں۔

صاحب۔ واہ واہ تب تو سب جواب ٹھیک ہونگے۔

مولوی صاحب۔ جی ہاں دسوں جواب الگ الگ موجود ہیں۔

مولوی صاحب کو آج تک یہ نہ معلوم ہُوا کہ وہ جگہ اُنھیں کیوں نہ ملی۔
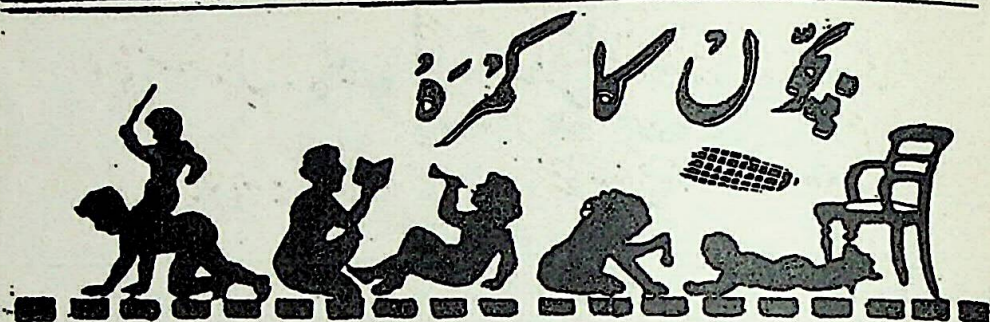
دنیا کا سب سے بڑا خاندان

مسٹر گان جیلم ایک معزز اور سن رسیدہ پارسی ہیں۔ آپ کا خاندان دنیا میں سب سے بڑا مانا گیا ہے۔ اس بات کا آپ کو انعام بھی ملا ہے۔ اس خاندان میں سات پشت کے لوگ ہیں، اور سب خوش قسمتی سے باحیات ہیں۔ تصویر میں سب مسٹر گان جیلم کے بیٹے بیٹیاں۔ نواسے اور پوتے ہی شامل ہیں یہ لوگ جملہ اڑتالیس آدمی ہیں۔

بھول بھلیّاں
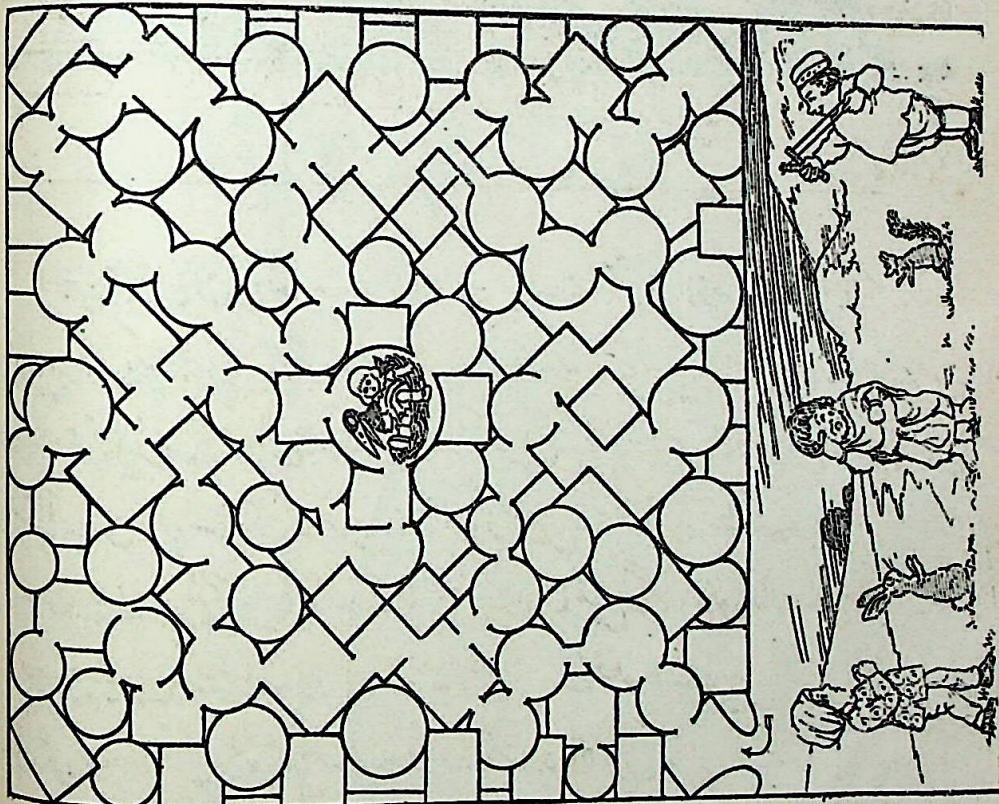
اِس مندر میں جانے کے بہت سے راستے ہیں لیکن جانے والے یہ چاہتے ہیں کہ سب سے نزدیک کا راستہ مِل جائے تو اچھا۔ بچّو! کیا تم وہ راستہ تلاش کر سکتے ہو؟

[جو اندر سے باہر کو چلیں گے، اُن کو شاید یہ راستہ جلد معلوم ہو جائے]
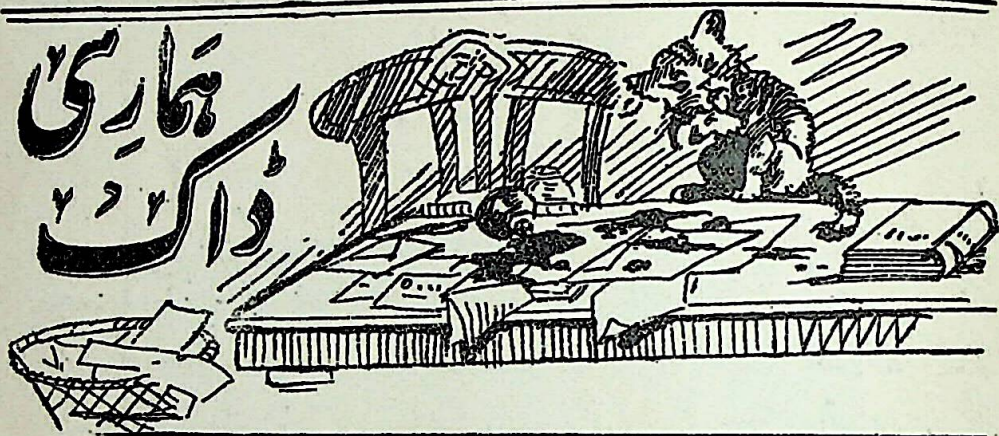
۱۔جن صاحبان کی خدمت میں نمونہ پہنچ چکا ہے اُنھیں لازم ہے کہ فوراً ہم کو کارڈ کے ذریعہ اطلاع دیں کہ "بچوں کی دنیا" کے وہ خریدار رہنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ ورنہ ہم دوسرا پرچہ بذریعہ وی پی ۱؎ سال بھر کے لئے روانہ کریں گے اور اُس کا وصول کرنا اُن کو لازمی ہوگا۔ لہذا اگر کسی وجہ سے اُن کو خریداری منظور نہیں ہے تو فوراً خط لکھ دیں۔

۲۔جو صاحبان "بچوں کی دُنیا" کے پانچ خریدار بنائیں گے اُن کو رسالہ سال بھر تک بلا قیمت بھیجا جائیگا۔

۳۔پہیلیوں کے جواب میں بہت سے لڑکوں نے خطوط لکھے ہیں۔لیکن ابھی سلسلہ جاری ہے۔اس لئے ہم انعام کا فیصلہ آیندہ ماہ میں کریں گے۔

۴۔جو بچّے ہم کو مضمون چھاپنے کے لئے روانہ کرتے ہیں اُن کو چاہئے کہ امتحان کے زمانہ میں وہ اُس کو بند کردیں۔اور اپنے کورس کو اچھی طرح تیاّر کریں۔

۵۔ہمارے دوستوں کو چاہئے کہ اپنا نام۔اپنے والد یا سرپرست کا نام۔گاؤں یا محلّے کا نام اور ڈاکخانہ صاف صاف موٹے حرفوں میں لکھیں۔

بے نظیر کتابیں

(خاص بچوں کے لئے)

الف، بے، کا کھلونا یہ چھوٹے چھوٹے نونہال بچوں کے لئے پیاری کتاب ہے۔ حروف تہجی اس طرح سکھایا ہے کہ بچے بھول ہی نہیں سکتے۔ ہر حرف کے لئے ایک رنگین تصویر اور ایک شعر۔ مثلاً ٹ ٹے سے ٹٹو چھوٹا گھوڑا۔ چلے بہت اور کھائے تھوڑا۔ زبر۔ زیر اور پیش بھی بخوبی سمجھایا ہے ہر صفحہ کی چھپائی رنگین اور کل ۳۲ عکسی تصاویر ہیں۔ اگر آپ کے یہاں دو چار بچے ہوں تو کئی جلدیں منگائیے ورنہ آپس میں سخت جھگڑا ہوگا۔ قیمت صرف ۸/

کھیل تماشہ نثر اور نظم میں چٹکلے اور حکایتیں مختصر پیرایہ میں خاص بچوں کی زبان میں لکھی گئی ہیں۔ بچوں میں پڑھنے کا شوق خود بخود پیدا کرنے کے لئے یہ کتاب بے نظیر ثابت ہوئی ہے۔ رنگین تصاویر کے ذریعہ بالکل اچھوتے خیالات بچوں کے مفید مطلب اور اُن کے مذاق کے موافق درج ہیں۔ پہلی کتاب پڑھنے والا بچہ بھی اسے پڑھ سکتا ہے کوئی لڑکا یا لڑکی ایسی نہ ملے گی جسکے ہاتھ میں یہ کتاب دیکر پھر آپ لے لیں۔ قیمت صرف ۱۲/

انوکھی کہانیاں کہانیوں کی یہ کتاب بہت دل پسند ہوئی ہے۔ گیارہ نہایت دلچسپ کہانیاں آسان زبان میں لکھی گئی ہیں۔ ہر کہانی تصویر کے ساتھ ہے۔ ہر صفحہ کے بعد یہی جی چاہتا ہے کہ اور پڑھ لیں، تھوڑا اور پڑھ لیں۔ نہایت عمدہ عمدہ نصیحت آمیز باتیں درج ہیں۔ اردو زبان میں اس قسم کی شاید ہی کوئی کتاب ہو۔ کتاب کو دیکھ کر لڑکے اور لڑکیاں مچل جاتی ہیں۔ کور (سرورق) پر سہ رنگی تصویر ہے قیمت صرف ۱۲/

ملنے کا پتہ۔ منیجر (بکڈپو) انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

THE INDIAN PRESS, LTD., ALLAHABAD

فہرست مضامین

مضمون	مضمون نگار	صفحہ
حمد (نظم)	پروفیسر حامد اللہ افسرؔ بي-اے ...	۸۱
تعلیم	مولانا اصغر حسین اصغرؔ ایڈیٹر، ہندوستاني اکیڈیمي-الہ آباد ...	۸۲
اسکول میں (نظم)	ایڈیٹر	۸۵
ہوائي جہاز	یوسف بن باقر-الہ آباد	۸۶
عجیب حماقت	'خ' بیگم - گوالیار	۹۲
کلکتّہ سے کشمیر بائیسکل پر ...	ٹائمز آف انڈیا ویکلی 'بمبئي' سے ...	۹۳
عید مبارک (نظم)	(ماخذ)	۹۵
قصّاب اور بادشاہ	یوسف بن باقر-انڈین پریس-الہ آباد ...	۹۶
بہار کے دن (نظم)	'پیام روح' سے	۹۸
کیا تم بہرے ہوگئے ہو؟ ...	(افسانہ) ہندي سے ترجمہ	۹۹
دولتمند ہونے کے اُصول ...	'پیام' کلکتہؔ سے	۱۰۲
مولانا محمد علي مرحوم ...	شیخ عمر - احمد آباد	۱۰۳
چور اور اُسکي ماں (کہاني) ...	ایڈیٹر	۱۰۶
شیشے کے گھر - ربر کي سڑکیں ...	"	۱۰۸
ہولي	پنڈت دوارکا پرشاد، ہیڈ ماسٹر-الہ آباد ...	۱۰۹
کسترائیل	... ...	۱۱۱
سہیلي—پریم درپن	ماہوار رسالہ 'حریم' لکھنؤ' سے ...	۱۱۲
بچّوں کا کمرہ / بچّوں کي چودہ شرطیں ...	اندرمل طالب علم-لکھوتي-پنجاب ...	۱۱۶
آنکھوں کو نفع نقصان ...	ایڈیٹر	۱۱۸
ہماري ڈاک- ...	... ...	۱۱۹
اشتہارات - ...	... ...	۱۲۰
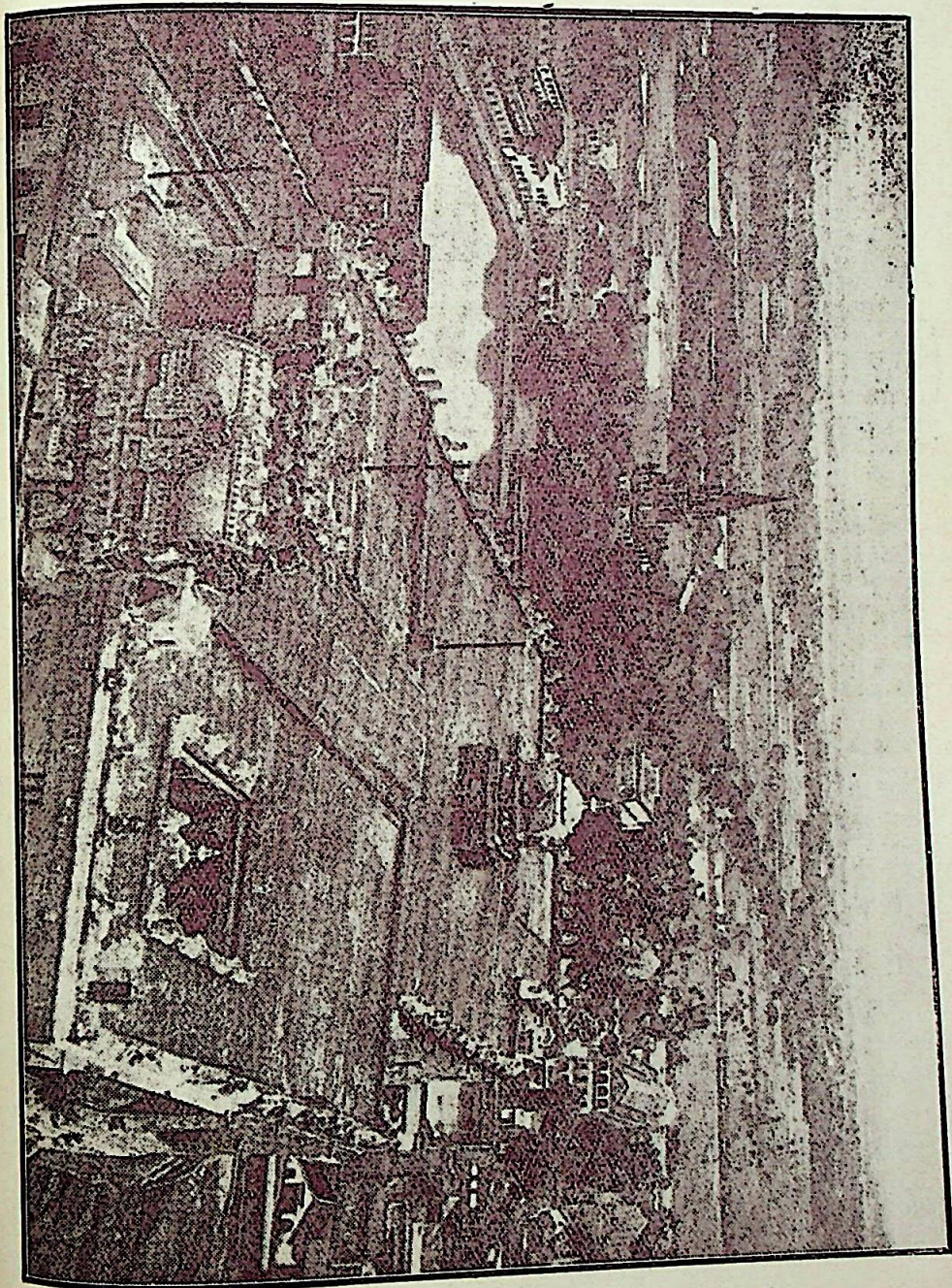
جتاں کے اوپر ملک سے ترچھا دلی کا نظارہ

جلد ۱ | ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۱ء | نمبر ۳

حمد

جب شرق میں صبح مسکرائی — تو نے اپنی جھلک دکھائی

ذرّے ذرّے پہ ہے یہ تحریر — زیبا ہے تجھے تری خدائی

پھولوں کو کیا ہے تو نے خوش رنگ — پھر بن کے دلہن بہار آئی

ظاہر ہو ہزار رنگ سے خود — دنیا اس واسطے بسائی

ہر چیز میں تو ہے جلوہ فرما — اللہ رے تیری خود نمائی

سب ہو گئے محو سننے والے
افسر نے جو تیری حمد گائی
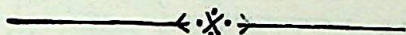
تعلیم سے میری مُراد اُس تعلیم سے نہیں ہے جس کا شور عام طور پر ہندوستان میں مچا ہُوا ہے۔ بلکہ تعلیم سے مُراد "عملی تعلیم" سے ہے۔ یہ زمانہ دراصل عملی زمانہ ہے۔ اس لئے اس زمانہ کی تعلیم ایسی ہونی چاہیئے جو زندگی کے موجودہ حالات کے مناسب ہو اور جس میں وقت اور مُلک کی ضرورتوں کی کافی رعایت رکھی گئی ہو۔

میری دانست میں ہندوستان کے دیہاتی اسکولوں میں پیشے اور صنعتوں کی تعلیم پر زیادہ زور دینا چاہیئے۔ بلکہ اب وقت آگیا ہے کہ مشینوں کے متعلق معلومات فراہم کئے جائیں۔ زراعتی کاموں اور صنعت و حرفت کی جانب ہندوستانی طلبا کو مائل کیا جائے۔ آج کے نوعمر طالب علم کل ہندوستان کے شہری آدمی کہلائیں گے۔ اس لئے آج ان کو اس قابل بنا دینا چاہیئے کہ وہ عملی طور پر کام کر سکیں اور ہندوستان کی آمدنی میں اِضافہ کر سکیں اور اس کی ایک ہی تدبیر ہے کہ ان کو پیشے کی تعلیم دیجائے اور اُنھیں اس قابل کر دیا جائے کہ کم از کم اپنا بوجھ وہ آپ اُٹھا سکیں۔

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا عملی تعلیم جس میں قانون، فلسفہ و ادبیات

وغیرہ شامل ہیں، سب یک لخت روک دیئے جائیں؟ ہرگز نہیں۔

لیکن ان چیزوں کے لئے صرف چند ہی لوگ موزوں ہوتے ہیں اور مُلک میں اس کی ضرورت بھی بہت کم ہے۔ سب سے اہم سوال تو زندہ رہنے کا ہے۔ لوگ بلا فلسفہ و ادب کے زندہ رہ سکتے ہیں۔ مگر کھائے پیئے بغیر زندہ رہنا ناممکن ہے۔ اس لئے میری غرض یہ ہے کہ طلبا کو سب سے پہلے روزی پیدا کرنے کے قابل بنایا جائے۔ امریکہ اس راز کو سمجھ گیا ہے کہ اسکولوں کو ہماری موجودہ ضرورتوں کے موافق ہوجانا چاہیئے۔ چنانچہ دستکاری کے اسکول۔ پیشے کے اور تجارت کے اسکول، جو امریکہ میں کھُلے ہوئے ہیں وہ اس امر کے زبردست شاہد ہیں کہ وہ تعلیم کو زندگی کے موجودہ ضروریات کے سانچے میں ڈھالتے چلے جاتے ہیں

چنانچہ بعض پبلک اسکولوں میں لڑکوں کو چمڑے کے متعلق کام سکھایا جاتا ہے اور لڑکیوں کو کپڑا دھونے اور لوہا کرنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ مُکمّل دھولائی کا کام بہت مشکل ہے۔ اس لئے لڑکیوں کو پہلے ہر قسم کی دواؤں کا استعمال بتایا جاتا ہے تاکہ وہ کپڑوں کے داغ دھبّے وغیرہ دُور کرسکیں۔ جوتوں پر پالش کرسکیں وغیرہ وغیرہ۔ لڑکوں کو کپڑے دھونے کا کام سکھایا جاتا ہے کہ وہ کس طرح صابون لگائیں اور کپڑے کی حیثیت کے موافق اُسے کس طرح ٹھیک ٹھیک دُھوسکیں۔

دُھونے کے کام کی تو میں نے ایک مثال دی ہے۔ اسی طرح اور تمام پیشیوں پر قیاس کرلینا چاہیئے۔ ہندوستانیوں کو بھی اپنے یہاں یہی روش اختیار کرنی چاہیئے۔

میری غرض یہ نہیں ہے کہ ہندوستانی ہر معاملہ میں آنکھ بند کرکے ترقّی یافتہ مُمالک کی تقلید کریں بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اُنھیں فراخ دل اور آزاد ہونا چاہیئے۔ جہاں اُنھیں اچھّی باتیں ملیں اُسے اپنے مُلک اور اپنی ضرورتوں کا اندازہ کرکے اختیار کرلینا چاہیئے۔

عملی تعلیم جیسا میں نے عرض کیا اب ہندوستان کے لئے نہایت ضروری ہوگئی ہے۔ کتابی تعلیم پر ہندوستان میں ضرورت سے زیادہ زور دیا جا چکا ہے اور اب وقت آگیا ہے کہ اس کے روکنے کے لئے آواز بلند کی جائے۔ یہ کہنا کہ "مُلک میں جب تک اعلیٰ تعلیم کا رواج نہ ہوگا، صحیح ترقّی ممکن نہیں" اب کوئی وقعت نہیں رکھتا۔

اس سے انکار نہیں کہ اعلیٰ تعلیم سے دل و دماغ روشن ہوتا ہے لیکن مُلک کی اقتصادی اور مالی ترقّی کے بغیر، محض روشن خیالی ایک بے سُود چیز ہے۔ قانون، فلسفہ اور ادب کی عظمت و اہمیّت سے کس کو انکار ہو سکتا ہے لیکن ملک کو کارخانوں اور صنعت و حرفت کی بھی ضرورت ہے اور زراعت کو ترقی دینے کے وسائل بھی نہایت ضروری ہیں۔ ملک کو ایسے انسان بھی درکار ہیں جو دماغ کے ساتھ اپنے ہاتھوں سے بھی کام لے سکیں۔ اسکے لئے دیہاتی اسکولوں کی اصلاح کی سخت ضرورت ہے۔

(از تحفۂ امریکہ مُصنّفہ حضرت اصغر گونڈوی)

لڑکیوں کو کھانا پکانے کي تعليم ديجا رهي هے (صفحه ۸۴)
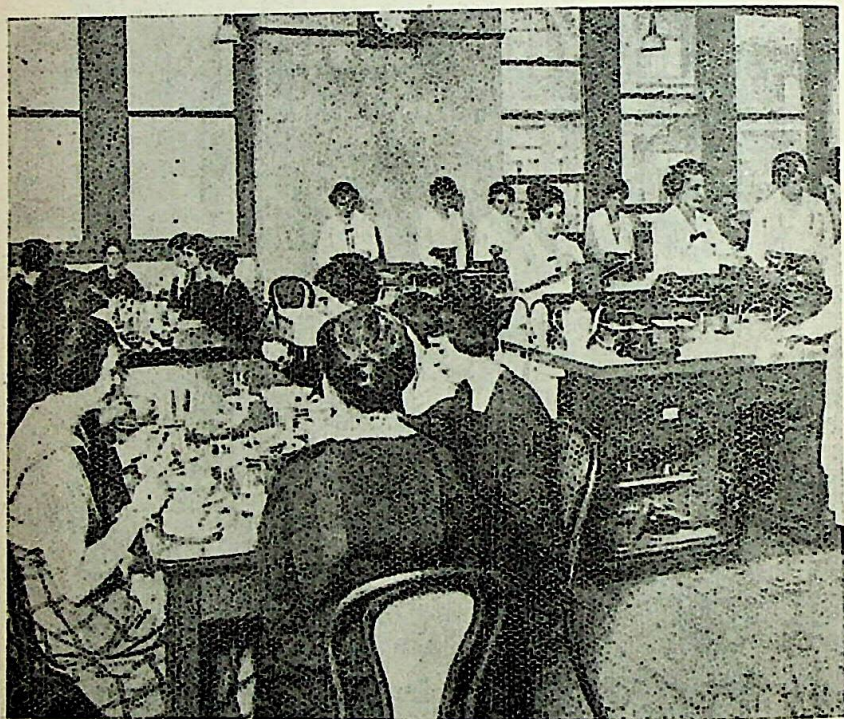
اسکول میں (صفحہ ۸۵)
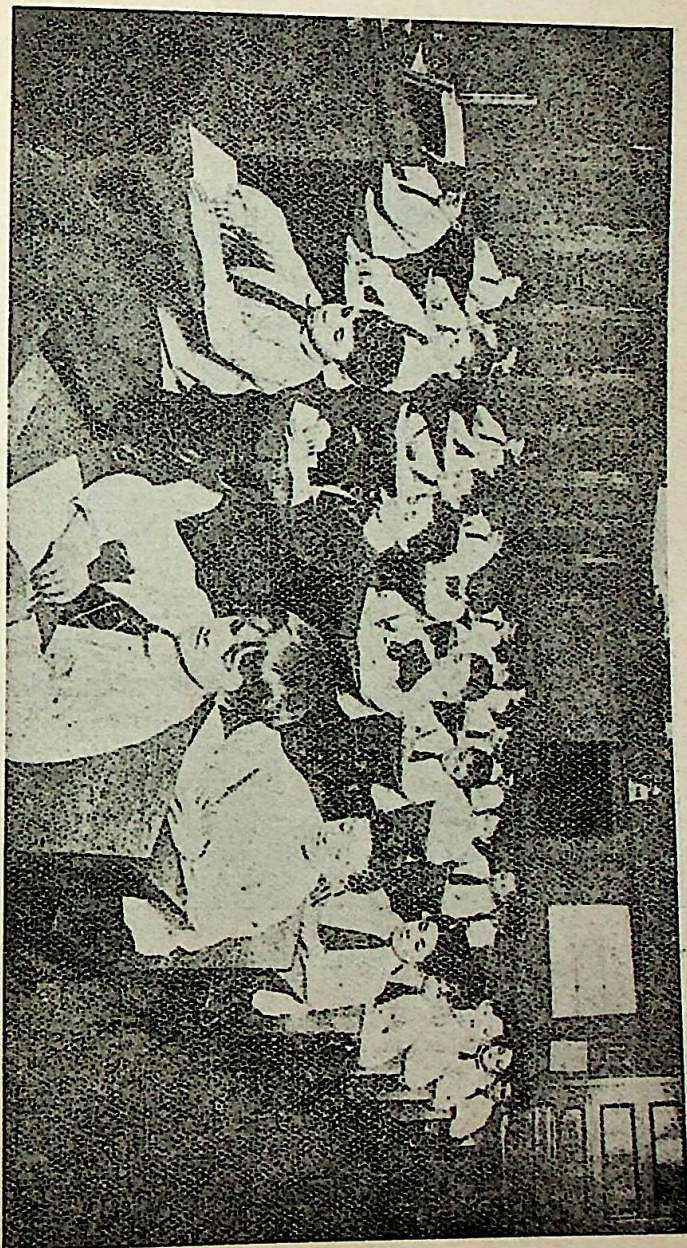
اسکول میں

روز ملتا ہے سبق ہم کو نیا اسکول میں
سچ تو یہ ہے حال دُنیا کا کُھلا اسکول میں

ہوتی ہیں معلوم ہر لحظہ نئی باتیں ہمیں
پڑھنے لکھنے کا ملا ہم کو مزا اسکول میں

شاہزادہ ہو کہ لڑکا ہو کسی محتاج کا
رہتا ہے دُونوں کا یکساں مرتبہ اسکول میں

علم کی اَدنیٰ کرامت یہ نظر آئی ہمیں
جانور آیا تو اِنساں بن گیا اسکول میں

ہم نے پہچانا خدا کو واقفِ دُنیا ہوئے
کیا بتائیں ہم، ہمیں کیا کیا ملا اسکول میں

ہو گئے صُحبت کے قابل ہم جو اہلِ علم کے
یہ شرف، یہ مرتبہ، حاصل ہوا اسکول میں

ہوائی جہاز

ہمارے لئے ہوائی جہاز، ابھی تک ایک انوکھی چیز ہے۔ ہم جب اُسے اپنے شہروں میں منڈلاتے ہوئے یا بھن بھن گزرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو سارے کام کاج چھوڑ کر اُسے دیکھنے لگ جاتے ہیں حالانکہ اس کی ایجاد کو ایک عرصہ ہوگیا۔ اب تو اس کے ذریعہ ولایت سے ڈاک (خطوط) آتی ہے۔ بعض میں مسافر سوار ہو کر آتے ہیں۔ بڑے بڑے شہروں میں کلب جاری ہوگئے ہیں، جہاں بڑے بڑے انگریز اور ہندوستانی تفریحاً ہوائی جہاز میں اُڑتے ہیں کئی ایک ہندوستانیوں کو ولایت سے "ہوا باز" کی سند بھی مل گئی ہے۔

یہ ہوائی جہاز یورپ کے ملکوں میں تو ریل گاڑی کی طرح مسافروں کو لے جانے اور مال و اسباب لادنے کے کام میں بھی لایا جانے لگا ہے۔ وہاں لوگ دل بہلانے کے لئے تھوڑے سے خرچہ میں ہوائی سیر کرتے ہیں۔ ہمارے ملک میں بھی کسی کسی شہر میں لوگ کرایہ پر اُڑ سکتے ہیں۔ یورپ اور امریکہ میں آئے دن نئے نئے ڈھنگ کے طیارے بنتے ہیں وہاں پر ان کا رواج بڑھتا جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موٹر کار کی طرح یہ بھی بہت سے کام کریگا۔
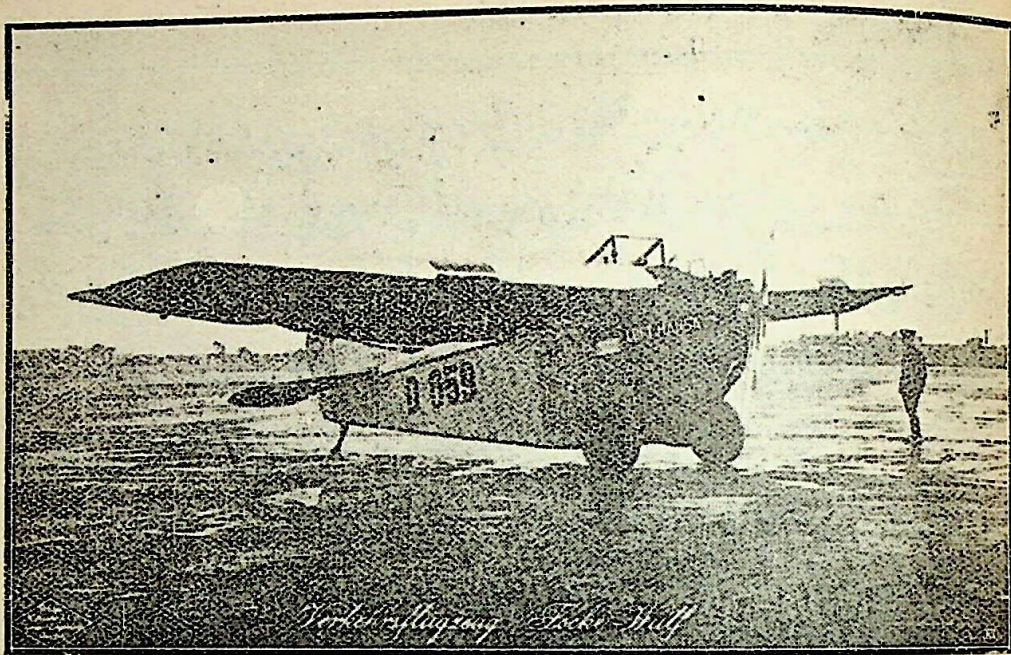
ہوائی جہاز اُڑنے کے لئے تیار ہے۔
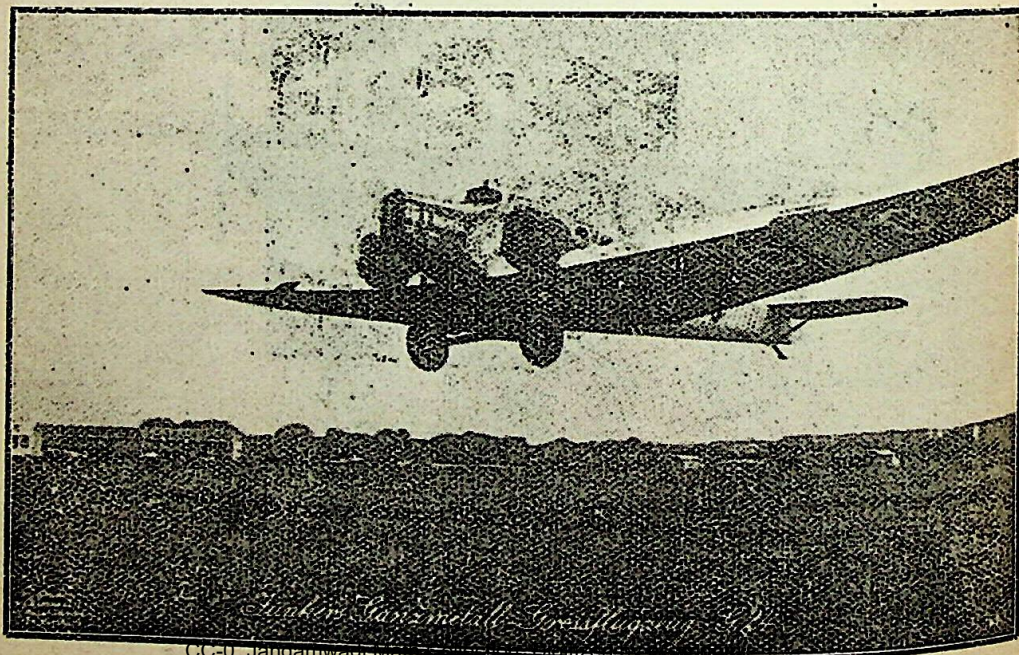
ہوائی جہاز اُڑنے لگا۔

ہوائی جہاز کی دیوی پر ہزاروں منچلے جوان اور اُستاد فنِ پرواز بھینٹ تو چڑھ گئے لیکن اُسے بھی ایسا قابو میں کیا کہ جس طرح چاہیں، نچائیں۔ ہوائی فضا کی سیر تو معمولی بات ہے وہ اُسی پر ٹینس اور کرکٹ کھیلتے ہیں۔ بائیسکوپ دیکھتے ہیں۔ کبھی کبھی گھوڑوں کی طرح اُن کی دوڑ دوڑاتے ہیں۔ ایک پر سے کود کر دوسرے پر چلے جاتے ہیں اور بعض ہوا باز بہت بلندی سے صرف معمولی غبّارہ یا چھتری کے سہارے زمین پر آجاتے ہیں۔

کبھی کبھی کوئی کوئی ہوا باز اپنے کرتب دکھاتا ہے۔ وہ اپنے جہاز کو کبوتروں کی طرح قلابازی کھلاتا ہے۔ طیّارہ اس طرح نیچے اوپر ہوتا ہے گویا ٹوٹ کر گر رہا ہے یا کوئی چوکور ڈبہ اونچائی سے
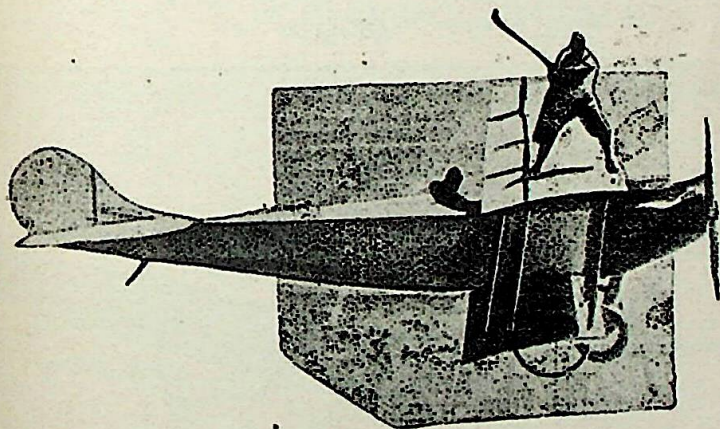
اُڑتے ہوئے ہوائی جہاز پر کرکٹ کا کھیل

لُڑھک رہا ہے۔ مگر کچھ نہیں۔ وہ فوراً پھر سیدھا ہو جاتا ہے چیل کے جھپٹے کی طرح ایک دم نیچے آنا اور اُوپر چلا جانا تو معمولی بات ہے۔ امریکہ اور یورپ کی نوجوان لڑکیاں اور عورتیں بھی ہوائی جہاز چلا لیتی ہیں اور سوار ہو کر سیر و سفر کیا کرتی ہیں

لیکن ہوائی جہاز ملک الموت کے خاندان سے معلوم ہوتا ہے۔ بڑے بڑے فوجی کرنیل و جرنیل دشمن کے جہاز کو دیکھ کر ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ اوپر سے بم کے گولے برسا کر یہ ہزاروں کی فوج کو خاک سیاہ کر دیتا ہے۔ گاؤں کے گاؤں پھونک دیتا ہے۔ سالہا سال کا جمع کیا ہوا ذخیرہ (گودام) تیل۔ گھی اور غلہ وغیرہ کو خاک میں ملا دیتا ہے۔

مگر انسان آفت کا پتلا ہے موت کا بھی علاج کرنے کی فکر کر رہا ہے۔ اس کے لئے بھی مشین تیار کر لی جس میں ایسی توپیں لگی ہیں جو اڑتی ہوئی چڑیوں کی طرح اسے بھی نشانہ بنا لیتی ہیں اور گرا دیتی ہیں۔ ایک اور ترکیب کی ہے۔ ایک مشین سے دھواں دھار کہرا ہوا میں چھوڑتے ہیں جو تھوڑی دور تک ایسا چھا جاتا ہے کہ ہوا باز کو کچھ نظر نہیں آتا۔

مصنوعی کہر پیدا کرنے والی مشین
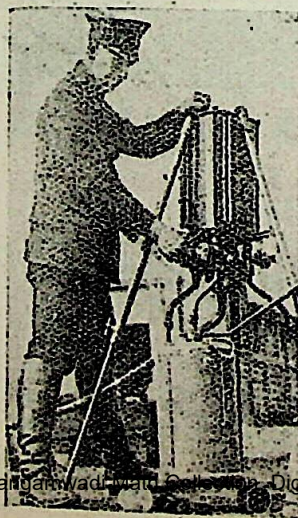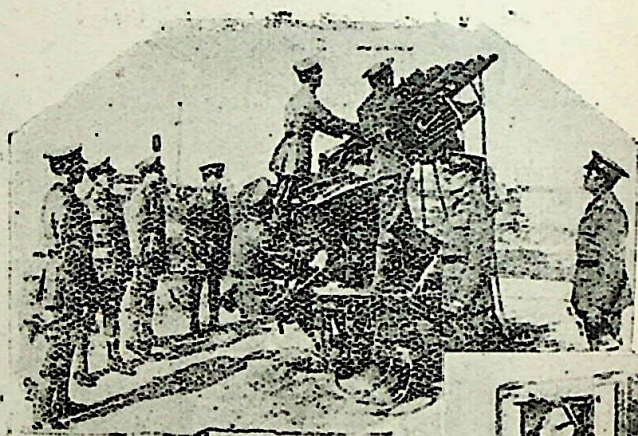
اڑتے ہوئے ہوائی جہاز کو گولوں سے گرانے والی مشین
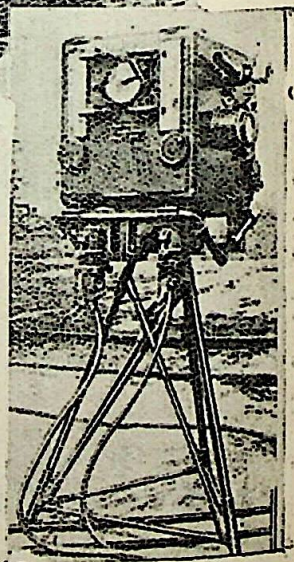
یہ ساری باتیں تُم رُوزانہ دیکھتے ہو۔ بہت سے حالات تم نے پڑھ بھی لئے۔ یہ ایسے کام ہیں جن پر تُم کو بہت تعجب ہوتا ہے۔ لیکن کیا تُم بتا سکتے ہو۔ یہ سب کس کی کرامات ہیں؟ سُوچو اور خوب سُوچو۔
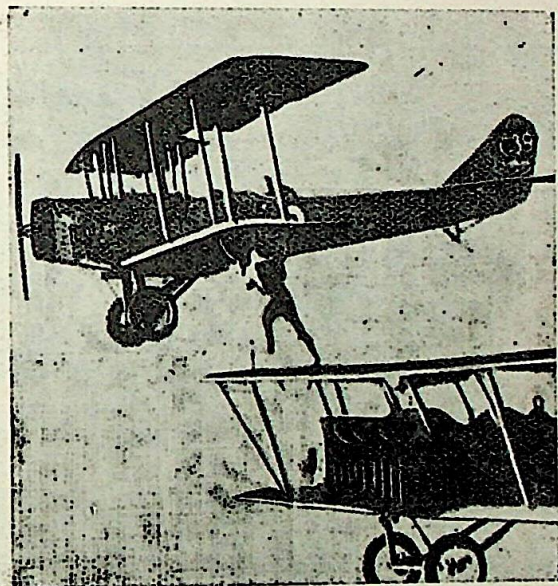
ہوا باز ایک طیّارہ سے دوسرے پر جا رہا ہے

اچھا لو۔ ہم بتائے دیتے ہیں۔ یہ سب کھیل اُن لوگوں کے ہیں جو نہ دیو ہیں نہ پری۔ نہ بھُوت نہ جنّات، بلکہ وہ تُم جیسے بچے ہیں۔ فقط اُن کی عمر زیادہ ہوگئی ہے۔ البتّہ وہ سُست و کاہِل نہیں ہیں اور خطروں میں پڑ نا اُنھوں نے اپنا معمول

کھیں بنا لیا ہے۔ اور جو جس کام کو کرتا ہے یہی چاہتا ہے کہ میرا نمبر اس کام میں اوّل رہے۔ ذرا سوچو۔ کیا تم کو بھی ہر سال درجہ میں اوّل آنے کا انعام ملتا ہے؟ کیا تم بھی کبھی دوڑ میں اوّل آئے ہو؟ کیا تم بھی کسی ٹیم کے کپتان ہو؟

اگر نہیں ہو تو کیوں؟ صرف اس لئے کہ تم کاہل ہو۔ سُست ہو۔ بزدل ہو، نہیں، نہیں، یہ غلط ہے۔ تم بہت محنتی اور شیر دل ہو۔ ہاں لیکن شاید تم پست ہمت ہو اور حوصلہ کا جوش و ولولہ تمہارا دبا ہوا ہے۔ اچھا تو اُسے اُبھارو۔ دیکھو! کوئی اس سال امتحان میں سوا تمہارے اوّل نہ ہونے پائے۔

(یوسف بن باقر)
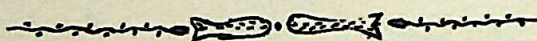
جہان والوں نے دُنیا نئی بسائی ہے
جو بات ہو نہیں سکتی، وہ کر دکھائی ہے
گلیں بنانے میں، سرگرم اک خدائی ہے
مقابلہ ہے، ترقی کی یہ لڑائی ہے
دِکھاؤ ہمّتِ مردانہ شہ سوار بنو
جو چاہتے ہو ترقی تو دستکار بنو

(عرش سیانی)

عجیب حماقت
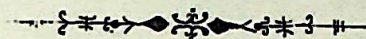
ایک تھا کنجُوس۔ اور ایسا کنجُوس کہ شاید ہی اُس جیسا کوئی دُوسرا ہوگا۔ ایک رُوز اتفاق سے ایک کنویں میں گر پڑا۔ کُچھ لوگ اُس کی مدد کے لِئے آئے اور اُس کے ہلاک ہونے سے پیشتر ایک آدمی نے کنویں کے اندر اُتر کر اُس سے کہا کہ "اپنا ہاتھ مجھے دے"

کنجُوس نے ہاتھ نہیں بڑھایا۔ اُس نے پھر کہا کہ اگر تُو اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دے تُو مَیں تجھے کنویں سے باہر کھینچ لُوں۔ لیکن کنجُوس نے اُس کی بات نہ مانی اور ڈُوب کر مَر گیا۔

جب کنجُوس کی عورت کو کُل حال معلوم ہُوا تُو وہ بہت خُوش ہوئی۔ لوگوں نے تعجب سے پُوچھا کہ تمھیں اپنے خاوند کی موت پر ماتم کرنا چاہیئے نہ کہ خوشی؟ تو اُس نے جواب دیا کہ میرے شوہر نے قسم کھائی تھی کہ وہ اپنی زندگی بھر کسی کو کوئی چیز نہ دے گا۔ شکر ہے کہ اُس نے مرتے

وقت تک اُس کا خیال رکھا اور اپنا ہاتھ نہیں دیا۔ البتہ اگر کوئی یہ کہدیتا کہ "میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لو" تو ضرور وہ اپنا ہاتھ لمبا کر دیتا۔

"وخ"

اُس سے دُنیا میں نہیں کوئی زیادہ بدبخت
جو نہ دانا ہو نہ داناؤں کا مانے کہنا
آن آفت سے بچی جان تو کل خیر نہیں
ایسے نادان کا مشکل ہے سلامت رہنا
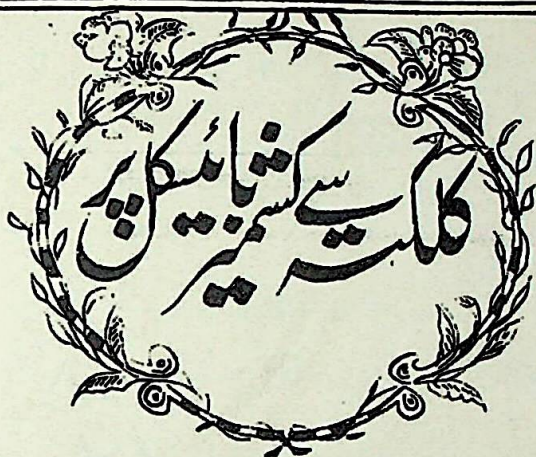
یہ تینوں لڑکے ایس۔بی۔اے۔ کلب بھوانی پور کلکتہ کے ممبر ہیں۔ انھوں نے کلکتہ سے امرتسر تک
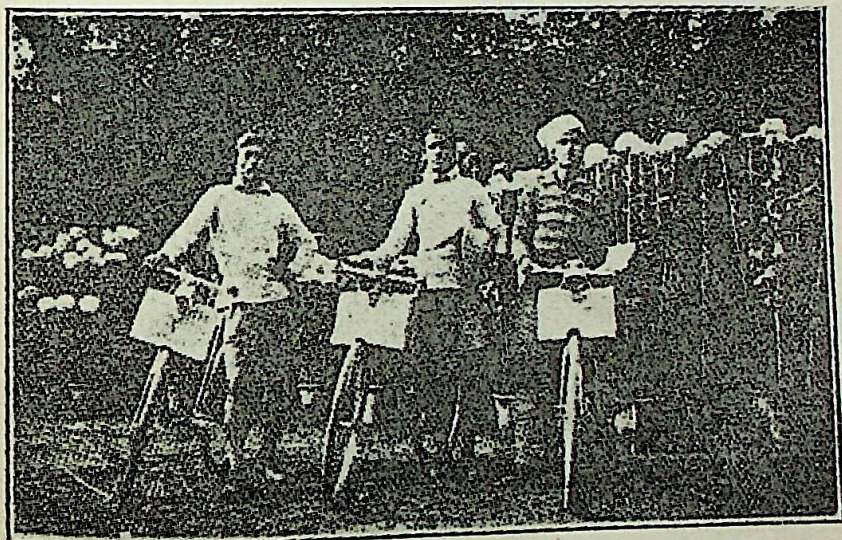
تیرہ سو (۱۳۰۰) میل کا سفر ۱۷ دن میں بائیسکل پر طے کیا۔ یعنی ۷۰ میل روزانہ کی اوسط سے۔ اور اب کشمیر جا رہے ہیں۔ اِن کے نام بھٹا چارجی۔ مکرجی اور کول ہیں ۔ [از ٹائمز آف انڈیا ویکلی]

کیا تم کو بھی سائیکل پر چڑھنا آتا ہے؟ اگر نہیں آتا تو آج ہی سیکھ لو (ایڈیٹر)
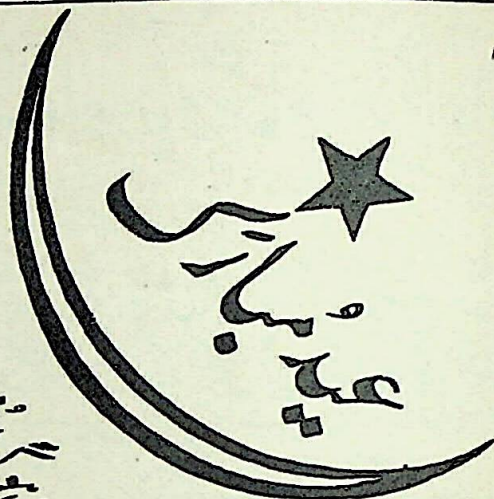
عید مبارک
عید آئی شگفتہ ہو گیا غنچۂ دل
امید ہوئی جہاں میں سب کو حاصل
میری ہے دعا کہ تمہیں طولِ حیات
بخشے ربِّ قدیر مثالِ بدرِ کامل

قصاب اور بادشاہ

(یوسف بن باقر)
الہ آباد

ترکوں میں ایک مثل ہے۔ "ہر آدمی کو سپاہی ہونا چاہئے اور ہر سپاہی کو ۲۶ ہنر جاننا چاہئے"۔ اِس طرح کی مثلیں ہر ملک میں ہو سکتی ہیں لہذا ہر بادشاہ سپاہی ہوتا ہے اور اُسے ہنروں کا جاننا بھی لازمی ہے۔

عرب کے ایک بادشاہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دِن وہ بھیس بدل کر نکلا۔ کہ رعایا کے حالات معلوم کرے۔ ایک قصاب نے اُسے پردیسی مسافر سمجھ کر بھکایا اور اپنے گھر لے گیا۔ وہاں بادشاہ بہت سے آدمیوں کے سر اور ہڈیاں دیکھ کر حیران ہو گیا۔ اُس کو معلوم ہوا کہ یہ قصاب لوگوں کو مار کر اُن کا گوشت جانوروں کے گوشت میں ملا کر بیچا کرتا ہے۔

جب وہ بادشاہ کے کپڑے لتے اُتروا چکا اور ہاتھ پاؤں باندھ دِئے تو بادشاہ نے آب دیدہ ہو کر خدا سے دُعا کی۔ کہ ظالم کے ہاتھوں سے نجات بخشے اِتنے میں بادشاہ کی نظر ایک پھٹی ہوئی چٹائی پر پڑی۔ بادشاہ کو فوراً اپنے ہنر کا خیال آیا۔ وہ بہت عمدہ اور نفیس چٹائی بنانا جانتا تھا۔

بادشاہ نے قصاب سے کہا۔ میں آپ کا مطلب سمجھ گیا۔ لیکن اِس میں آپ کو کچھ زیادہ نہ ملے گا۔ میں چٹائی بہت عمدہ بنانا جانتا ہوں۔ اگر میری

گردن نہ مارو تو ہر چوتھے دن ایک عمدہ چٹائی بنا کر تم کو دوں گا جس کی قیمت پچیس روپیہ سے کم نہ ہوگی۔ تم مجھے قید ہی میں رکھے رہو۔

قصاب کو تو روپے سے غرض تھی۔ چاروں طرف سے مکان کو بند کر دیا اور جو سامان بادشاہ نے منگایا۔ چٹائی بنانے کے لئے لا دیا۔ بادشاہ نے چوتھے دن چٹائی تیار کر دی جس کو دیکھ کر قصاب کی باچھیں کھل گئیں۔ فوراً اس پر بیٹھ گیا۔ پھر لیٹ گیا۔ اس نے پوچھا اس کی کیا قیمت ملے گی؟"

بادشاہ نے کہا "دو سو روپے۔ اور صرف وزیر اعظم ہی اتنی قیمت دیتا ہے"۔ اس نے اور بھی مجھ سے خریدی ہیں۔ قصاب نے فوراً لباس فاخرہ پہنا۔ آئینہ میں اپنی صورت دیکھی۔ اور مزدور کے سر پر چٹائی رکھوا کر وزیر کے محل میں سر شام جا پہنچا۔

وزیر بڑا دانشمند اور زیرک تھا۔ اس نے بادشاہ کی بنائی ہوئی چٹائی فوراً پہچان لی۔ قصاب کو قید کر لیا۔ اور اس کے مکان سے بادشاہ کو پوشیدہ طور پر لے آیا۔ تم سمجھ سکتے ہو قصاب کا کیا حشر ہوا ہوگا۔ وہ جلاد کے حوالہ کیا گیا۔

پس اے ہند کے چھوٹے سپاہیو! کیا تم نے بھی کوئی ہنر سیکھا ہے؟ مجھے امید ہے کہ تم ضرور کوئی نہ کوئی ہنر یا پیشہ سیکھو گے کیونکہ ہنر وقت پر کام آتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ابھی جب کہ صرف چھ فیصدی پڑھے لکھے لوگ ہیں۔ تو نوکریاں نہیں ملتیں۔ دس بیس سال میں تو اور آفت آئے گی۔ علاوہ اس کے پیشہ اور ہنر میں آمدنی بھی زیادہ ہوتی ہے اور آزادی بھی رہتی ہے۔

حصول عیش کی خاطر بے قرار نہ ہو جو چاہتے ہو ترقی تو دستکار بنو

بہار کے دن

(از "پیامِ روح")

آیا ہے بہار کا زمانہ ؎ باغوں کے نکھار کا زمانہ

کلیاں کیا کیا چٹک رہی ہیں ساری روشیں مہک رہی ہیں

ہلکی ہلکی یہ اِن کی خوشبو پھیلی ہوئی ہے چمن میں ہر سُو

چڑیاں گاتیں ہیں گیت پیارے سُنتے ہیں چمن میں پھول سارے

شاخوں کا بنا لیا ہے جھولا پھولوں سے لدا ہوا ہے جھولا

کونپل ہر اِک ہے کیسی پیاری سبزی میں جھلک رہی ہے سُرخی

کتنی راحت فزا ہوا ہے گویا جنّت کا در کھلا ہے

خوش خوش ہر ایک آدمی ہے ہر شئے میں بلا کی دِلکشی ہے

ہر دِل میں اُمنگ کس قدر ہے سب پر ہی بہار کا اثر ہے

سڑکوں پہ جو لوگ جا رہے ہیں
غزلیں بہار کی گا رہے ہیں

کیا تم بہرے ہوگئے ہو؟

(افسانہ)

میاں خیراتی کو سسرال گئے بہت دن ہو گئے تھے۔ جی تو بہت چاہتا تھا لیکن شرم دامن گیر تھی۔ وجہ یہ تھی کہ بیچارے بہرے ہو گئے تھے اور سسرال میں اپنی ہنسی کرانا نہیں چاہتے تھے۔ ان کے خسر کی بیماری کی خبر پر خبر آتی مگر یہ ٹس سے مس نہ ہوتے۔ آخر عید کے دن بیوی سر ہو گئی۔ میاں خیراتی نے سوچا کہ سال بھر کا تہوار۔ کون جھگڑا مول لے۔ کسی نہ کسی طرح راضی ہو گئے۔

بیوی نے دو روپیہ کی مٹھائیاں منگائیں۔ نائی کو بلایا۔ یکّا آگیا اور خیراتی بھی بن سنور کر تیّار ہو گئے۔ غرض کہ سورج لپلپاتے سسرال جا پہنچے۔ لیکن یکّا کس سڑک سے گزرا۔ راستہ میں کون کون ملا۔ کہاں کہاں سے گزرے، اس کی انھیں مطلق خبر نہ ہوئی۔ اس کی وجہ یہ تھی وہ تمام راستے اسی فکر میں ڈوبے ہوئے تھے کہ کون سی تدبیر ہو کہ لوگوں کو میرے بہرے ہونے کا حال نہ معلوم ہو سکے۔

آخر میں انھوں نے طے کر لیا کہ صرف رات بھر رہوں گا۔ اور خسر صاحب کے علاوہ اور کسی سے نہ ملوں گا۔ پھر خیال آیا کہ آخر ان سے بھی تو کچھ باتیں

ضرور کرنی پڑیں گی۔ پس اُنھوں نے اپنے دِل میں چند سوالات اور جوابات سوچ لئے۔ مثلاً :۔

مَیں پوچھوں گا۔ "اب آپ کا مزاج کیسا ہے؟"
خُسر صاحب فرمائیں گے۔ "پہلے سے کچھ اچھا ہوں"۔
میں کہوں گا "خُدا کا شکر ہے، یہ شکر مجھے بڑی خوشی ہوئی"۔

پھر مَیں اُن سے طبیب (ڈاکٹر) کا نام پوچھوں گا۔ اور اُن کے جواب دینے پر کہوں گا کہ "بہت خوب ہُوا کہ وہ ایسے تجربہ کار ڈاکٹر کا عِلاج کرتے ہیں"۔ مَیں دَوا کا نام بھی پوچھوں گا اور کہوں گا "واقعی یہی مُناسب ہے"۔

الغرض وہ اِسی غور و فکر میں غوطے کھا رہے تھے کہ سُسرال کے دروازے پر یکّہ جا کر ٹھہرا۔ اور یہ سیدھے جا کر خُسر صاحب کو سلام کر کے اُن کی چارپائی کے برابر دُوسری چارپائی پر بیٹھ گئے۔ خُسر صاحب ایک تو بیمار۔ دُوسرے عید کا دِن۔ گوں بھُوں۔ گوں بھُوں اور لوگوں کی آمد و رفت سے آرام نہ کر سکے تھے۔ مزاج بھی چڑچڑا ہو گیا تھا۔ خیراتی میں اور اُن میں اِس طرح باتیں شروع ہوئیں :۔

خیراتی۔ "کہئے اب آپ کیسے ہیں"؟

خُسر۔ "بھیّا کیسا رہوں۔ آج مرا کل دُوسرا دِن۔ سانس نہیں سماتی۔ نہ لیٹے چین، نہ بیٹھے چین"۔

خیراتی نے تو سُنا نہیں کہ خُسر صاحب کیا کیا کہہ گئے۔ اپنے سوچے ہوئے سُوال وجواب کے طور پر جھٹ بُول اُٹھے۔

خیراتی۔ اَلحمدُ لِلّٰہ اللہ بڑا کریم ہے۔ مَیں یہ سُن کر سچ مُچ بہت خُوش ہُوا۔ اور میری فکر بہت کچھ دُور ہو گئی۔

خُسر صاحب۔ خیراتی کی باتیں سُن کر تعجّب اور غُصّہ سے بھر گئے لیکن طبیعت کو قابو میں رکھا۔ پھر خیراتی نے پوچھا۔

خیراتی۔ "آپ کون سی دَوا کھا رہے ہیں"؟

خُسر۔ (غُصّہ ہو کر) دَوا کیا خاک کھا رہا ہوں"

خیراتی بیچارے سُن تو سکتے ہی نہ تھے۔ ہونٹوں کے ہلنے سے سمجھ گئے کہ جواب دے دیا۔ جلدی سے بُول اُٹھے۔ "میاں دَوا تو بہت اچھی ہے، آپ کو جلد آرام ہو جائے گا"، غریب خُسر حیران تھا کہ معاملہ کیا ہے؟

خیراتی نے تھوڑی دیر بعد پھر دریافت کیا۔ "ہاں صاحب۔ تو کن کے زیر علاج ہیں"؟

خُسر نے خفا ہو کر کہا ۔۔ "ملکُ الموت کا علاج کر رہا ہوں"

خیراتی سُن تو پاتے ہی نہ تھے، اپنے منصوبے کے مُطابق ہنس کر بُولے۔ "بہت خُوب۔ اُن سے بڑھ کر کوئی بھی نہیں ہو سکتا۔ بڑے پُرانے ڈاکٹر ہیں۔ آپ کو اس تکلیف سے جلد نجات دیں گے"۔

اَب بڈھے سے نہ رَہا گیا۔ وہ چیخ کر بولا "کیا تم بہرے ہو گئے ہو"!

اِس مَرتَبہ خیَراتی نے پُوری بَات سُن لی اور ندامت سے کہا "آخر آپ نے سمجھ ہی لیا"

(چندر بھان طالب علم۔ بہرائچ)
("سیوا" الہ آباد سے)

دَولتمند ہونے کے اُصول

امریکا کے قارون، مسٹر راکفلر نے بتایا ہے کہ اُن کی تمام دولتمندی چار اُصولوں پر سختی سے عمل کرنے کا نتیجہ ہے، اور لکھا ہے کہ اُن پر عمل کر کے ہر آدمی، دولتمند بن سکتا ہے۔ وہ اُصول حسب ذیل ہیں:

۱۔ بے ضرورت کچھ نہ خریدو۔

۲۔ کفایت شعار بنو۔

۳۔ اپنا ہر کام پوری مُستعدی سے انجام دو۔

۴۔ اچھی عادتیں رکھو۔

(از "پیام"۔ کلکتہ)

مولانا محمد علی مرحوم

بھلا وُہ کون لڑکا ہوگا جس نے شوکت علی محمد علیؒ کا نام نہ سُنا ہو۔ گاندھی جی کی طرح یہ بھی ہندوستان کے بڑے لیڈر گنے جاتے ہیں۔ یہ دونوں بھائی گول میز کانفرنس میں شریک ہونے کے لئے لندن گئے تھے۔ وہیں ۴ جنوری ۱۹۳۱ء کو اُن کا انتقال ہو گیا۔ ہم اپنے کمسن دوستوں کے لئے اُن کے زندگی کا مختصر حال لکھتے ہیں:۔

مولانا محمد علی ۱۸۷۸ء میں ریاست رامپور میں پیدا ہوئے۔ اُن کے باپ کا نام عبدالعلی تھا۔ وہ ریاست میں عہدہ دار تھے۔ ابھی یہ دونوں بھائی چھوٹے چھوٹے ہی تھے کہ بابا نے آخرت کا سفر اختیار کیا۔ بی امّاں (اُن کی ماں) نے دونوں مُرجھائے ہوئے پَودوں سے اپنا اُجڑا ہوا باغ سجایا۔ اور اُن کو پروان چڑھایا اور جوش و وَلولہ اُن کی رَگ رَگ میں بھر دیا۔

مولانا نے بریلی ہائی اسکول سے انٹرنس پاس کیا۔ اور پھر علیگڈھ یونیورسٹی میں تعلیم پاتے رہے۔ اور ولایت جاکر "آکسفورڈ یونیورسٹی" میں اپنی تعلیم پوری کی۔ ۱۹۰۲ء میں ولایت سے اپنے وطن کو چلے آئے اور ریاست رامپور کے چیف ایجوکیشنل افسر مقرر ہوئے۔ اس کے بعد ریاست بڑودہ میں چھ سات سال

افیون کے افسرِ اعلیٰ تھے۔

مولانا مرحوم نے ۱۹۱۱ء میں کلکتہ سے اپنا "کامریڈ" اخبار انگریزی زبان میں جاری کیا۔ ۱۹۱۲ء میں دہلی چلے آئے۔ ۱۹۱۳ء میں دہلی سے اپنا روزانہ اخبار "ہمدرد" بھی نکالا۔ اور نہایت سرگرمی و جوش و خروش کے ساتھ مسلمانوں اور ہندوستانیوں کی بھلائی کے لئے سالہا سال تک کوشش و سعی کرتے رہے۔ اور طرح طرح کی مصیبتیں اُٹھائیں۔

جب کوئی بات مولانا ممدوح کے دل نشیں ہو جاتی تھی تو پھر وہ کسی دُنیاوی تکلیف و آرام کے خیال سے اُسے پورا کرنے سے باز نہ رہتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ بیماری کی حالت میں بھی وہ لندن تک سفر کرنے کے لئے تیّار ہو گئے۔ کیوں کہ اُنھوں نے اچھّی طرح سمجھ لیا تھا کہ گول میز کانفرنس میں شریک ہونا ضروری ہے۔ مولانا نے اس کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ "یا تو میں آزاد ہندوستان کو واپس ہونگا یا سرزمین انگلستان ہی میں میری قبر بنے گی"۔

افسوس کہ یہ آخری بات سچ ہو کر رہی۔ مولانا نے جس کام کو ہاتھ میں لیا تھا اُسی میں اپنی جان تک قربان کر دی۔ مولانا مرحوم نہایت خوش اخلاق اور عالم فاضل تھے۔ بڑے بڑے عمدہ لکچر دیتے تھے۔ بحث میں بھی اُن سے کوئی آسانی سے

پار نہیں پاتا تھا۔ آپ شاعر بھی تھے اور جوہر تخلّص تھا۔ قوم اور ملک کی بھلائی کے کاموں میں دن رات لگے رہتے تھے۔ خداوند کریم ایسے خادمِ خلق کو فردوس بریں عطا فرمائے۔ آمین۔

(شیخ عمر۔ احمد آباد)

ضروری اطلاع

ہم اپنے ہمعصر اور معزز دوست محمد ممتاز حسین صاحب مالکِ اودھ پنچ کے تہِ دل سے شکر گزار ہیں کہ اُنھوں نے "بچّوں کی دُنیا" کے متعلق ہمیں مُفید مشورہ دیا لہذا اُن کے مشورے کے مطابق ہم اعلان کرتے ہیں کہ آئندہ سے ہم بچّوں کے مضامین میں کوئی ترمیم نہ کریں گے بلکہ بجنسہ شایع کردینگے۔ اور جو کچھ دُرستی زبان یا املا وغیرہ کی ہم کرینگے اُس کو حاشیہ ذیل میں ظاہر کردیا کرینگے تاکہ دوسرے بچّوں کی بھی اس سے اصلاح ہوتی جائے۔

کہانی

چور اور اُس کی ماں

اسکول کا ایک طالب علم اپنے کسی ہم سبق کی ایک کتاب چرا لے گیا۔ اُس نے وہ کتاب لیجا کر اپنی ماں کے سپرد کر دی۔ اس فعل پر اُسکی ماں نے اُس کو ذرا بھی نہ دھمکایا۔ بلکہ اُسکو چوری کرنے کی اور ہمت دلائی۔ دوبارہ دوسری چیز چرا لے گیا۔ پھر بھی اُس کی ماں کچھ نہ بولی۔ الغرض جیسے جیسے وہ لڑکا بڑا ہوتا گیا ویسے ویسے چوری کرنے کی ہمت بھی بڑھتی گئی۔ اب وہ بڑے بڑے ہاتھ مارنے لگا اور بہت سی قیمتی چیزیں، گھڑی۔ فاؤنٹین پن۔ عمدہ عمدہ چاقو وغیرہ لا لاکر اپنے گھر میں جمع کرتا رہا۔ آخر کار ایک دن چوری کرتے ہوئے پکڑا گیا۔ اُس نے پکڑنے والوں میں سے ایک کے پیٹ میں چھرا بھونک دیا اور وہ مر گیا۔ اُس کو پھانسی پانے کا حکم ہوا۔

جب وہ جیل خانے کی طرف جا رہا تھا۔ تو بھیڑ میں اُس کی ماں بھی آہ و زاری کرتی ہوئی اُس کے ساتھ ساتھ جا رہی تھی۔ چور نے لیجانے والے سپاہیوں سے کہا، کہ میں اپنی ماں کے کان میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ سپاہیوں نے منظور کر لیا۔ اُس کی ماں فوراً اُس کے پاس آئی اور اپنا کان اُس کے منہ کے پاس لے گئی۔ چور نے زور سے اُس کا ایک کان کاٹ لیا۔ درد سے

بے چین ہو کر اُس کی ماں بلبلا اُٹھی اور اُس کو طرح طرح کے کوسنے اور گالیاں دینے لگی۔
چور کی یہ حرکت دیکھ کر دوسرے لوگ بھی بہت بگڑے۔ اُس نے کہا وہ میری ماں ہی میری بربادی کا باعث ہے۔ بچپن میں جب پہلی دفعہ میں نے کتاب چرا کر اِس کو دی تھی اُس وقت
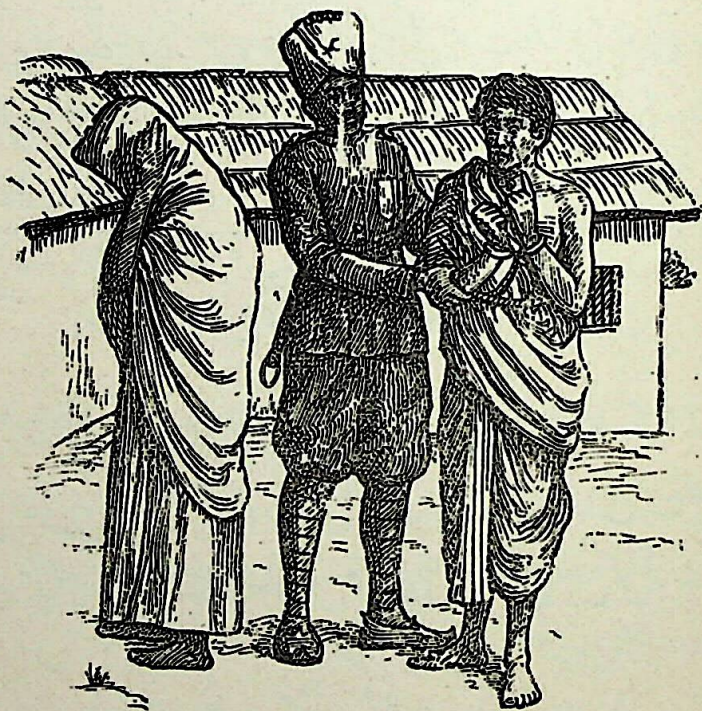
اگر مار پیٹ کر یہ مجھے چوری سے روک دیتی تو آج مجھے پھانسی کی سزا نہ ہوتی۔
پیارے بچو۔ کہانی تو ہم نے لکھدی۔ اب تم اس کہانی سے جو جو نتیجے نکلتے ہوں اُن کو الگ الگ نمبروار لکھو۔ تم دیکھو گے کہ اس کہانی سے پانچ سبق ملتے ہیں وہ کون کون سے ہیں؟

ہونہار - یہ طالب علموں کا باتصویر رسالہ ہے جو فیاّض حسین صاحب نسیم (جامعی) کی ادارت میں صدر بازار، دہلی سے نکلتا ہے۔ مضامین بہت اچھّے اور معلومات بڑھانے والے ہوتے ہیں اور بعض مضامین طالب علموں کے لکھے ہوئے بھی ہوتے ہیں جس سے طُلباء کی ہمّت افزائی ہوتی ہے۔ لکھائی، چھپائی بھی اچھی ہے۔ ہماری رائے میں یہ رسالہ طلبا کے لئے ہر طرح سے مفید ہے چندہ سالانہ ۲؎

شیشے کے گھر

عنقریب شیشے کی بڑی بڑی عمارتیں بننے لگیں گی۔ امریکا کے ایک موجد نے شیشے کی اینٹیں بنالی ہیں اور اُس کا دعویٰ ہے کہ یہ پتھر اور سمنٹ سے بھی زیادہ پائدار ہیں۔ اُن پر خرچ بھی کم بیٹھے گا۔ پچاس فیصدی کی خرچ میں کمی ہوجائے گی!

(از 'پیام' - ہفتہ وار - کلکتہ)

ربر کی سڑکیں

لندن میں ربر کی سڑکیں بن گئی ہیں۔ جو بہت پائدار ثابت ہوئی ہیں اور صاف بھی خوب رہتی ہیں۔ دوسرے ملک والے اس پر غور کر رہے ہیں۔

جس طرح بڑا دن عیسائیوں کا، عید مسلمانوں کا تیوہار ہے اُسی طرح دسہرہ، دیوالی اور ہُولی ہندؤں کے تیوہار ہیں۔

ہندؤں کی پُران میں راجا ہرن کیشپ اور اُن کے لڑکے پرہلاد کی کتھا سے ہُولی کی حقیقت اِس طرح ظاہر ہوتی ہے:-

پرہلاد لڑکپن میں رام (خدا) کا بھگت (موحد) تھا۔ جب یہ بات اُس کے باپ کو معلوم ہوئی جو رام کو نہیں مانتا تھا (خدا کا منکر تھا) تو اُس نے پرہلاد کو ستانا شروع کیا۔ تاکہ وہ رام کا نام نہ لیا کرے۔ یہی نہیں بلکہ اُس کو کئی بار جان سے مار ڈالنے کی بھی کوشش کی گئی۔ یہاں تک کہ ایک بار اُس کو پکڑ کر پہاڑ پر لیجا کر نیچے گرا دیا گیا۔ لیکن جس کو خدا رکھے اُسے کون چکھے۔

جب ساری تدبیریں بیکار ثابت ہوئیں۔ تو راجا ہرن کیشپ کی رانی کی بہن ہولکا نے کہا کہ میں پرہلاد کو بہت آسانی سے مار سکتی ہوں۔ راجا کا خون اپنی ہٹ دھرمی سے سفید ہو رہا تھا۔ اُس کی سنگدلی دیکھئے کہ اپنے بیٹے کی جان لینے پر تُلا ہوا

تھا، اُس نے رام کے بھگت پرہلاد کو ہولکا ڈائن کے حوالہ کر ہی دیا۔

ہولکا کو ایک منتر یاد تھا۔ جس سے آگ اُس کو ضرر نہیں پہنچا سکتی تھی۔ اِسی گھمنڈ میں وہ **خدا دوست** پرہلاد کو گود میں لیکر لکڑی کے بڑے بھاری انبار پر جا بیٹھی جسے فوراً آگ لگا دی گئی۔

وہ رحمٰن و رحیم رام جو اپنے دشمنوں پر بھی نظر رکھتا ہے بھلا دوستوں کو کب بھلا سکتا ہے۔ رام کا سچا بھگت اُس زبردست آگ اور دھوئیں میں اُسی طرح جگمگاتا رہا جس طرح بدلی میں چاند۔ اور ہولکا جل کر خاک سیاہ ہوگئی۔

چنانچہ اُسی زمانہ میں یہ رسم ہولی کی جاری ہوئی۔ ہندو لوگ ہولکا کی بداعمالی کی یاد میں اُس دن ہر بستی میں ہولی جلاتے ہیں اور اُس کے نام پر لعنت کرتے اور گالیاں دیتے ہیں۔ دھیرے دھیرے اس تیوہار میں بہت سی تبدیلیاں ہوگئی ہیں۔

ہولی کا تیوہار ہر سال ماہ پھاگن کی پورنماشی کو ہوتا ہے۔ اُس روز رات کو سب لوگ ہولی جلنے پر تاپتے اور ہولی کے گیت گاتے ہیں۔ ہر امیر غریب اپنے دوستوں سے بغلگیر ہوتے اور ایک دوسرے پر رنگوں کی بارش کرتے ہیں۔ اور خُوب گُل چھرّے اُڑاتے ہیں۔ بچّوں کی خوشی کا کیا کہنا۔ خوب ایک دوسرے پر رنگ چھوڑتے ہیں اور جو سامنے پڑا اُسی کو اپنی پچکاری کا نشانہ بناتے ہیں۔

برج یعنی بندرابن کی ہولی مشہور ہے۔

(پنڈت دوارکا پرشاد ہیڈ ماسٹر)

کسٹرائیل
یا

رینڈی کا تیل، ایک بہترین مُسہل ہے۔ نیز وُہ سر کے بالوں کے لئے بہت مفید ہے۔ لیکن عام طور پر لوگ اُسے اس لئے استعمال نہیں کرتے کہ بہت بدمزہ اور بُودار ہوتا ہے۔ صاف کیا ہوا تیل، گراں ہے اس لئے اُسے ہر شخص ہمیشہ خرید نہیں سکتا۔ لیکن اگر چاہو تو اپنا دیسی تیل ہی ایسا بنا سکتے ہو کہ اُس کی بُو دور ہو جائے۔ اور ذائقہ بھی درست ہو جائے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ تیل میں انڈے کی سفیدی ملا دو۔ بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔

(از رسالہ "حریم" لکھنؤ)

سارا جنگل سُورج کی گرمی سے تپ رہا تھا۔ ہر ہر ذرّہ سے چمک پیدا ہو رہی تھی۔ پیڑوں کی پتّیاں جُھلس کر زرد پڑ گئی تھیں۔ جانور جھاڑیوں میں چُھپے ہوئے تھے۔ چڑیاں گھونسلوں میں مُنہ چھپائے بیٹھی تھیں، عین اُسی حالت میں شاہنشاہ جہانگیر شکار کھیلتا ہوا اپنے ہمراہیوں سے بچھڑ کر سایہ اور پانی کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا تھا، اُسکا گھوڑا پسینہ سے تر ہو گیا تھا مگر اب بھی ہوا کے مانند فرّاٹے بھر رہا تھا۔ شاہنشاہ کا چہرہ پیاس اور دھوپ کی تیزی کے باعث سانولا ہو رہا تھا' آخر کار بڑی دَوڑ دُھوپ کے بعد اُسے ایک ہری بھری جگہ نظر آئی۔ وہ فوراً گھوڑے کو ایڑ لگا کر وہاں پہونچا۔ یہ جگہ اُس جنگل میں جنّت کا نمونہ تھی۔ ایک بہت بڑے بُرگد کے سایہ میں ایک گھر تھا جِس کے دروازہ پر ایک حسین اور کمسن لڑکی "رو پا" کھڑی تھی پاس ہی چند کیاریوں میں طرح طرح کے پُھول کِھلے ہوئے تھے۔ جنکی دیکھ بھال غالباً اِس وجہ سے کیجاتی تھی کہ مہادیو جی کے مَندر میں چڑھانے کے کام آئیں جو قریب ہی بنا ہوا تھا۔

شاہنشاہ جہانگیر نے روپا کی بھولی بھالی صورت کو پیار سے دیکھکر کہا کہ بیٹی میں ایک

مسافر ہوں اور راستہ بھٹک کر اِدھر آگیا ہوں، تھوڑا پانی پلاکر میری پیاس کو بجھا۔

روپا نے شاہنشاہ کو دیکھتے ہی ڈر کر اور شرما کر آنکھیں نیچی کرلیں، اور نہایت ہی ادب سے بولی "آپ مسافر ہیں، میں سمجھ گئی، گھوڑے سے اُتریئے، تشریف رکھئے میں ابھی پانی لاتی ہوں"

شاہنشاہ جہانگیر گھوڑے کو باندھ کر تخت پر بیٹھ گیا، روپا اندر گئی اور تھالی میں جَو کی دو روٹیاں، کچھ ترکاری اور پیتل کی لُٹیا میں پانی لیکر باہر آئی اور نہایت ہی مُحبّت بھری آواز میں بولی کہ حضور باسی مُنھ پانی نہ پیجئے ایک ٹکڑا روٹی کا بھی کھا لیجئے۔ جہانگیر اُس کی بھولی بھالی خواہش کو رَد نہ کرسکا۔

جس وقت جہانگیر کھانے میں مصروف تھا، روپا اُس کی طرف غور سے دیکھ رہی تھی شاہ کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی تھی، جسمیں یاقوت عراقی کا نگینہ تھا۔ اُسے دیکھتے ہی روپا اندر گئی اور ایک تھیلا اُٹھا لائی جس میں کچھ کاغذات تھے، اُس نے تھیلے کو جہانگیر کے سامنے کھول کر بھولے پن سے کہا "میں آپ کا ہاتھ دیکھنا چاہتی ہوں"۔ شاہ نے ہاتھ بڑھا دیا روپا نے اُسے دیکھا اور ایک کاغذ نکالا، جس میں کوئی زائچہ بنا تھا۔ اُس نے جہانگیر کی صورت کو اس سے ملایا تو اُس کے چہرے پر خوشی کا رنگ چمکنے لگا اور اُسی کے ساتھ ہی اُسنے اُٹھکر کسی کو پُکارا۔

ایک بُڑھیا مندر سے نکل کر آئی اور روپا سے پوچھنے لگی "بیٹی یہ کون ہے"۔ روپا ابھی کچھ جواب بھی نہ دے پائی تھی کہ شاہنشاہ نے گردن جھکا کر کہا کہ میں ایک سپاہی ہوں، دہلی میں رہتا ہوں، لشکر شاہی سے بچھڑ کر یہاں آنکلا، اِس لڑکی کا شکر گزار

ہوں کہ اُس نے مجھے کھانا کھلایا۔ اور پانی بھی پلایا۔

روپا یہ سُن کر ہنسنے لگی اور بولی کہ مَیں پہچان گئی ہوں، آپ سچ سچ کیوں نہیں بتاتے کہ میرے شاہنشاہ ہیں۔ یہ دیکھئے میرے پِتا (باپ) نے یہ زائچہ کھینچکر مجھے بتایا تھا اور وہ تمام نشانیاں آپ میں موجود ہیں۔

جہانگیر نے روپا کی سمجھ اور عقلمندی دیکھکر بڑھیا سے کہا "آپ کچھ اپنی کہانی سُنائیں۔ کہ اس سنسان جنگل میں، جہاں جنگلی جانور رہتے ہیں، بسر کیونکر ہوتی ہے"۔

بُڑھیا نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا "میرا حال آپ کیوں پُوچھتے ہیں۔ گاؤں والے کچھ نہ کچھ کھانے کے لئے دیجایا کرتے ہیں۔ ہم کبھی امیر تھے، میرے پتی (شوہر) پنڈت گیانی بیاس عالم اور نجومی تھے جو کچھ خفا ہو کر جنگل میں آبسے تھے۔ انھوں نے اپنی بیٹی روپا کو بھی علم نجوم سکھایا تھا، اُنھوں نے ایک روز روپا سے بتایا تھا کہ میرے بعد تو آرام سے رہیگی ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ شاہِ دہلی تیرا مہمان ہوگا۔ اُنھوں نے تمام نشانیاں بھی اُسے بتا دی تھیں روپا نے آپ کو پہچان لیا اور اب میں یہ تسلیم نہیں کر سکتی کہ آپ سپاہی ہیں۔

"خیر! اس سے کیا فائدہ، آج سے تم میری ماں ہو اور روپا میری بیٹی" کہکر جہانگیر نے اپنی انگوٹھی روپا کو پہنا دی۔

روپا شاہ کے قدموں پر گرنے لگی تو جہانگیر نے اُسے سینے سے لگا لیا، اتنے میں بِگُل کی آواز آئی اور تمام بِچھڑے ہوئے سوار بھی آکر جہانگیر سے مل گئے، تب روپا نے ہنسکر کہا،

کہ میرے باپ کا عمل سچا تھا۔

جہانگیر نے کہا کہ ہاں بیشک یہ سچ ہے کہ میں جہانگیر شاہ دہلی ہوں۔

یہ سن کر بڑھیا نے روپا سے کہا کہ بیٹی جا شاہ کی امانت لاکر دیدے۔ روپا اندر گئی اور ایک خط لائی جس کی عبارت فارسی میں تھی۔ اس میں لکھا تھا "اے شاہنشاہ ہند! آپ کی عمر بڑی ہو، آپ کو ہندوستان کا راج مبارک ہو، ایک روز دکن بھی آپ کی حکومت میں ہوگا، مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کی زیارت نہ کرسکا۔ میری ایک وصیت یہ ہے کہ میری بیٹی روپا کو جو بے یار و مددگار ہے، اپنے سایہ میں لے لیجئے۔"

شاہنشاہ جہانگیر روپا کو اپنے محل میں لے آیا، نورجہاں اس کے ہنر اور عقلمندی کو دیکھکر بہت خوش ہوئی اور اسے اچھے اچھے کپڑے اور زیور پہنا کر بالکل دلہن بنا دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد جہانگیر نے ایک شریف اور امیر برہمن کے ساتھ اس کی شادی کردی۔

میل اور محبت کا یہ سماں بہت ہی بھلا معلوم ہوتا تھا۔ جب نوشہ اندر آیا تو جہانگیر شاہجہاں اور تمام بڑے بڑے افسر اس کے ہمراہ تھے۔ تمام رسمیں منائی گئیں اور اس کے بعد شاہی جہیز کے ساتھ دلہن رخصت کردی گئی۔ شاہ نے لاکھوں روپیہ نقد اور ٹالی ریاست بھی روپا کو بخشدی۔

[ماہ جنوری ۱۹۳۱ء کے رسالہ بچوں کی دُنیا، صفحہ ۲ تا ۹ پر "تم اسکول کیوں نہیں جانا چاہتے ؟" ایک مضمون چھپا ہے جس کے جواب میں بچوں نے چودہ۱۴ تجویزیں پاس کی ہیں۔ اور لکھا ہے کہ اگر ہمارے یہ مطالبات پورے کردئے جائیں تو "بچوں کی دُنیا" کا ہر ایک فرد اپنی ضد چھوڑ دے۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ افسران محکمہ تعلیم ان پر غور فرمائیں گے۔ - ایڈیٹر]

۱- جب بچہ اسکول میں پڑھنے کے لئے آئے تو اُس کو اسکول کی عمدہ عمدہ چیزیں دکھائی جائیں، تاکہ بچّے کی طبیعت خود بخود اسکول کی طرف مائل ہو جائے۔

۲- بچّوں کو شروع شروع میں ایسے کھیل کھلائے جائیں جن کی طرف اُن کو پہلے ہی سے رغبت ہو، مثلاً گلّی ڈنڈا- آنکھ مچولی- کبڈّی- گیند تڑّی وغیرہ اور پھر عمدہ عمدہ کھیل سکھائیں جائیں۔

۳- اسکول میں ایک باغیچہ لگاکر بچّوں سے کام کرایا جائے۔

۴- بچّوں کو سلیس اور دلچسپ مضامین کی کتابیں پڑھائی جائیں جن میں تصویریں بھی ہوں۔

۵- بچّوں کو کچھ سوال دئے جائیں اور انعام مقرر ہوں جس سے بچّوں کی طبیعت انعام کے لالچ سے پڑھنے میں لگ جائے۔
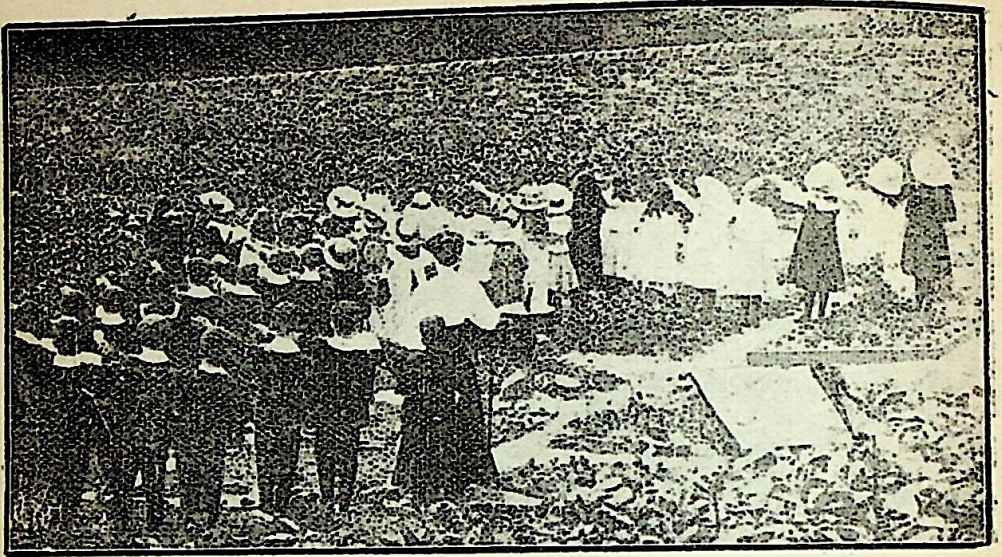
بچّوں کو زراعت کی تعلیم دیجا رہی ہے۔

[illegible] (صفحہ ۱۱۶)
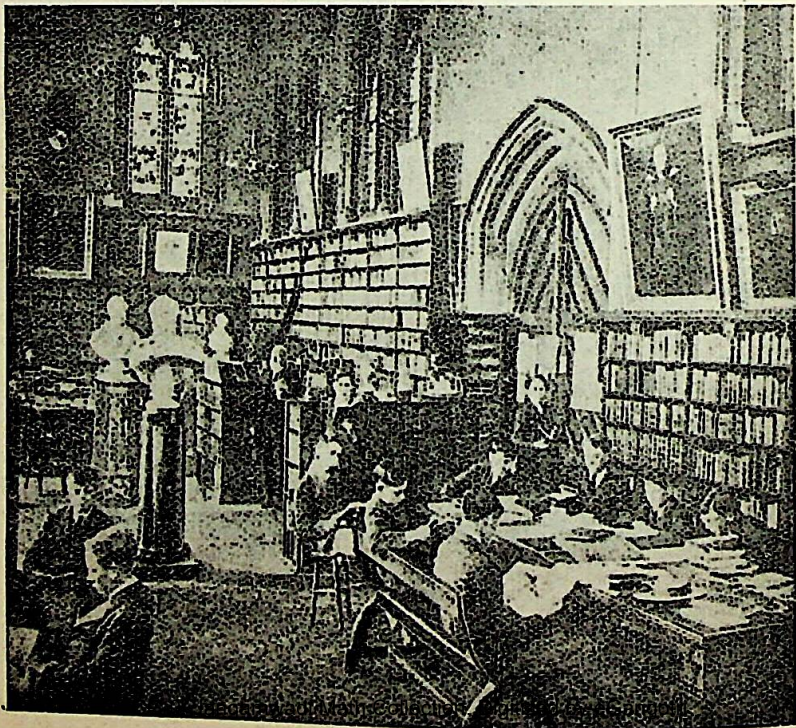
اسکول میں جی لگنے کا سامان (صفحہ ۱۱۷)
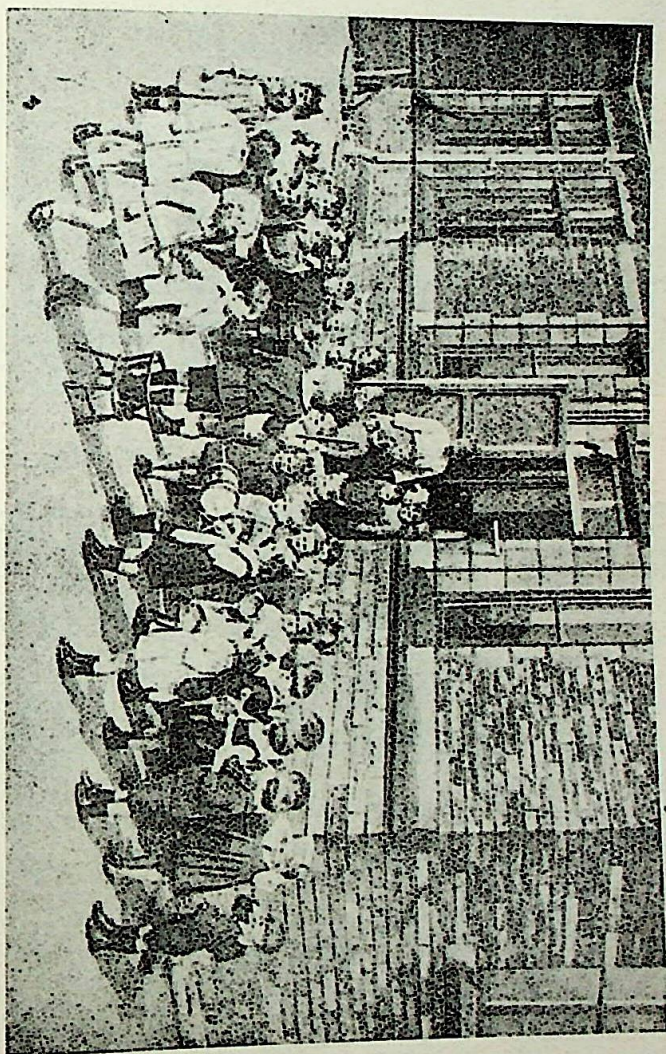
۶- اِسکول میں ہفتہ وار یا ماہوار ایسے ڈرامے طلبا سے کرائے جائیں جن میں کہ بچے خود رُوپ بدلیں اور کام کریں۔

۷- جو بچے کُند ذہن ہوں اُن کو الگ سبق پڑھایا جائے اور ذہین بچوں کو الگ۔ تاکہ بچے کی طبیعت پڑھنے سے نہ اُکتائے۔

۸- بچوں کو اُن بڑے آدمیوں کے قِصّے پڑھائے جائیں اور سُنائے جائیں جنھوں نے عُمدہ تعلیم حاصل کر کے اِنعام و شُہرت پائی ہے۔ مثلاً۔ گاندھی۔ ایشور چند ودّیا ساگر۔ سر سید احمد خاں، وغیرہ۔

۹- بچے کی رغبت جس کام کی طرف ہو، اُس سے تھوڑی دیر وہ کام بھی کرایا جائے۔

۱۰- اُستاد لوگ بچوں کو بغیر مار پیٹ کے سبق یاد کرادیں۔

۱۱- غریب بچوں کو کُل سامان، کاپی۔ کتاب قلم۔ دوات وغیرہ کے ساتھ ساتھ کھانا کپڑا بھی دیا جائے۔

۱۲- اسکول کی فیس بالکل معاف ہو۔

۱۳- ہر مضمون کی تعلیم بچوں کی مادری زبان میں ہو۔

۱۴- اُستادوں کو معقول تنخواہ دی جائے اور ٹیوشن کرنا اُن کے لئے جُرم قرار دیا جائے۔ (ایک طالب علم۔)

آنکھوں کو

نفع

۱- تڑکے اُٹھنے سے

۲- جلد ہضم ہوجانیوالی غذاؤں سے

۳- کتاب پر روشنی پیچھے سے آنے سے

۴- رات کو جلد سو جانے سے

۵- سر میں خوشبودار تیل لگانے سے

۶- کھانا کھانے کے بعد کوئی میٹھی چیز کھانے سے

۷- جھیل دریا سرسبز کھیت و باغات وغیرہ کی سیر سے

۸- کبوتر بازی اور پتنگ بازی سے۔

۹- خوبصورت چیزوں کے دیکھنے سے

۱۰- سرمہ استعمال کرنے اور مُرغّن غذاؤں سے

نقصان
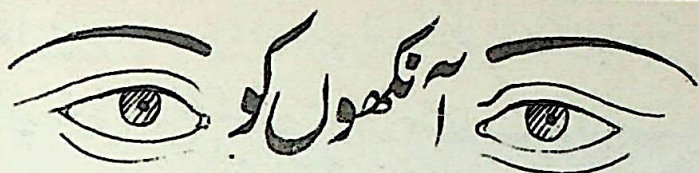
۱- صبح کو دیر تک سونے سے

۲- دیر میں ہضم ہونے والی غذاؤں سے

۳- کتاب پر روشنی سامنے سے آنے سے

۴- رات کو زیادہ پڑھنے سے

۵- سر پر تیز گرم پانی ڈالنے سے

۶- ایسی چیزیں جن میں نمک زیادہ پڑگیا ہو کھانے سے

۷- تنگ مکانوں میں گُھسے رہنے سے

۸- رات دن کتابوں کے کیڑے بنے رہنے سے

۹- کریہہ منظر اور مُردوں کے دیکھنے سے

۱۰- بلاضرورت عینک لگانے سے سخت دماغی محنت سے

پہونچتا ہے

ماہ جنوری کے سوالات کے جوابات

ملک کے ہر حصّے سے بچّوں نے جوابات روانہ کیئے۔ جن میں سے اوّل دو جواب قریب قریب ہر بچّے کے صحیح تھے۔ لیکن تیسرے سوال کا جواب کسی کا صحیح نہیں ہے مسٹر اندرپل۔ لکھوتی پنجاب، کے جوابات سب سے زیادہ صحیح ہیں۔ اور کتاب اُن کو انعام دیجائیگی۔

تیسرے سوال کا جواب۔ یہ ہے کہ ماں اور بیوی کو خطرہ میں کیوں ڈالے۔ جہاز کے کپتان کی طرح خود اپنے آپ مرنے پر تیّار ہو جائے اور کمزور عورتوں کو جانے دے۔ ماں یا بیوی میں سے کسی کو چھوڑ جانا سخت بُزدلی ہوگی۔

[illegible]

آپ لوگ جو مضامین ہم کو چھاپنے کے لئے بھیجتے ہیں وہ زیادہ تر ایک ہی طرح کے ہوتے ہیں۔ یعنی قصّے، کہانی۔ آپ کو چاہیئے کہ نئی نئی باتیں سوچ کر لکھیں جسکو لوگ شوق سے پڑھیں۔

اگر آپ نے ماہ جنوری و فروری کے پرچے نہ دیکھے ہوں تو ضرور منگا لیجئے۔ اور نئے سال سے اپنا فائل پورا رکھیئے۔ قیمت فی پرچہ ۵ر آنہ ہے۔

جواب کے لئے جوابی کارڈ آنا چاہیئے

آپ لوگوں کو اگر کوئی کتاب نہ ملتی ہو تو اُسکا نام وغیرہ ہم کو لکھئے۔ اگر آپ کچھ کتابیں پُرانی خریدنا چاہیں یا بیچنا چاہیں تو وہ بھی ہم کو لکھئے۔ ہم اخبار میں جواب دیں گے۔

بچوں کی دنیا
ماہوار رسالہ
چندہ سالانہ
عہ/۸

فہرست مضامین

مضمون	مضمون نگار	صفحہ
اپریل کا مہینا (نظم)	ایڈیٹر	۱۲۱
خیالات کا اثر (افسانہ)	قاسم بھائي - سورتی	۱۲۲
اونٹ کا بچہ (نظم)	حضرت ناظم - انصاري - بمبئي	۱۲۶
راستے میں سبق	ایڈیٹر	۱۲۸
ندیا پور (نظم)	پروفیسر حامد اللہ افسرؔ بی-اے-	۱۳۰
چالاک سپاھي	ماخوذ از 'ارمغاں' - دھلي	۱۳۱
انعامی گھڑی	یوسف بن باقر - الہ آباد	۱۳۳
میں ڈاکٹر بنوں گا (نظم)	ایڈیٹر	۱۳۸
ڈر کیا چیز ھے؟	ٹھاکر شام لال سنگھہ - الہ آباد	۱۳۹
گڈ فرائی ڈے	مسٹر آئي - ڈیوڈ - اجمیري	۱۴۳
آبادي کے لحاظ سے ملکوں کے نمبر	ماخوذ از 'سپاھي' آگرہ	۱۴۵
ایک خط	تیغ بہادر، طالب علم	۱۴۶
کون کون چھپے ھیں؟	ایڈیٹر	۱۵۰
ھندوستان میں کتني آبادي ھے؟	〃	۱۵۱
افلاطون کي حکمت		۱۵۱
کھانا اور کس طرح کھانا	مسٹر عنایت مسیح	۱۵۲
سمندر کا پانی نیلا کیوں ھے؟	ماخوذ از 'ریاست' دھلي	۱۵۵
سہیلي - گڑیا کي شادي (نظم)	ایڈیٹر	۱۵۶
بچوں کا کمرہ - کھیل تماشا	〃	۱۵۸
انعامي سوال	〃	۱۵۹
ھماري ڈاک	〃	۱۶۰

گایتري دیوي اور بششتهہ

بچوں کی دنیا

نمبر ۴	ماہ اپریل ۱۹۳۱ء	جلد ۱

اپریل کا مہینا

ایڈیٹر

اے دوستو پھر آیا اپریل کا مہینا — گرمی کی فصل لایا اپریل کا مہینا

آئیں گے صبح کو پھر ٹھنڈی ہوا کے جھونکے — غنچوں کو گل کریں گے بادِ صبا کے جھونکے

اپنی بہار تازہ کیری دکھائیگی پھر — کوئل سہانی بولی ہم کو سنائیگی پھر

اب صبح کو سویرے اسکول جائیں گے ہم — اور پڑھ کے دس بجے تک پھر گھر میں آئیں گے ہم

جاڑوں کی فصل میں ہوتی تھی کم گبڈی — اب شب کو چاندنی میں کھیلیں گے ہم گبڈی

اونی لباس ہوں گے اب ناگوار تن پر — ہلکے سفید کپڑے پہنیں گے ہم بدن پر

خیالات کا اثر

مَیں افریقہ کا رہنے والا ہوں۔ شہر نیرُوبی میں پیدا ہوا تھا۔ میری عُمر تیرہ سال ہے۔ میرے والد گجراتی میمَن ہیں اور وہاں کے سوداگر۔ مَیں نے اُردو اپنی والدہ سے سیکھی۔ مجھے سُورت آئے ہوئے ایک ماہ کا عرصہ گزرا۔ میرے والد اپنے دُوست کے یہاں سے "بچوّں کی دُنیا" لائے۔ مجھے بہت پسند ہے، مَیں نے اُس میں لڑکوں کی لکھی ہوئی باتیں پڑھیں۔ میرا دِل چاہا۔ مَیں بھی کچھ حال اپنے شہر اور مُلک افریقہ کا اپنے دُوستوں کو خوش کرنے کے لئے لکھوں۔ مَیں نے ایک واقعہ لکھا۔ والدہ نے سرنامہ بتایا۔ آپ لوگ شاید اُسے پڑھ کر خُوش ہوں:۔

واقعہ۔ مَیں ایک مرتبہ شہر نیرُوبی سے تین تلو میل دُور اپنے چچا کے پاس گیا تھا۔ وہ وہاں ڈاکٹر ہیں۔ چاندنی رات میں ہم لوگ پادری صاحب کے یہاں دعوت کھانے جا رہے تھے چچا کے پاس دُونلی بندوق تھی۔ اور اُس میں گولی بھری ہوئی۔ کیونکہ کبھی کبھی جنگلیوں کا غول آدمیوں پر حملہ کر دیتا ہے۔ وہاں بہت سے جنگلی ہیں جو آدمی کو پکڑ کر اُسکا گوشت بہت شوق سے کھاتے ہیں۔

ہم لوگ گھر سے دو میل کے فاصلہ پر تھے۔ دور سے کچھ سیاہ سیاہ جانور سے دیکھے۔ میں نے ڈر کر کہا۔ "چچا صاحب دیکھئے! وہ ریچھ آرہے ہیں"۔ چچا نے اُن کو دیکھا۔ وہ سمجھ گئے۔ جب وہ اور قریب آئے تو اُنھوں نے بندوق چھتیائی۔ میں سمجھا ریچھ کا شکار کریں گے۔ مگر اُنھوں نے فیر آسمان میں کیا۔ میں اور ڈر گیا۔ کہ چچا کو کیا ہو گیا۔ آسمان میں ریچھ مار رہے ہیں۔ میں نے اُوپر نظر کی۔ تو مجھے چاندنی رات میں بہت سے ریچھ آسمان پر دکھائی پڑے۔ میں گھبرا کر گر گیا۔

چچا صاحب، جو بڑے شکاری ہیں، بالکل نہیں گھبرائے۔ بندوق میں دوسری گولی بھر لی۔ میں نے کہا۔ "چچا۔ دیکھئے! وہ آسمان پر ریچھ بھاگے جارہے ہیں۔ شاید آپ کا نشانہ چوک گیا۔ کوئی گرا نہیں۔

میں نے یہ باتیں ایسی گھبراہٹ سے کہیں کہ چچا نے میرے سینہ پر ہاتھ رکھ کر کچھ دیکھا۔ میرا دل دھڑ دھڑ کر رہا تھا۔

اُنھوں نے میرا ہاتھ زور سے دبا کر کہا۔ قاسم بھائی! قاسم بھائی! تم ڈر کیوں گئے؟ گھبراؤ نہ۔ میں تمھارے ساتھ ہوں۔ بیٹا ڈرو نہیں۔ اُنھوں نے اب مجھے بٹھا دیا۔ سرچ لائٹ (بجلی کی تیز روشنی والا شکاری لمپ) چھوڑ دی۔ اور مجھ سے کہا۔ "کہاں ہے؟" روشنی میں کوئی ریچھ مجھے نظر نہ آیا۔

اُنھوں نے کہا۔ "بیٹا! وہ کالا کالا غول جو تم نے دیکھا تھا۔ نہ وہ ریچھ تھے اور نہ بادل کا دھواں جو آسمان پر چھا گیا تھا وہ ریچھ تھے۔

تُم ہرگز نہ ڈرو۔ چند حبشی ادھر جارہے تھے۔ مَیں نے اُن کو ہوائی فیر کرکے بھگادیا۔ آؤ چلو آگے چلیں۔

چچا کا ہاتھ پکڑے ہوئے مَیں آگے بڑھا۔ جہاں مَیں نے غُول دیکھا تھا وہاں ایک آدمی پڑا ہُوا تھا۔ چچا صاحب نے پھر جیبی لیمپ کی روشنی اُس پر ڈالی۔ دیکھا تو ایک جنگلی مُردہ سا پڑا ہُوا ہے۔

چچا صاحب نے اُس کی نبض ٹٹولی۔ ناک پر ہاتھ رکھا۔ اور اُسے اُٹھا کر کھڑا کردیا۔ اُس سے پوچھا۔ "تم کیوں یہاں گر گئے"؟

حبشی۔ (گھبرا کر)۔ "مجھے گولی لگی ہے۔ ہائے! مجھے گولی لگی ہے"

چچا صاحب۔ "ہوش کرو۔ ہوش کرو۔ گولی تم کو نہیں لگی۔ دیکھو تمھارے کہیں زخم نہیں۔ خون نہیں"

حبشی نے چچا کے اتنا کہنے پر۔ اپنے چاروں طرف بغور دیکھا۔ کوئی نشان نہ تھا۔ اُس کو یقین ہوگیا کہ گولی اُسے نہیں لگی۔ کسی اور کو لگی۔

چچا صاحب نے اُسے سگرٹ دیا۔ جب وہ دو تین کش لگا چکا تو چچا صاحب نے کہا۔ "آخر تم گر کیوں گئے"

حبشی۔ "یا شیخ۔ مَیں نے سمجھا کہ میرے ساتھی سب بھاگ گئے اور اگر گولی کسی کو نہیں لگی تو ضرور مجھ کو لگ گئی" اور اسی خیال سے

میں گر گیا کہ اب نہ بچوں گا"

میں نے گھر آکر اپنی والدہ سے سارا ماجرا، جو گزرا تھا، بیان کیا۔ میری والدہ بھی بہت ہوشیار ہیں۔ ہمارے نانا حکیم صاحب مرحوم نے اُن کو اچھی طرح پڑھایا لکھایا تھا۔ انھوں نے کہا۔ "بیٹا۔ یہ خیالات کا اثر تھا کہ تم نے دھوئیں کو آسمان پر ریچھ سمجھا، اور حبشی نے خیال کیا کہ کسی اور کو گولی نہیں لگی تو ضرور مجھکو لگ گئی۔ اور وہ گر گیا۔ اور شاید وہ مر بھی جاتا اگر تمھارے چچا جان اُس کو نہ اُٹھاتے۔ بیٹا۔ خیالات کو جسم سے

ایک حبشی
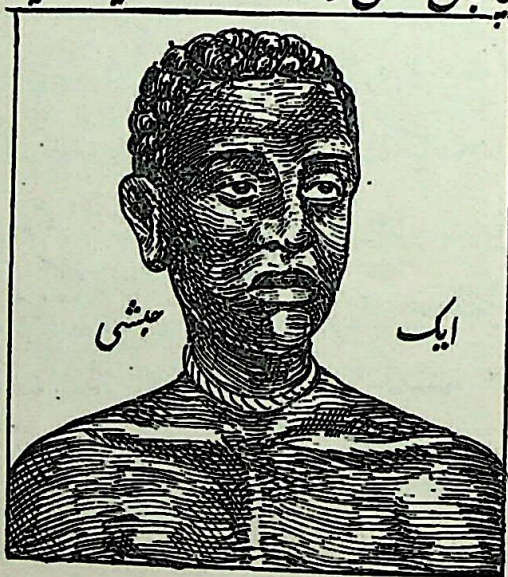
بہت تعلق ہے صحت اور بیماری میں بھی خیالات کو بہت دخل ہے تم جب بڑے ہو جاؤ گے تو اُن باتوں کو اچھی طرح سمجھ سکو گے۔ (قاسم بھائی از سورت)

اُونٹ کا بچّہ

(از جناب ناظم صاحب انصاری۔ بمبئی)

(ماخوذ مبصر لکھنؤ)

دُوپہر کے وقت ریگستان میں جا رہی تھی ایک اونٹوں کی قطار
جاتے تھے سب ٹھوکریں کھاتے ہوئے اس قدر لادا گیا تھا اُن پہ بار[1]
پیٹھ زخمی ہُو رہی تھی زخم سے پاؤں تھے زخموں سے کانٹوں کے فگار[2]

اونٹنی بھی ایک اُن کے ساتھ تھی اِس کا بچّہ بھی جسے کرتی تھی پیار
بس کہ بچّہ سے چلا جاتا نہ تھا ماں سے کہتا تھا وہ اپنی بار بار
پیاری اماں آؤ سُستا لیں ذرا میں تو چلنے سے گیا بالکل ہی ہار
پنڈلیاں بھی سوج آئی ہیں مری پاؤں میں چھالے پڑے ہیں بے شمار
سُست پڑتا ہے تمھارا بھی قدم اور حالت ہے تمھاری بھی نزار[3]

بھولی باتیں جب یہ بچّہ کی سُنیں اونٹنی پہلے تو روئی زار زار
بھر کے ٹھنڈی سانس پھر کہنے لگی لاڈلے میرے۔ یہ ماں تیرے نثار

---

[1] بار۔ بوجھ۔ [2] فگار۔ زخمی۔ [3] نزار۔ دبلا پتلا۔ خراب۔

سچ تو یہ ہے، میں بہت مجبور ہوں
اس سے واقف ہے مرا پروردگار

پہلے تو یہ بات ہے سب سے بڑی
سارباںؔ پر نہیں کچھ اختیار

دم نہیں لے سکتی چاہے جان جائے
میں ٹھہر سکتی نہیں چاہوں ہزار

بیٹھ جاتی تجھ کو لے کر میں کہیں
ہاتھ میں میرے اگر ہوتی مہارؔ

(شاباش)

سارباںؔ۔ اونٹ پر بوجھ لاد کر لیجانے والے جو نکیل پکڑ کر چلتے ہیں اور چارہ بھی کھلاتے ہیں۔ مہارؔ۔ نکیل۔ وہ پتلی لمبی رسی جو اونٹ کے ناک میں باندھتے ہیں اور جس سے اونٹ کی لگام کا کام لیتے ہیں۔

تم نے دیکھا ہوگا کہ بعض بچّے پڑھنے سے جی چراتے ہیں اور بعض بچّوں کو پڑھنے کا شوق ہوتا ہے۔ جن بچّوں کو پڑھنے کا شوق ہوتا ہے۔ وہی بڑے ہو کر دُنیا میں نام پیدا کرتے ہیں۔ اچھا ہم تم کو ایک بچّے کے شوق کا قصہ سُناتے ہیں۔ علاّمہ شبلی کا نام غالباً تم نے بھی سنا ہوگا۔ اُن کی لکھی ہوئی بہت سی کتابیں ہیں۔ اس وقت وہ زندہ نہیں ہیں لیکن اُن کتابوں کی وجہ سے اُن کا نام زندہ ہے۔

یہ ضلع اعظم گڈھ کے رہنے والے تھے۔ بچپن میں ابتدائی تعلیم ختم کرنے کے بعد اُن کی اعلیٰ تعلیم کا کوئی انتظام اُن کے وطن میں نہیں تھا اس لئے وہ پڑھنے کے شوق میں بغیر اپنے والد کے اطلاع کئے ہوئے دو مرتبہ گھر سے نکل گئے۔ اور دوسرے شہروں میں پہنچ کر وہاں علم حاصل کیا اسی طرح ایک مرتبہ مولانا فیض الحسن صاحب مرحوم کا شہرہ سُن کر لاہور پہنچ گئے۔ خیال تو کرو کہ کہاں اعظم گڈھ اور کہاں لاہور۔ لیکن اتنا بڑا سفر پڑھنے کے شوق میں اُنھیں کھیل معلوم ہوا۔

لاہور میں پہنچ کر انھوں نے مولانا صاحب کا مکان دریافت کیا اور ایک دن اُن کے گھر میں جاکر بہت ادب سے سلام کیا اور بیٹھ گئے۔

مولانا۔ آپ کون ہیں اور کہاں سے تشریف لائے ہیں؟

شبلی۔ میں ایک غریب طالب علم ہوں۔ آپ کا نام سُن کر صرف پڑھنے کے لئے اعظم گڈھ سے لاہور آیا ہوں۔

مولانا۔ میں اورنٹل کالج میں پڑھاتا ہوں۔ آپ اُس کالج میں اپنا نام لکھا لیجئے۔

شبلی بیچارے کے پاس اتنا روپیہ کہاں تھا کہ وہ کالج کا خرچ برداشت کرتے لہذا اُنھوں نے صاف صاف کہدیا کہ میں کالج کی فیس نہیں ادا کرسکتا آپ سے گھر پر پڑھنا چاہتا ہوں، جو وقت آپ مقرر کریں میں اُسوقت حاضر ہو جایا کروں۔ مولانا نے کہا۔ مجھکو بہت افسوس ہے کہ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ میں آپ کو گھر پر پڑھا سکوں۔

اب شبلی کی آس ٹوٹ گئی لیکن پڑھنے کے شوق نے ہمّت نہیں پست کی۔ اُنھوں نے عرض کی کہ حضور وقت تو مَیں کوئی نہ کوئی نکال ہی لونگا۔ دوسرے دن سے شبلی کا یہ دستور ہو گیا کہ مولانا کے مکان کے پاس منتظر کھڑے رہتے تھے جب وہ کالج جانے کے لئے باہر نکلتے تو شبلی مرحوم اُن کے ساتھ ہو کر راستے میں پڑھتے جاتے اور اسی طرح جب مولانا فیض الحسن صاحب مرحوم کالج سے باہر نکل کر اپنے مکان کا رُخ کرتے تو پھر اُن سے راستے ہی میں پڑھ لیتے تھے۔

دیکھو اس شوق کا یہ نتیجہ نکلا کہ علاّمہ شبلی مرحوم کیسے زبردست عالم ہو گئے۔

نندیا پور
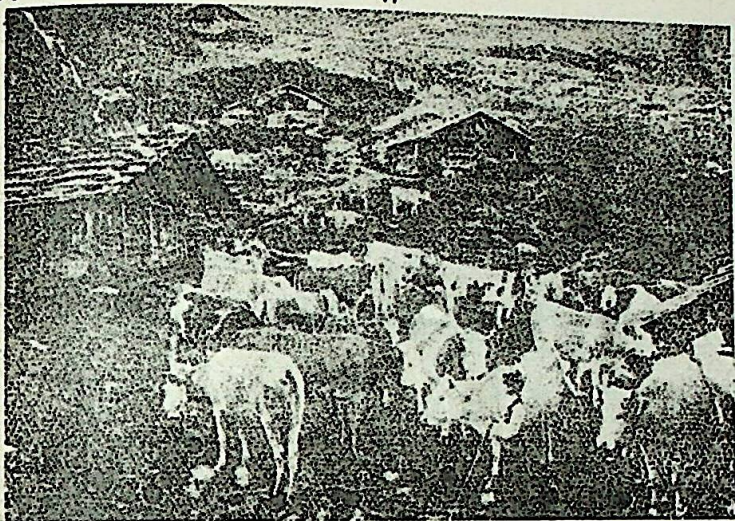
(از حامد اللہ افسر)

دُور بہت ہی دُور یہاں سے — اور اس سے بھی دُور
ندّی اک نکلی ہے جہاں سے — اور اس سے بھی دُور
دَلدَل ہے گہری سی جہاں پر — دَلدَل سے بھی دُور
جنگل میں ہے بُڑھیا کا گھر — جنگل سے بھی دُور
یاد ہے اُس کو ایک کہانی — ہے اُس میں اِک حُور
حُور یہ ہے اِک مُلک کی رانی — مُلک ہے نندیا پُور
اِس جنگل کو دیکھوں گا مَیں — جنگل سے بھی دُور
حُور کے مُلک میں جاؤں گا مَیں — یعنی "نندیا پُور"

چالاک سپاہی

ایک چالاک سپاہی سرائے میں وارد ہوئے۔ بھٹیاری کو دیکھا کہ نہایت ہی اُداس اور غمگین ہے۔ معلوم ہوا کہ اُس کی ایک جوان لڑکی حال میں مرگئی ہے۔ سپاہی صاحب جب روٹی پکواتے بھٹیاری کے پاس گئے تو بھٹیاری نے پُوچھا "میاں تمھارا آنا کہاں سے ہوا"؟

سپاہی۔ "ہم اللہ میاں کے ہاں سے آئے ہیں"۔

بھٹیاری۔ "اور جاؤ گے کہاں"؟

سپاہی۔ "جائیں گے کہاں؟ جہاں سے آئے ہیں وہیں جائیں گے"۔

بھٹیاری۔ "تم نے میری چندو کو بھی دیکھا ہے"؟

سپاہی۔ "دیکھا کیوں نہیں، مگر بُرے حالوں ہے۔ نہ پہننے کو کپڑا ہے نہ بدن پر زیور کا ایک تار ہے"۔

ماں کی ماستا بیقرار ہوگئی۔ اور سپاہی سے کہنے لگی میاں تم جاتے تو وہیں ہو۔ اگر میں کچھ دوں تو اُسے پہنچا دو گے۔

سپاہی۔ "میرا کیا حرج ہے، ضرور پہنچا دوں گا"۔

بھٹیاری نے اپنی بیٹی کے کچھ کپڑے اور اُس کے ساتھ دو تین جوڑے

اور نئے جوڑے جو اپنے لئے سلوائے تھے اور اُس کا کل زیور سپاہی صاحب کے حوالے کیا۔ وہ صبح سویرے ہی چلتے ہوئے۔

بھٹیارا جب آیا اور اُس نے سُنا تو اُس نے سر پیٹ لیا اور کہا "اری پاگل کوئی خدا کے ہاں جا کر بھی آتا ہے؟ بھلا بتا تو وہ کدھر گیا"۔ بھٹیاری نے کہا "وہ اسی سڑک سے ابھی ابھی گیا ہے"۔ بھٹیارا اپنے ٹٹو کو دوڑاتا ہوا چلا۔ تھوڑی دور جانیکے بعد کچھ فاصلہ پر ایک آدمی جاتا ہوا نظر پڑا۔ یہ سمجھ گیا کہ ہو نہو یہی بدمعاش ہے۔ سپاہی نے جو مُڑ کر دیکھا کہ ایک شخص ٹٹو دوڑائے لئے چلا آتا ہے۔ چور کے پاؤں کہاں۔ وہ بھی تاڑ گیا کہ بھٹیارہ آگیا اور بھاگا۔ مگر کہاں سوار اور کہاں پیدل۔ بھٹیارے نے آن لیا۔ جب بالکل قریب آگیا تو یہ جھپٹکر درخت پر چڑھگیا۔ ہر چند بھٹیارے نے اُترنے کو کہا مگر یہ کب اُترنے والا تھا۔ کہا کہ ہم اللہ میاں کے ہاں جا رہے ہیں۔ بھٹیارے نے جب یہ دیکھا کہ کسی طرح اُترتا ہی نہیں تو خود بھی درخت پر چڑھ گیا۔

اُس کا چڑھنا ہی کہ دوسری طرف سے سپاہی دھم سے کود ٹٹو پر سوار ہو، یہ جا وہ جا۔ آخر میاں بھٹیارے نے کہا کہ "ارے میاں سپاہی! تم تو جا ہی رہے ہو یہ ٹٹو بھی چندو ہی کو دے دینا"۔

سیّد وصی اشرف

(ماخوذ از "ارمغان"، دہلی)

انعامی گھڑی

"مٹھائی؟ مٹھائی؟" - کوئی دس بجے رات کو کسی نے زور سے آواز دی - مٹھائی تو سوگیا تھا۔ لیکن اُس کے ماں باپ ابھی جاگ رہے تھے - نوکر نے فوراً آکر کہا "مٹھائی لال کے چاچا (چچا) آگئے۔"

صُبح کو مٹھائی کے گھر میں دُھوم مچی ہوئی تھی - اُس کے چچا بہت سی مٹھائیاں، بسکٹ اور کھلونے کلکتہ سے اپنے ساتھ لائے تھے اور سب بچّوں کو دے رہے تھے - مٹھائی اور بسکٹ سے مٹھائی لال کا پیٹ تو بھر گیا مگر ابھی لالچ باقی تھی - اُس نے پُوچھا "چچا جان میرے لئے اور کیا لائے ہو؟ دیکھئے اب تو میں چھٹے درجے میں پہونچا - اور اِس سال درجہ میں بھی اوّل آیا - میرا انعام دلوائیے"۔

چچا صاحب "شاباش! تم کو تو بھائی انعام ضرور ملے گا" - یہ کہہ کر وہ اندر گئے اور ایک جیبی گھڑی لے آئے اور اُس کو دے کر بولے "لو بھائی یہ تمہارے اوّل آنے کا انعام ہے"۔
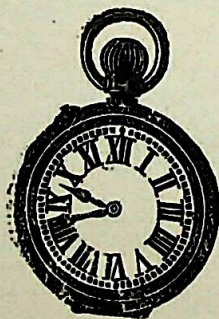
انعامی گھڑی

مٹھائی لال کو جو خوشی حاصل ہوئی اُس کو وہی لڑکے سمجھ سکتے ہیں جو محنت کر کے درجہ میں اوّل

آتے ہیں اور انعام پاتے ہیں وہ گھڑی لے کر اپنی ماں کے پاس پہونچا۔ 'لو' اب اِس کو کون چھونے نہ دے گا، دیکھو ابھی مَیں نے اس میں چابی دی ہے، سولہ روپئے کی گھڑی کو بھائی صاحب دیکھنے نہیں دیتے یہ تو پچیس روپیہ کی ہے۔ کیوں ماں جی۔ اُن سے بڑی ہے نا؟"۔

ماں کو کچھ ہنسی آگئی۔ اُنھوں نے بغیر گھڑی کو ہاتھ میں لئے ہی کہہ دیا۔ ہِشش۔ تین روپیہ سے زیادہ کی نہ ہوگی۔

مٹھائی۔ بس رہنے دیجئے۔ آپ کا یہ مطلب ہے کہ مَیں بھائی صاحب کی گھڑی سے اپنی گھڑی بدل لوں۔ مَیں کیا ایسا بھولا ہوں۔ میری گھڑی اُن سے دُونی بڑی ہے، اگر لڑا دوں تو اُن کی گھڑی چور چور ہو جائے"۔

ماں نے کہا۔ "گھڑی کی قیمت اُس کے پُرزوں کی باریکی سے بڑھتی ہے۔ بڑائی یا چھوٹائی سے نہیں، بتلاؤ گھڑی میں کتنے پُرزے ہوتے ہیں؟

مٹھائی۔ 'ہوں گے دس بیس' کیوں چاچا جی (چچا جان)؟

چچا نے کہا ٹھہرو مَیں بتاتا ہوں۔ اُنھوں نے اپنا بکس کھولا اور ایک چھوٹی سی کتاب نکالی۔ جو گھڑی والے نے گھڑی کے ساتھ اُن کو دی تھی۔ اُس میں مٹھائی کی گھڑی کے بارے میں ہدایات اور پُرزوں کی تصویر چھپی ہوئی تھیں۔ اُنھوں نے تصویر دکھا کر کہا۔ دیکھو چھوٹی سے چھوٹی گھڑی میں ۱۵۰ پُرزے ہوتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ اُنھیں خوردبین سے فِٹ کرتے ہیں۔ ان کا فوٹو بہت بڑھا کر چھپا ہے نہیں تو تم اُن کو دیکھ بھی

نہ سکتے۔ چھوٹی گھڑیوں کے پُرزے زیادہ تر قیمتی دھات کے بنے ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ بیش قیمت ہوتی ہیں
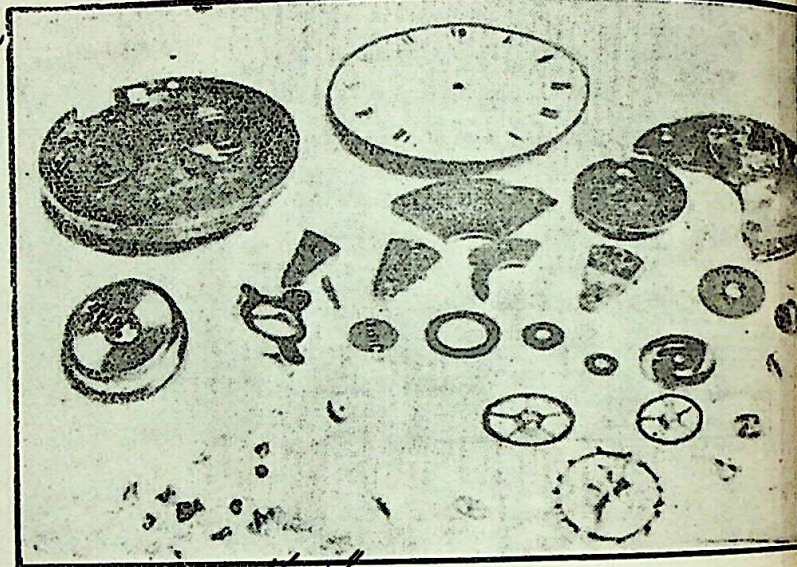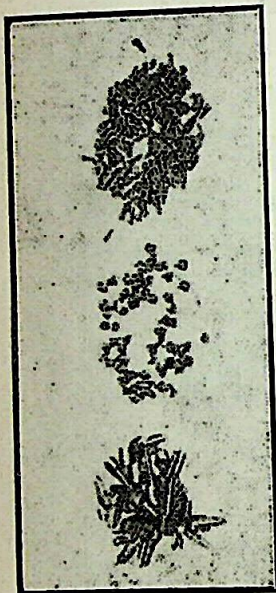
گھڑی کے پُرزے

مٹھائی ۔ واہ صاحب۔ واہ۔ آپ بھی اُدھر ہی ہِل گئے۔ تو گویا جو گھڑی جتنی بڑی ہوگی اُس کی قیمت اُتنی ہی کم ہوگی۔ اس حساب سے تو گھنٹا گھر کی گھڑی شاید دو تین پیسے میں آپ کو مِل جائے“۔

مٹھائی لال کی اس بات پر سب ہنس پڑے۔ چچا نے کہا ”نہیں بیٹیا۔ یہ بات نہیں ہے۔ گھنٹا گھروں، کالجوں اور بڑی عمارتوں اور میناروں میں جو گھڑیاں لگائی جاتی ہیں اُن میں لاکھوں روپئے خرچ ہوتے ہیں۔ دیکھو اس تصویر میں کِتنے آدمی ہیں؟۔

مٹھائی لال ۔ ایک ۔ دو ۔ تین ۔ اُوہو یہ تو پورے سترہ آدمی ہیں۔ اور یہ کر کیا رہے ہیں؟

چچا صاحب ۔ امریکا کے جس کارخانہ کی تمہاری گھڑی ہے ۔ وہاں ایک بہت

بڑی گھڑی لگی ہوئی ہے۔ اُس کا نام کول گیٹ ہے۔ یہ سترہ آدمی اُس گھڑی کی منٹ والی سوئی
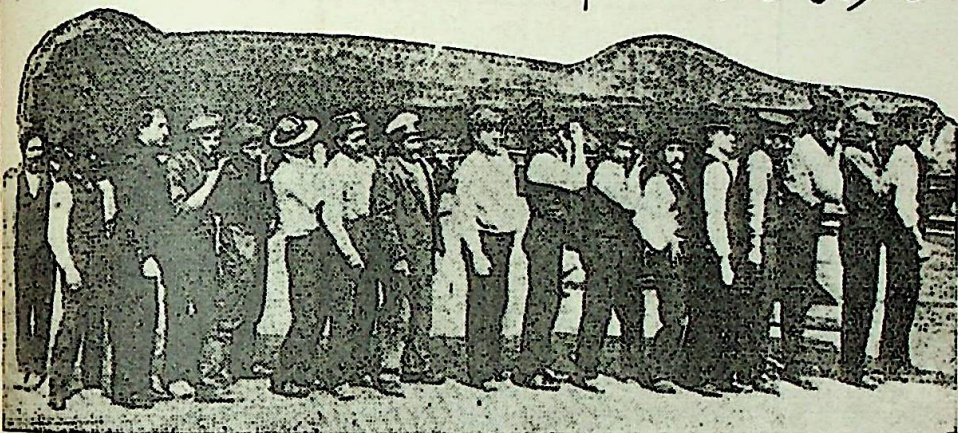
سترہ آدمی گھڑی کی ایک سوئی اُٹھا رہے ہیں

اُٹھا رہے ہیں۔ اور لئے جا رہے ہیں۔ یہ سوئی ۲۰ فٹ لمبی اور ۶۴۰ پونڈ وزنی ہے۔

مٹھائی۔ باپ رے باپ۔ سوئی ہے یا پہاڑ۔ دنیا بھر میں ایسی گھڑی نہ ہوگی"۔

چچا صاحب۔ نہیں تو۔ دُنیا کی بڑی گھڑیوں میں 'بگ بین' کا نمبر اوّل ہے۔ یہ لندن کے پارلیامنٹ کی بڑی عمارت میں نصب ہے اور بہت صحیح وقت بتاتی ہے۔ پریگ (زیکوسلاویکیا کا دار السلطنت) میں ایک گھڑی ہے جو وقت کے علاوہ مہینا۔ تاریخ اور سنہ تک بتاتی ہے۔ کول گیٹ کے کارخانہ کے علاوہ امریکا کے شہر نیویارک میں ایک اور بڑی گھڑی لگی ہے جو ایک بلند عمارت کے تین منزلوں میں بنی ہے۔

چُنّی نے آکر مٹھائی کے ہاتھ سے گھڑی لے لی اور اپنے کان میں لگا کر پوچھنے لگی۔ کیوں امّاں جی! یہ گھڑی دن بھر میں کتنی بار ٹک ٹک کرتی ہوگی؟ شاید ہزاروں بار؟

ماں۔ "بھلا بچّی! مجھ غریب کو ان باتوں کی کیا خبر۔ چاچا چچا سے پوچھو"
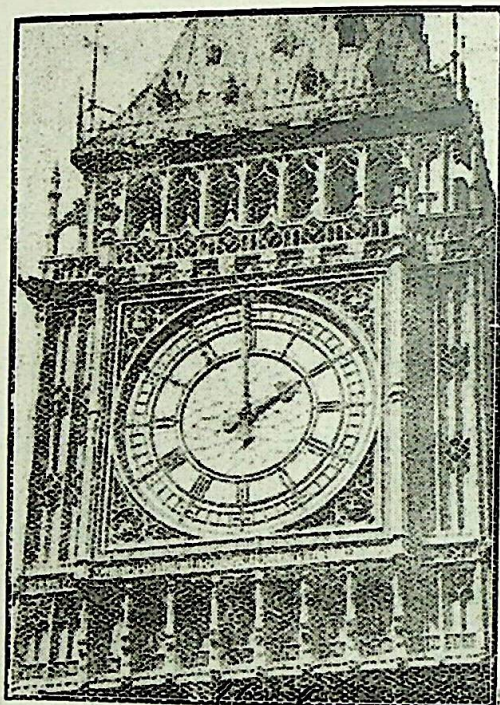
بگ بین کی گھڑی

چچا صاحب نے کہا۔ اس بات کا بھی لوگوں نے حساب لگایا ہے۔ گھڑی دن بھر میں ۲۰۰۰,۴۳۲ بار ٹِک ٹِک کرتی ہے۔

مٹھائی۔ (منہ بگاڑ کر) اچھا ہوتا کہ میں یہ سب باتیں نہ جانتا۔ اب مجھے میری گھڑی ہیچ معلوم ہوتی ہے

چُنّی۔ یلا سے۔ ہے تو گھڑی۔ اور انعام کس کو ملتا ہے۔ مجھے تو تم نے کبھی ایک پنسل بھی نہ دی اور سوال بہت پوچھتے ہو؟۔

یوسف بن باقر الٰہ آباد

میں ڈاکٹر بنوں گا

دولت کروں گا پیدا میں ڈاکٹر بنوں گا
دنیا میں سب سے اچھا میں ڈاکٹر بنوں گا
پڑھ لکھ کے دیکھ لینا میں ڈاکٹر بنوں گا

کروں گا چست اُن کو جو لوگ سست ہوں گے
سو سو برس کے روگی بھی تندرست ہوں گے
جس دن جناب والا میں ڈاکٹر بنوں گا

مٹی اگر کہیں پر کھائے گا کوئی لڑکا
اور درد کے سبب سے مرنے کا ہوگا دھڑکا
چیروں گا پیٹ اُس کا میں ڈاکٹر بنوں گا

کاٹوں گا اس کی پسلی جوڑوں گا اس کی ہڈی
دھولوں گا زخم اِس کا باندھوں گا اُس کے پٹی
سب کو کروں گا اچھا میں ڈاکٹر بنوں گا

فٹ بال اور ہاکی میں چوٹ کھائیں گے جو
موٹر کے نیچے دب کر صدمے اٹھائیں گے جو
سب کی دوا کروں گا میں ڈاکٹر بنوں گا

مفلس جو ہوں گے ان سے میں فیس بھی نہ لوں گا
اور مفت کی دوائیں اُن بیکسوں کو دوں گا
اللہ خوش رہے گا میں ڈاکٹر بنوں گا

ہرگز نہ میں کروں گا خدمت فقط بشر کی
میں تو دوا کروں گا اِک ایک جانور کی
اب جی میں ہے سمایا میں ڈاکٹر بنوں گا

(ایڈیٹر)

نلسن کی عمر ابھی چھ سات سال سے زیادہ نہ رہی ہوگی۔ ایک روز وہ کھیلتے کھیلتے گاؤں کے باہر ایک نالے پر جا پہنچا۔ ہری ہری گھاس۔ نالے کا بہتا ہوا پانی۔ شام کا سُہانا وقت اور خوشگوار ہوا، یہ سب چیزیں ایسی تھیں جنہوں نے نلسن کے دِل کو لُبھا لیا۔ وہ اُس جگہ بیٹھ کر تماشا دیکھنے لگا۔

سورج غروب ہوگیا۔ چڑیاں خاموش ہوگئیں۔ آسمان پر تارے نکل آئے۔ مگر نلسن اُسی طرح بیٹھا ہوا سیر کرتا رہا۔ اندھیرا بڑھ گیا اور نلسن گھر نہ پہنچا تو اُس کی تلاش شروع ہوئی۔ نلسن کی ماں بیچاری بہت پریشان تھی۔ جو کوئی سامنے پڑا۔ اُسی کی خوشامد برآمد کرتے کہا "بھیّا۔ زرا دیکھو تو نلسن ابھی تک گھر نہیں آیا"۔ کئی آدمی اُس کو ڈھونڈنے نکلے اور تھوڑی سی دیر میں نلسن کے پاس پہنچے اور اُسے گھر پہنچا دیا۔

نلسن کے گھر میں داخل ہوتے ہی ماں نے بلائیں لیں۔ خوشی کے آنسو اُس کی بیتاب آنکھوں میں ڈبڈبا آئے۔ اُس نے

نِلسن کے بازوؤں پر اپنے ہاتھ رکھ دیئے جن کی رگوں میں محبت کا

نِلسن اور اُس کی ماں

خون جوش مار رہا تھا اور بولی ۔

ماں۔ "کیوں بیٹے! کیا تجھے بھوک بھی نہیں لگی؟ کیا راستہ بھول گیا تھا؟ بیٹا! آخر تم کیوں اتنی دیر تک وہاں بیٹھے رہے۔ ایسے سنسان مقام پر کیا تمہیں ڈر بھی نہیں لگا؟

نلسن کی سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا کہ آخر معاملہ کیا ہے جو لوگ اس قدر پریشان ہیں۔ بھولے پن سے اُس نے جواب دیا۔

نلسن۔ پیاری "اماں۔ بھلا ڈر کس چیز کا نام ہے؟ میں نے تو ڈر کبھی نہیں دیکھا"؟

اسی نڈر لڑکے نے جوان ہو کر نپولین ایسے بہادر بادشاہ کو شکست دی۔

ٹھاکر شام لال سنگھ

ماسٹر۔ جو جانور زمین پر رینگ کر چلتے ہیں اُن کو کیڑے کہتے ہیں سمجھے؟

لڑکی۔ جی ہاں۔

ماسٹر۔ اچھا کوئی مثال دو۔

لڑکی۔ جیسے گھسیٹے۔

ماسٹر۔ کون۔ گھسیٹے؟

لڑکی۔ ہمارا ننھا بھتیا۔

اپ ر ی ل

گڈ فرائی ڈے

آپس کے کھیل میں یا درجے میں اگر کسی نے تمہارے آلپین چبھو دی تو تم کیا کرتے ہو؟ اس کا جواب تم خواہ کچھ ہی دو لیکن ہم نے یہی دیکھا کہ اکثر لڑکے اُسی دن یا دوسرے دن یا جب موقع ملا، بدلا لے ہی لیتے ہیں۔ لیکن اُن کا یہ فعل کہاں تک مناسب ہے۔ آؤ اس کے لئے آج ہم تمھیں حضرت مسیح کی تعلیم سُنائیں:۔

'بچوں کی دُنیا' جنوری نمبر میں تم نے پڑھا تھا کہ بڑا دن حضرت مسیح کی پیدائش کا دن ہے۔ اس مہینے میں تیسری اپریل سے پانچویں اپریل تک ہر اسکول میں 'گڈ فرائی ڈے' یا 'ایسٹر' کی چھٹی تھی۔ مگر شاید ہی کوئی لڑکا ہو جس نے اس بات کو معلوم کرنے کی فکر کی ہو کہ "گڈ فرائی ڈے" کون سا تہوار ہے؟

'گڈ فرائی ڈے' کے معنی ہیں مُبارک جمعہ۔ جس روز حضرت مسیح کی

تعلیم سے غضب ناک ہوکر یہودیوں نے اُن کو صلیب پر چڑھایا اور طرح طرح کی تکلیفیں دیں وہ جُمعہ کا دن تھا۔ اس لئے ہر سال جب وہ جُمعہ آتا ہے اُس کو "گڈ فرائی ڈے" مانتے ہیں۔

صلیب پر چڑھایا کے معنی شاید تم نہ سمجھے ہو، یعنی اُن کو جان سے ہلاک کرنے کے لئے اس شکل ✝ کی ایک لکڑی پر اُن کو باندھ دیا۔ اُن کے ہاتھوں اور پاؤں میں کیلیں ٹھونک دیں۔ اُن کے منھ پر تھوک دیا۔ اُن کے سینے میں بَرچھا بھونکا اور طرح طرح کی ناقابل برداشت ایذائیں دیں۔

لیکن کیا تم کو معلوم ہے کہ اُس مقدّس بزرگ نے اپنے دشمنوں کے واسطے کیا کیا۔ اگر تم نے انجیل نہیں پڑھی تو تم ہرگز نہیں بتا سکتے۔ حضرت مسیح نے ایسے ظالموں کے لئے بھی دُعا کی کہ "خداوندا! اِن کو معاف کر" اس سے بڑھ کر اور کیا تکلیف۔ اور کون سی گستاخی، کون سی ذلّت اور کون سا ظلم ہوسکتا ہے، لیکن حضرت مسیح نے اپنے دشمنوں کو نہ صرف خود معاف کیا بلکہ خدا سے بھی دُعا کی وہ بھی اُن کو معاف کردے۔ ایک اور تعلیم حضرت عیسیٰ مسیح کی عام طور پر قصوروں کی معافی کے لئے مشہور ہے جو آپ نے

اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ اگر کوئی تمھارے ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا گال بھی اُس کے سامنے کردو"۔

پس۔ آسمان کی بادشاہت کے مالک 'بچو'۔ تم بھی سب سے اُنس و محبت عفو و رحم کا برتاؤ کرنا اپنا فرض سمجھو۔
(آئی ڈیوڈ۔ انڈین پریس)

(پیارا بھارت)

(اندرجیت شرما، ماچھرہ، ضلع میرٹھ)

پیارا بھارت دلیش ہمارا
دل کا اُجالا آنکھ کا تارا

پربت ایک ہمالہ اس کا
دُنیا کے کوہوں سے اُونچا

گنگا۔ جمنا جیسی ندی
ہر بن میں چمن سے شادابی

ہر شے ملتی ہے کثرت سے
محروم ہیں ہم کس نعمت سے

ٹھنڈی چلتی ہیں وہ ہوائیں
پردیسی کے دل کو لُبھائیں

سب آرام دیئے ہیں ہم کو
ہم سے دور ہی رکھا غم کو

اس کی خاطر کام کریں ہم
روشن اس کا نام کریں ہم
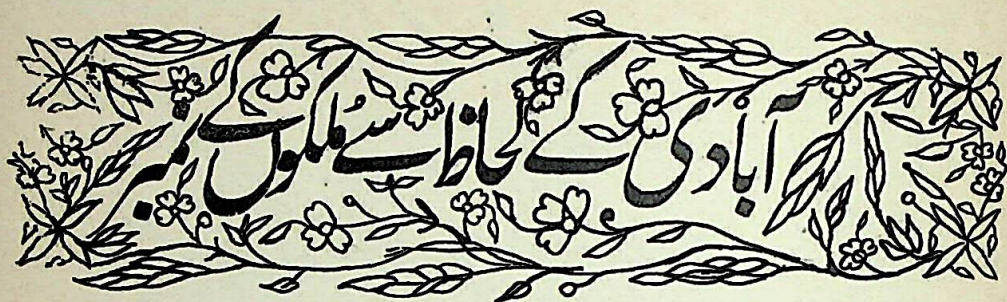
نمبر	ملک	آبادی	دارالسلطنت
۱	چین	۴۵۰۰۰۰۰۰۰	پیکن
۲	ہندوستان	۳۲۰۰۰۰۰۰۰	دہلی
۳	رُوس	۱۴۷۰۰۰۰۰۰	ماسکو
۴	امریکا	۱۱۸۶۲۸۰۰۰	واشنگٹن
۵	جرمنی	۶۳۰۰۰۰۰۰	برلن
۶	جاپان	۶۳۰۰۰۰۰۰	ٹوکیو
۷	برطانیہ	۴۳۵۲۴۰۰۰	لندن
۸	فرانس	۴۰۷۴۹۰۰۰	پیرس
۹	اٹلی	۴۰۵۴۸۰۰۰	رُوم
۱۰	برازیل	۳۹۸۷۰۰۰۰	رایو- ڈی-جنیرو

ایک خط

گُلشنِ ہند کی بُلبلو! تم کو میرا سلام پہونچے۔ کہتے ہیں خط کے آنے سے آدھی مُلاقات ہوجاتی ہے۔ میری بھی یہی آرزو ہے کہ میرا یہ خط جب تم پڑھوگے تو گویا ہم تم آپس میں بات چیت کرتے ہوں گے۔ دیکھو خط و کتابت بھی کیا اچھی چیز ہے کہ ہزاروں کوس کے فاصلہ پر ہم تم بات چیت کر رہے ہیں۔

اب تم شاید یہ جاننا چاہتے ہوگے کہ مَیں کون ہوں، کہاں ہوں، کیا کرتا ہوں تو مَیں یہ سب تمھیں جلد بتائے دیتا ہوں۔ لو سُنو۔ میرا نام تیغ بہادر ہے، الٰہ آباد کا رہنے والا ہوں۔ کیا کرتا ہوں؟۔ اس سوال کا جواب تو میں لکھ کر اچھی طرح نہیں دے سکتا لیکن کوشش کرتا ہوں۔

دوستو۔ آج ۹ر فروری کی وہ گھڑی ہے کہ جب مَیں نے قلم دوات کو چھُوا ہے۔ کہتے ہیں کہ درد دُکھ بیان کردینے سے کم ہوجاتا ہے اس لئے مَیں بھی قلم کی زبان سے کچھ بیان کرکے اپنا دُکھ کم کرنا چاہتا ہوں۔

۶ر فروری کی صبح کو ۹ بجے جب میں اسکول جانے کو تیار ہوا، خبر ملی کہ

پنڈت موتی لال نہرو مر گئے۔ پھر معلوم ہوا کہ لکھنؤ میں مرے ہیں۔ میں
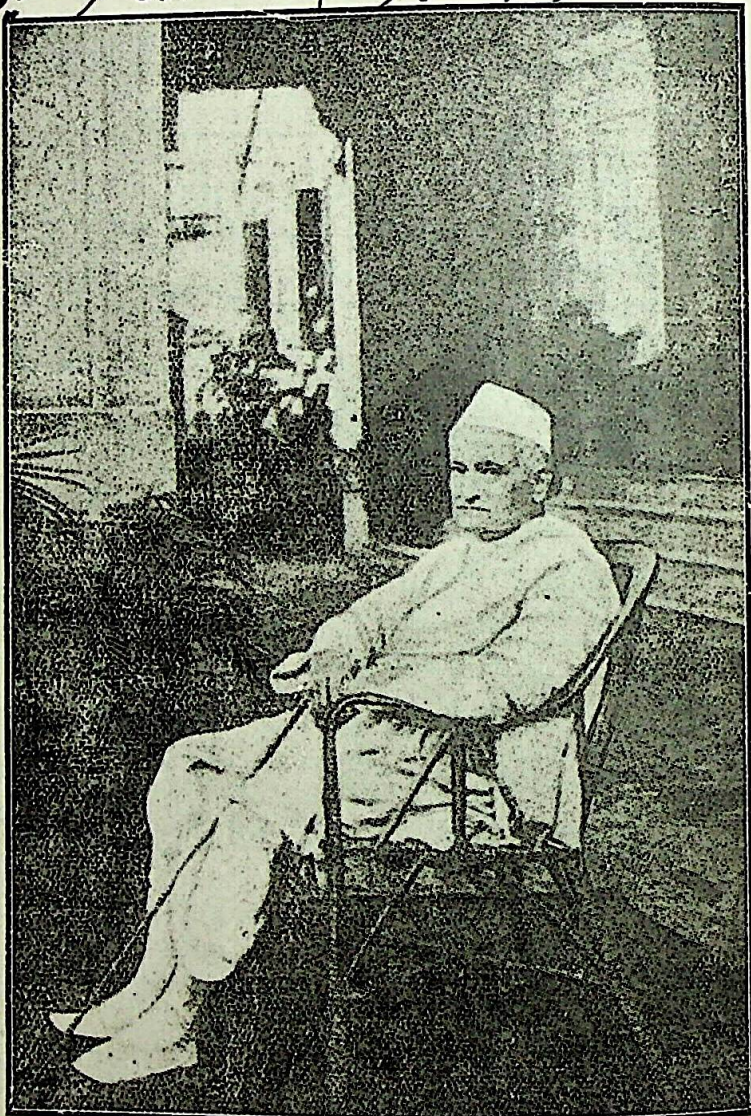
پنڈت موتی لال نہرو

سمجھا کہ آج تو اسکول بند ہی رہے گا لیکن شاید حاضری ہو، اسکول چلا گیا۔

جیسا میں نے سوچا تھا۔ اسکول بند ہوگیا لیکن سب لڑکوں کو جمع کرکے ہیڈ ماسٹر صاحب نے پنڈت جی کے حالات بیان کئے۔ جس سے سب لوگ رونے لگے۔

ہیڈ ماسٹر صاحب نے کہا کہ یہی پنڈت جی اس قدر عیش پرست تھے کہ ولایت کے اور فرانس کے صاحب لوگ ان کا کپڑا دھوتے تھے۔ اچھے سے اچھا کھانا، اچھے سے اچھا پہننا، اور بادشاہی ٹھاٹھ باٹھ سے رہنا ان کا کام تھا۔ یہ بہت مشہور وکیل تھے اور بیشمار دولت انھوں نے پیدا کی تھی۔ اپنے گھر پر مقدموں میں صلاح دینے کا بھی سو روپیہ گھنٹا لیتے تھے۔ ایک ایک مقدمہ میں ان کو لاکھ لاکھ روپیہ مل جاتا تھا۔
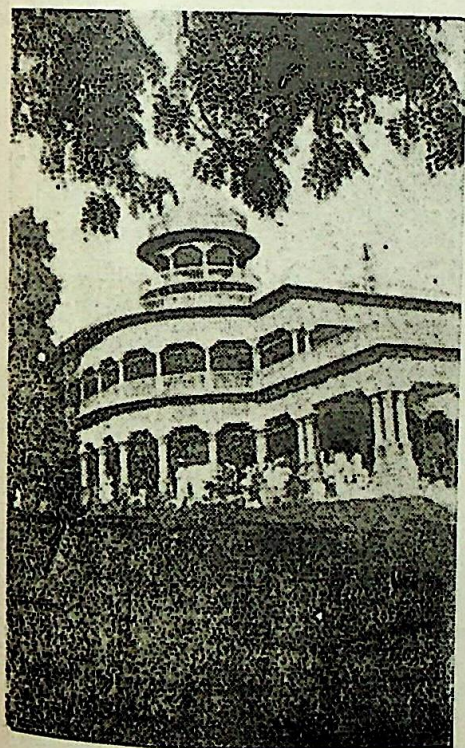
آنند بھون

لیکن جب سے ان کے دل میں عیش پرستی کو چھوڑ کر وطن پرستی کا جذبہ پیدا ہوا، اس وقت سے انھوں نے وہ کام کیا جو آج ہندوستان میں کسی نے نہیں کیا۔ دیسی کھدر پہنتے،

معمولی کھانا کھاتے اور ملک اور قوم کی بھلائی میں دن رات لگے رہتے۔ آپ نے بہت سا روپیہ دیش سیوا میں لگایا اور اپنا ایک نیا بنگلہ جس کا نام آنند بھون ہے، وہ بھی کانگریس کو دے ڈالا۔ دُنیا میں وہی نام پاتے ہیں اور بڑے آدمی ہوتے ہیں جو چھوٹے بڑوں کی۔ ملک اور قوم کی خدمت کرتے ہیں اور سخت سے سخت محنت و کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

ہاں دوستو! پھر چھٹی ہوگئی۔ سارے شہر کی دوکانیں بند۔ یکّا گاڑی بند۔ کچہری بند۔ ہائی کورٹ بند۔ غرض کہ اُس دن الہ آباد کا کُل کام کاج بند ہوگیا۔ یہاں تک کہ ہمارے یہاں تو کھانا پکانا بھی بند رہا اور سب لوگ دودھ پی پی کر سو رہے۔

اچھا مترو۔ میں پھر کبھی آپ لوگوں سے ملوں گا اب رخصت ہوتا ہوں، اُمید ہے آپ لوگ بھی مجھے بھولے بسرے یاد کر لیں گے۔

(تیغ بہادر خریدار نمبر ۵۱۶)

لطیفہ

دو لوہار ایک دکان میں کام کیا کرتے۔ اتفاق کی بات کہ دونوں ہی ہکلے تھے۔

ایک روز اُن میں سے ایک نے لوہا گرم کیا اور دوسرے سے کہا۔ "آ ب ب ب بے ج ج ج جلدی سے ا ا ا اس پر ہ ہ ہ ہتھوڑا م م م مار" دوسرے نے پوچھا "ک ک ک ک کس ج ج ج جگہ م م م ماروں؟" پہلا بولا۔ "ب ب ب بس ج ج ج جانے دے۔ ل ل ل لوہا ٹھ ٹھ ٹھنڈا ہوگیا"

کون کون چھپے ہیں؟

یہ نہ سمجھو کہ میں یہاں اکیلا کھڑا ہوں۔ میرے ساتھ میرے کئی دوست ہیں جو شاخوں میں چھپے ہیں۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ وہ وہ کون کون ہیں؟

[تصویر کو اُلٹ کر دیکھو، سب سمجھ میں آجائے گا]

ہندوستان میں کتنی آبادی ہے؟

۲۶ فروری ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کے ذریعہ کُل ہندوستان کی (انگریزی علاقہ اور ریاستیں) آبادی ۳۵ کرور ۱۵ لاکھ کے قریب دریافت ہوئی ہے۔ ۱۹۲۱ء میں ۳۱ کرور ۹۰ لاکھ تھی۔

افلاطون کی حکمت

شریر سے دوستی نہ کرو۔ ورنہ نادانستہ تمہاری طبیعت اُس کی شرارت چُرا لے گی۔

کسی نے پُوچھا۔ اتنا بہت سا علم تم نے کیونکر حاصل کرلیا؟ جواب دیا۔
"اس طرح کہ جتنی تم نے شراب پی ہے، اُس سے زیادہ میں نے تیل چراغ میں جلایا ہے"۔

خود دار وہ ہے جو فاقہ میں بھی ذِلّت ظاہر نہ کرے۔

کھانا اور کس طرح کھانا

کل مجھے اسکول پہونچنے میں دس منٹ کی دیر ہوگئی۔ راستے میں دوڑا بھی مگر گھڑی کی تیزی کو نہ پاسکا۔ ہال میں پہنچا تو عجیب تماشا دیکھا۔

یوں تو ہمارے مشن اسکول میں بہت سے پادری آیا ہی کرتے ہیں مگر آج جو صاحب کھڑے بول رہے تھے کچھ عجیب آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ خدا جھوٹ نہ بولائے تو ساڑھے چھ فٹ لمبے۔ سن سفید منہ میں ایک بھی دانت نہیں۔ ہاتھ پاؤں کے ناخن سیاہ جُوتا ندارد۔ پاجامہ ندارد۔ ایک لمبا کُرتا پہنے اور کمر میں ایک تسمہ باندھے۔ لٹھیا میں صلیب لگائے اُسی کے سہارے کھڑے لکچر دے رہے تھے۔

خدا جانے پہلے منہ سے کیا کیا کہہ گئے ہوں گے۔ میں تو دبک کر پیچھے بیٹھ گیا مگر سکنڈ ماسٹر سے کون بچتا ہے۔ اُنھوں نے تاڑ ہی لیا۔ میں کان لگا کر سُننے لگا۔ بھائی بہت عمدہ عمدہ باتیں بتائیں جو میرے دل میں بیٹھ گئیں۔

اُنھوں نے کہا۔ بچو۔ تندرستی کا دارومدار کھانے پر ہے۔ مجھے اگر تم بتا دو کہ کیا کھاتے ہو تو میں بتا دوں گا کہ تم کیا ہو۔ یعنی ہم ویسے ہی بن جاتے ہیں جیسا کہ غذا ہم کو بناتی ہے۔ پہلی بات جو تم کو یاد رکھنا چاہئے یہ ہے کہ ہم زندہ رہنے کے لئے

کھاتے ہیں نہ کہ کھانے کے لئے زندہ ہیں۔ سمجھے۔ خبردار خواہش سے زیادہ ہرگز نہ کھاؤ۔ زیادہ کھا لینے سے دماغ اور بدن دونوں کمزور ہو جاتے ہیں۔ تم بہت بڑی بھول میں ہو۔ تم سمجھتے ہو گے کہ جتنا زیادہ کھالیں گے اُتنے ہی طاقتور ہوں گے ہمیشہ اس بات کو یاد رکھو کہ جس قدر کھانا اچھی طرح ہضم ہو گا اُتنا ہی صحت بخش ہو گا۔

بہت زیادہ کھالینا، بہت کم کھانا ملنے سے بھی بُرا اثر کرتا ہے۔ اوسط مقدار میں کھاؤ اور تر نوالوں کی فکر نہ کیا کرو۔ جتنی سادہ تمھاری غذا ہو گی اُتنا ہی زیادہ مفید ہو گی۔ تمھاری غذا دماغ پر بھی اثر کرتی ہے۔ اگر تم پیٹ کو پھولا کر ڈھول بنالو گے یا تر ہی تر مال اُڑاؤ گے تو یاد رکھو تمھارا دماغ اچھا نہ ہو سکے گا"۔

مَیں سمجھے ہوئے تھا کہ بس آج کی بھی فیس یوں ہی گئی۔ اب یہ مہاشے کا ہے کو بارہ سے پہلے خاموش ہوں گے مگر نہیں اُنھوں نے کہا "مَیں صرف ایک بات اور کہوں گا"۔ مَیں نے دل میں سوچا خیر سستے چھوٹے۔ پھر فرمایا "اپنے کھانے کو۔ روٹی اور دال کو۔ گوشت کو۔ ترکاری کو اور چاول یا جو کچھ تم کھاؤ خوب چباؤ۔ دشمن کی طرح دانتوں سے پیسو۔ دودھ کی طرح پتلا کرو۔ اور تب حلق کے نیچے اُتارو۔ لڑکے بکری کی طرح کھاتے ہیں۔ ایک دو بار مُنھ چلایا اور کھٹ سے پیٹ میں اُتار دیا۔ بکری تو جگالی (پاگر) کر کے ہضم کرتی ہے یہ بیچارے کیا کریں۔ ناحق مصیبت میں پھنستے ہیں خود اسکول سے غیر حاضر ماں باپ الگ پریشان۔ اگر وقت پر دوا پہنچ گئی تو خیر۔ نہیں تو صاحب قے دست جاری

بچے تو بچے ۔ نہیں تو جھگڑا ہی مٹا ڈالا ۔ خود تو چلتے بنے اور دوسروں کو عمر بھر کے لئے رُولا گئے
مگر واہ پادری ہو تو ایسا ہو ۔ جتنی بات کہی اُتنے انداز سے ۔ اپنے پُپلے گالوں کو ۔ آنکھوں
اور بھنوؤں کو ایسا چلایا گویا اس وقت سوہن حلوا اُڑا رہے ہیں ۔ اُن کے منھ چلانے
پر سب وہ غذا کو دشمن کی طرح پیسنا بتا رہے تھے ، ایسی ایسی چھب دکھائی کہ وہاں کوئی
لڑکا یا ماسٹر ایسا نہ تھا جو ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ نہ ہو گیا ہو ۔

اب پادری صاحب بیٹھ گئے ۔ گھنٹا بھی پہلا بج گیا ۔ لیکن یار لوگ کہاں چھوڑتے
ہیں ۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کھڑے ہو گئے ۔ " لڑکو ! مجھے اُمید ہے کہ تُم (اتم) لوگوں نے
سب باتوں کو یاد کر لیا ہو گا ۔ یہ پادری صاحب ۱۳۰ برس کے ہیں ۔ یہ نیپال میں گھومتے
ہیں ۔ یہ اب بھی کتاب پڑھ سکتے ہیں ۔ یہ ہماری خوش (قسمتی) ہے جو آپ آ گئے ہیں
اچھا اب ہم دُعا کرتے ہیں :۔

غرض کہ سب لوگ کھڑے ہو گئے دُعا ہوئی اور لڑکے اپنے اپنے کلاس میں چلے گئے
اُس روز تمام دن لڑکوں میں اور ماسٹروں میں نیپالی پادری کا ذکر ہوتا رہا ۔ مجھے تو
اُن کی صورت شکل ۔ چکلی چکلی ہڈی ۔ دمکتا ہوا چہرہ ۔ سن کے سے سفید بال ۔ پُپلے پُپلے
گال ، کبھی نہ بھولیں گے ۔ اور بھائی خدا کا شکر ہے اُس دن سے میں آج تک بیمار نہیں ہوا
اور دیکھو حاسدوں کو مجھے مٹکا کہتے ہیں کوئی فلیٹ کہتا ہے ۔ کیا ان کے کان بند تھے ۔ پادری صاحب

کی بات تو سُنی سب نے تھی۔ مَیں نے اُس پر عمل کیا۔ نہ کبھی زیادہ کھایا نہ چبانے میں کسی غذا کے مروت کی۔ اماں کو الگ خبط سوار ہے کہتی ہیں ننگے بدن نہ رہو ڈیٹھ لگ جائے گی۔ اس سبب سے مَیں بعض وقت پریشان ہو جاتا ہوں اور بس۔

(عنایت مسیح)

سمندر کا پانی نیلا کیوں ہے؟

سمندر کے پانی کے متعلق بہت کچھ تحقیق و تفتیش ہو چکی ہے۔ حال میں اسی سلسلہ میں پانی کے رنگ کے متعلق ایک جرمن ماہر طبعیات نے غور و تجربہ کرکے دریافت کیا ہے کہ سمندر کا رنگ نیلا کیوں ہے؟۔

اس پروفیسر کا نام رچرڈ ولسٹائر ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ رنگ پر پیتل کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔ گھلے ہوئے پیتل کا رنگ اسی قسم کا کچھ نیلا سا ہوتا ہے۔ سمندر کے رنگ کی نیلاہٹ کا سبب یہی ہے کہ اس میں پیتل کا جزو گھلا ہوا ہے۔

اس کا بیان ہے کہ ایک ناند (ٹب) میں صاف پانی بھر کر پیتل کو گھول دیا جائے اور پھر اس صاف پانی کی رنگت دیکھی جائے تو نیلی دکھائی دے گی۔ اِن ہی مشاہدات و تجربات کے لحاظ سے اُس نے دریافت کیا کہ سمندر کے پانی میں بھی یہی اثر ہے اور اسی لئے اس کا پانی نیلا نظر آتا ہے۔

(از ریاست - دہلی)

سہیلی

گڑیا کی شادی

کیسی اچھی یہ گڑیا ہے	گویا آفت کی پڑیا ہے
ناک میں اپنے نتھ ہے ڈالے	ہار گلے میں، کان میں بالے
کتنے ننھے ننھے گہنے	ہاتھ، گلے میں یہ ہے پہنے

گڑیا کا مَیں بیاہ کروں گی　　اچھّا سا گُڈّا ڈھونڈھوں گی

چُنّی کا گُڈّا ہے چھوٹا　　بھدّا بھدّا موٹا موٹا

مَیں نہ کروں گی اُس سے شادی　　کل مَیں نے یہ بات سُنادی

مُنّی کا گُڈّا ہے اچھّا　　اُس سے اِس کا بیاہ رَچے گا

بڑے بڑے آئیں گے راجا　　ساتھ لئے سب باجا گاجا

آتش بازی خوب چھُٹے گی　　دَولت ہاتھوں ہاتھ لُٹے گی

پُوری کچوری اور مال پُوا　　بھات مَیں دُوں گی اُس کا اچھّا

برتن ۔جوڑے ۔فٹن ۔مسہری　　دان جہیز بہت سا دُوں گی

چرچے اس شادی کے رہیں گے　　مجھکو سب شاباش کہیں گے

(اڈیٹر)

اپنے کسی دوست سے کہو۔ میں اس کمرے میں ایک پیالہ پانی بھر کر اس طرح
رکھ سکتا ہوں کہ آپ نہیں دیکھ سکتے، باقی سب لوگ اُسے دیکھ سکتے ہیں۔
اُس پر آپ کے دوست کہیں گے واہ! جو چیز سب دیکھیں گے اُسے میں کیسے
نہیں دیکھ سکونگا ؟ بھلا یہ بھی کوئی بات ہے۔
آپ کہئے۔ حضرت یہ سب کام جادو کے زور سے ہوگا۔ اگر اس پر بھی اُن کو یقین نہ
آئے تو آپ ایک پیالہ پانی بھر کر اُن کے سر پر رکھ دیجئے۔ سب لوگ دیکھ سکیں گے اُن
حضرت کو نظر نہ آئے گا۔

اپنے دوستوں سے کہئے۔ "کیا آپ اپنا ہاتھ کسی ایسی جگہ پر رکھ سکتے ہیں جہاں آپ
کا دوسرا ہاتھ اُس کو نہ چھو سکے؟"۔
یہ سُن کر وہ چکرا جائیں گے اور کہیں گے ایسا نہیں ہو سکتا۔ جہاں ایک ہاتھ جا سکتا
وہاں دوسرا بھی پہنچ سکتا ہے۔

ذرا دیکھنا بھائیو، - یہ کہہ کر آپ اُن کے ایک ہاتھ کے پنجے کو دوسرے ہاتھ کی کُہنی پر رکھ دیجئے۔

وہ کبھی نہ چھو سکیں گے۔

انعامی سوال

جو چیزیں سچ مچ کھائی جاتی ہیں اُن کے علاوہ اور لفظوں کے ساتھ مصدر "کھانا" کا استعمال بتاؤ (۱) جیسے قسم کھانا (۲) ٹھوکر کھانا (۳) ہوا کھانا وغیرہ جو بچہ سب سے زیادہ اور صحیح استعمال بتائے گا اُس کو رسالہ "بچوں کی دُنیا" کی ایک جلد چھ ماہ تک بلا قیمت روانہ کی جائیگی۔ اور اگر وہ پہلے سے خریدار ہے تو ایک جلد داستان عجم حصہ اوّل کی انعام میں دی جائے گی۔
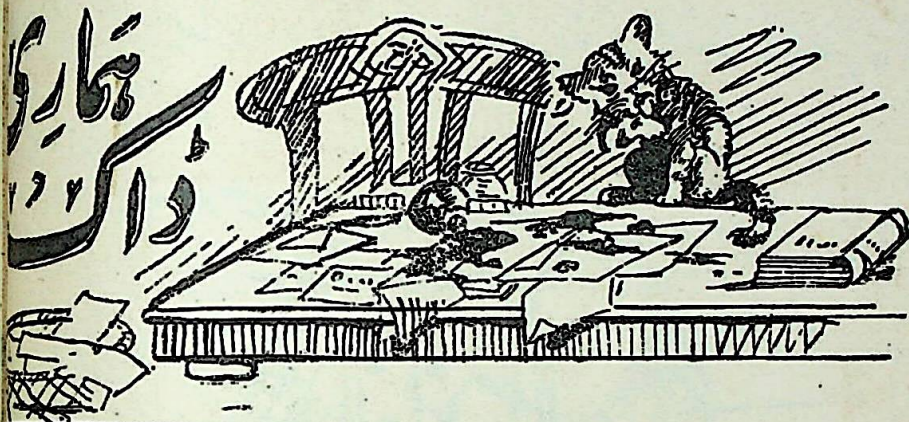
۱۔ اپنا نام و پتا صاف نہ لکھنے والوں کو جواب نہیں دیا جائے گا۔

۲۔ وی۔ پی منگانے سے ۴ر زیادہ خرچ ہوتا ہے۔ اس لئے ۶ر بذ...
منی آرڈر بھیجئے۔

۳۔ بار بار نمونہ مفت روانہ نہ ہوگا۔

> ’شیخ چلی کی کہانیاں‘ نامی کتاب اُس بچے کو انعام میں دی جائے گی جو ایک نیا گاہک ’بچوں کی دنیا‘ کے لئے بنائے گا۔ اور اُس کا نام رسالہ میں چھاپا جائے گا۔

۴۔ بیکار اور غریب محنتی لڑکے نمونہ منگا کر فی خریدار ۸ر کمیشن حاصل کر سکتے ہیں۔ اور اس طرح ہر ماہ اپنے ہی شہر میں دس پانچ روپیہ ماہوار کما سکتے ہیں۔

نوٹ۔ پانچ سے کم خریدار بنانے والوں کو کمیشن ...

۱۹۳۱ء

مئی

بچّوں کی دُنیا

چندہ سالانہ عہ

ماہوار رسالہ
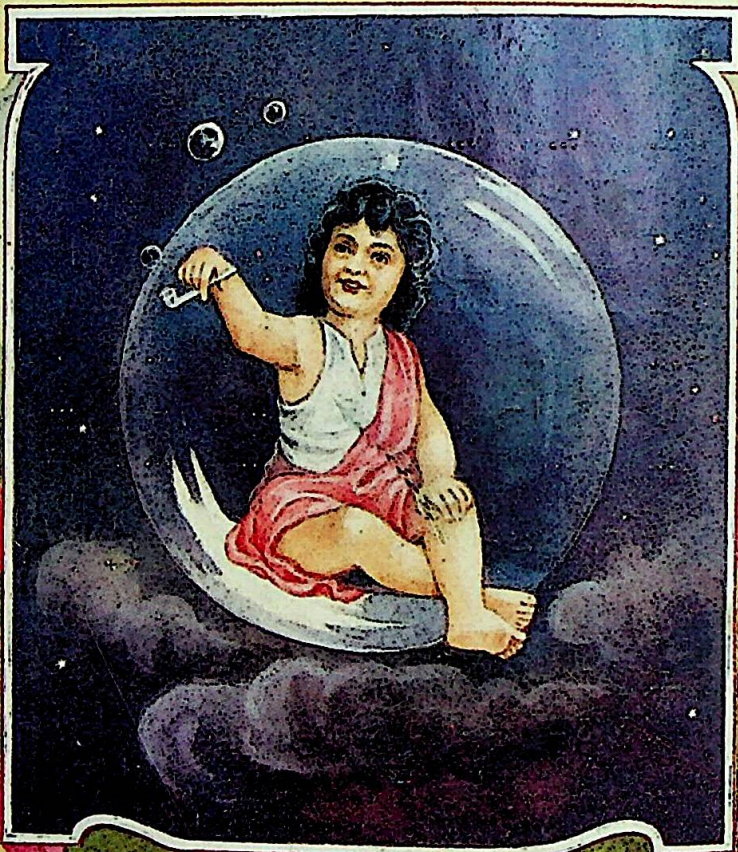
بچّوں کی دُنیا
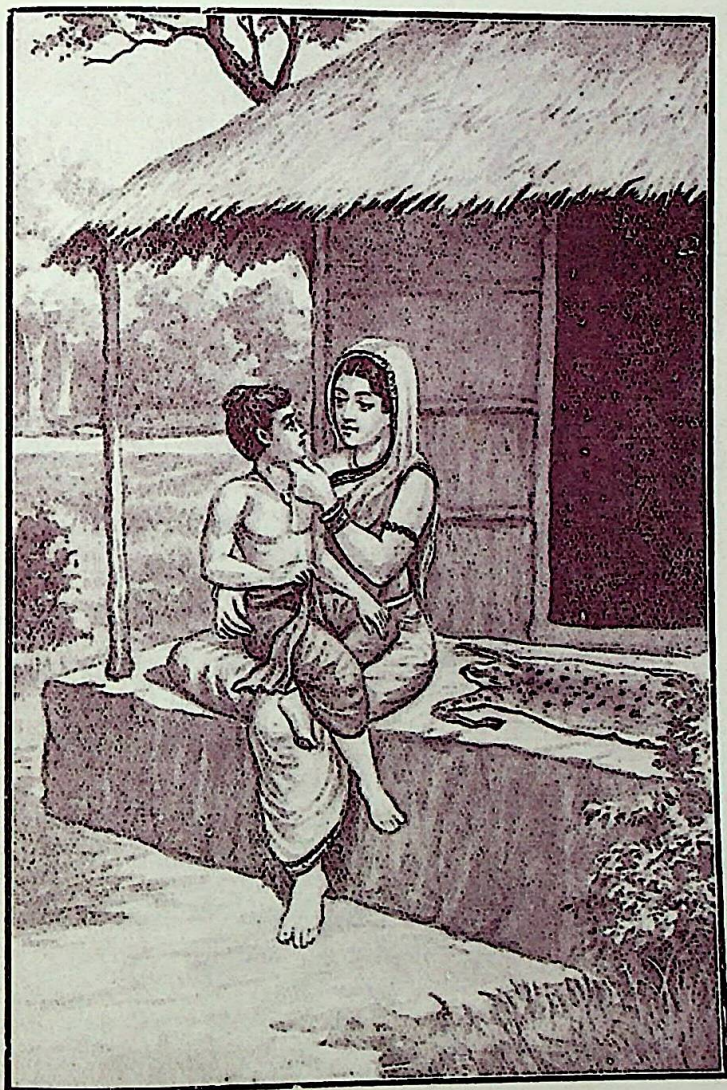
شکتی اور ارندھتی

چاندنی

چاندنی تو چادرِ مہتاب ہے — لوگ کہتے ہیں کہ تو کمخاب ہے

راحت و آرام کی تو جان ہے — تجھ پہ سو جی سے یہ جی قربان ہے

رات میں دن کا اُجالا چاندنی — چاند سے رُوشن دوبالا چاندنی

جان ہے گویا ہماری چاندنی — ہم کو ہر شے سے ہے پیاری چاندنی

چاندنی تیرا غرض دیوانہ ہوں

تو اگر ہے شمع میں پروانہ ہوں

(از بھیم شنکر پروانہ)

لندن کے لوگوں کا اخلاق

لندن میں ہر شخص اپنے اپنے کام میں لگا رہتا ہے۔ پھر بھی مطلق شوروغل نہیں ہوتا۔ وہاں کے بازاروں میں بھی تم ایسے بے فکروں کو، جو فضول اِدھر اُدھر قہقہے لگا رہے ہوں، ہرگز نہ پاؤ گے۔ وہ لوگ اپنے کاموں میں ایسے لگے رہتے ہیں کہ ہم لوگ اگر دیکھیں تو اُنھیں خشک کھرّا ہی کہیں۔ اُن کے ظاہری انداز سے یہ بھی خیال ہو سکتا ہے کہ اُن میں ہمدردی نام کو بھی نہیں۔

لیکن دراصل ایسا نہیں ہے۔ اُن میں اخلاق اور انسانی ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ ہم ایک ہندوستانی پروفیسر صاحب کا بیان یہاں پر درج کرتے ہیں، جو اُنھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

ایک مرتبہ ایک شخص ایک ہوٹل (کھانے کی دوکان) سے باہر نکلا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک ہینڈ بیگ تھا۔ باہر نکل کر اُس نے بہ آواز بلند موٹر والے کو پکارا (ہم تم سے کہہ چکے ہیں کہ لندن میں ہر طرف خاموشی رہتی ہے، شوروغل کا نام نہیں ہوتا)

اُس شخص کے پکارنے سے لوگ سمجھ گئے کہ یہ اندھا ہے اور واقعی وہ اندھا تھا۔ لیکن مصنوعی آنکھیں لگائے ہوئے تھا۔ جس سے اُس کے اندھے ہونے کا پتا نہیں چلتا تھا۔ اُس کے آواز دینے سے جب سب کو یقین ہو گیا کہ وہ

اندھا ہے تو لوگ چاروں طرف سے دوڑ پڑے کسی نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ کسی نے دوڑ کر موٹر والے کو بُلایا۔ اور اس طرح ہاتھوں ہاتھ لاکر اُسے موٹر پر بٹھا دیا۔

(۲)

وہی پروفیسر صاحب جو ہندوستان سے پی ایچ۔ ڈی۔ کی ڈگری لینے ولایت گئے ہوئے تھے، کہیں جا رہے تھے۔ اُنھوں نے ایک شخص سے راستہ پوچھا۔ اُس نے بتا دیا۔

پروفیسر صاحب اُسی راستے پر دور نکل گئے۔ یکایک کیا دیکھتے ہیں کہ وہی شخص تیز دوڑتا ہوا چلا آرہا ہے۔ اُس نے قریب پہنچ کر پروفیسر صاحب سے معافی مانگی۔ اور بڑی شرمندگی سے اُس نے کہا کہ مجھسے راستہ بتانے میں غلطی ہوئی۔ آپ جہاں جانا چاہتے ہیں اُس کا راستہ بجائے اس کے دوسرا ہے۔ چنانچہ پروفیسر صاحب کے ساتھ جاکر اُس نے اُن کو اُس مقام پر جہاں وہ جانا چاہتے تھے، پہنچا دیا۔

(۳)

ایک روز وہ اپنے تمام مضامین جو اس ڈگری کے لئے بہت محنت و جانفشانی سے تیّار ہوئے تھے، ایک ہینڈ بیگ (چمڑے کا چھوٹا بکس) میں رکھے ہوئے کسی لائبریری (کتب خانہ) سے واپس آرہے تھے۔ راستہ میں ایک موٹر بس (کرایہ کی لاری) پر سوار ہوکر اپنے جائے قیام پر جانے لگے۔ موٹر تیزی

میں جارہی تھی۔ اتفاق سے اُن کا ہینڈ بیگ کُھل گیا اور وہ تمام کاغذات راستے میں گر کر بکھر گئے۔

جس وقت یہ مقام پر پہنچے تو اُنھوں نے دیکھا کہ ہینڈ بیگ کُھلا ہُوا ہے اور کاغذات سب گر گئے ہیں تو اُن کی جان سوکھ گئی۔ اس لئے کہ اِسی کے لئے وہ اپنے وطن کو چھوڑ کر اور ہزاروں روپیہ صرف کر کے یہاں آئے تھے۔ وہ سنّاٹے کے عالم میں خاموش کھڑے تھے کہ یکایک اُنھوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ تمام کاغذات لئے ہوئے اُن کے پاس آرہا ہے۔ چنانچہ اُس نے اُسی صورت میں وہ تمام کاغذات اُن کے حوالے کر دیئے جس ترتیب سے اُنھوں نے ہنڈ بیگ میں رکھا تھا۔ اب اُن کو معلوم ہوا کہ جس وقت وہ کاغذات گر رہے تھے، راستے کا ہر شخص اُٹھا اُٹھا کر ایک دوسرے کی طرف بڑھاتا جاتا تھا اور اس طرح جیسے ہی وہ اپنے مقام پر موٹر سے اُترے ویسے ہی وہ تمام کاغذات آخری شخص نے اُن کو لا کر سونپ دیئے۔

یہ ہے وہ اخلاق و ہمدردی جس کی بدولت لندن کو آج اس قدر ترقی ہوئی۔ اور وہ دُنیا کا سب سے بڑا شہر ہو گیا۔

(از تحفۂ لندن، حضرت اصغر)

پتنگ

(بلا اضافت نظم)

دیکھو بھائی اُڑ رہا ہے وہ مرا نیلا پتنگ
دیکھ کر پرواز اُس کی آپ ہو جائینگے دنگ

حُکم پر چلتا ہے میرے کیسی اچھّی بات ہے
دوسرا ہر کھیل گویا اس کے آگے مات ہے

غوطے کھاتا ہے مگر نیچے نہیں گرتا ہے یہ
صاف اور ستھری ہوا میں تیرتا پھرتا ہے یہ

کام کتنا اک اشارہ پر مرے اس نے کیا
جُھک گیا، جُھک کر بڑھا، بڑھکر اُٹھا، اُٹھکر چلا

ہے ہَوا کے ساتھ یہ بھی بھاگنے کی گھات میں
مجھسے جائیگا کہاں، چوٹی ہے میرے ہاتھ میں

رُوکوں اب چلنے سے اسکو تاکہ دم یہ لیلے ذرا
دیر سے اُڑتا رہا ہے اُڑتے اُڑتے تھک گیا

پڑھنے لکھنے سے میں اپنے جبکہ فرصت پاؤنگا
کام کر کے گھر کا پھر کوٹھے کے اوپر آؤں گا

پھر پتنگ اپنا اُٹھاؤں گا اُڑانے کے لئے
منتظر ہوگا ہوا میں وہ بھی جانے کے لئے

پیچ تو ہرگز کسی سے میں لڑانے کا نہیں
مفت کی بدنامی اور نقصان اُٹھانے کا نہیں

لُوٹنے کیواسطے جو کوئی اس کو جائے گا
اونچا مُنہ کر کے جو دوڑے گا تو ٹھوکر کھائیگا

میرے باعث پھر بھلا تکلیف کیوں پائے کوئی
کیوں کٹے میرا پتنگ جو لُوٹنے جائے کوئی

آپ سمجھیں گے کہ وقت اپنا گنوا دیتا ہوں میں
لیکن اس کی ہر ادا سے اک سبق لیتا ہوں میں

ہاتھ سے اخلاق کا ڈورا اگر چھوٹا کہیں
پھر کوئی اپنا پرایا پاس آنے کا نہیں

ہوتے ہوتے میں بھی ہو جاؤنگا اتنا ہی بلند
تب کہیں گے آپ میرا لاڈلا ہے ارجمند

(خاور جبلپوری)

کمسن شاعر

'بچوں کی دُنیا' میں بھی بہت سے شاعر ہیں۔ جن کی نظمیں آپ لوگ پڑھ پڑھ کر خوش ہوتے رہتے ہیں۔ یہ تصویر ہمارے دوست گنگا پرشاد 'سکسینہ' کی ہے آپ بھی ایک کمسن شاعر ہیں۔ آپ کی عمر صرف ۱۲ سال ہے۔
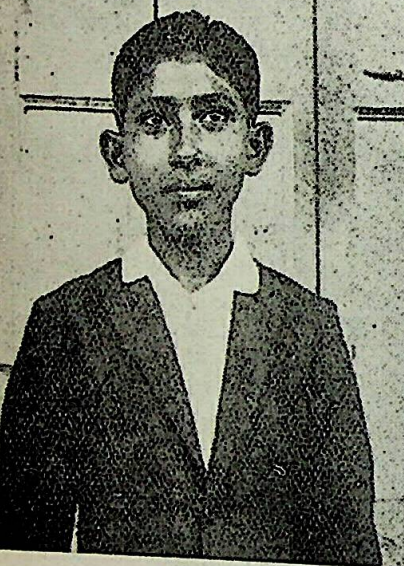
پچھلے مہینے میں کایستھ پاٹھ شالہ (کالج) الہ آباد کے مشاعرہ میں آپ نے اپنی ایک نظم پڑھی۔ آپ نے ایسے اچھے ڈھنگ سے پڑھا کہ واہ واہ کی دُھوم مچ گئی۔ پرنسپل مسٹر گوکل چند صاحب اور پروفیسر سیّد ضامن علی صاحب (الہ آباد یونیورسٹی) نے آپ کو تمغے عنایت فرمائے۔ اِن کے علاوہ دو تمغے اور بھی آپ کو ملے۔

آپ دو تین طرح کے باجے بھی بجا لیتے ہیں۔ گانا بھی اچھا جانتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ پڑھنے لکھنے میں بھی تیز ہیں۔

منشی کون ہے؟

بادشاہ عالمگیر کو ایک منشی کی ضرورت ہوئی۔ اُس نے اشتہار دیا کہ لوگ اُس جگہ کے لئے درخواست دیں لیکن اپنی درخواست میں یہ بھی لکھیں کہ منشی میں کیا کیا صفتیں ہونی چاہئیں۔

بہت سے لوگوں نے درخواستیں دیں ہر شخص نے منشی کے اوصاف بیان کرنے میں دو دو تین تین صفحے رنگ ڈالے۔ ایک شخص نے منشی کی صفت صرف یہ لکھی۔

"منشی وہ ہے جو لکھے تھوڑا مطلب نکلے بہت"

اورنگ زیب نے اُسی کی درخواست منظور کی۔

لطیفے

دو گنوار لکھنؤ کی سیر کرنے آئے۔ حضرت گنج میں سے چھڑکاؤ کی گاڑی نکلی۔ ان بیچاروں نے بھلا چھڑکاؤ کرنے کی گاڑی پہلے کاہے کو دیکھی تھی۔

ایک نے کہا۔ اے ننتو! دیکھ گاڑی کا سارا پانی بہا جا رہا ہے۔ ذرا ٹھہر نا میں گاڑی والے سے کہدوں۔

ننتو تھا ذرا ہوشیار جھٹ بول اُٹھا۔ واہ یار بدھو! تو بھی عقل کا پورا ہی نکلا۔ یہ پانی پیچھے سے اِس لئے بہ رہا ہے کہ کوئی شرارتی شریر لڑکا پیچھے سے چڑھنے کی کوشش نہ کرے۔

ہنسو اور موٹے ہو جاؤ؟

(۱)

ہنسنا ہے بہت اچھا گر بس یہی ہے صحت کا
مردنی ہوئی بھی صورت کیا ہنسنا ہے بہت اچھا
اچھا تو زرا ہنسنا

(۲)

مٹ جاتے ہیں ہنستے سے سب مادّے زہریلے
ہر وقت تم رہو ہنستے ہنسنے کے ہیں کیا کہنے
اچھا تو زرا ہنسنا

(۳)
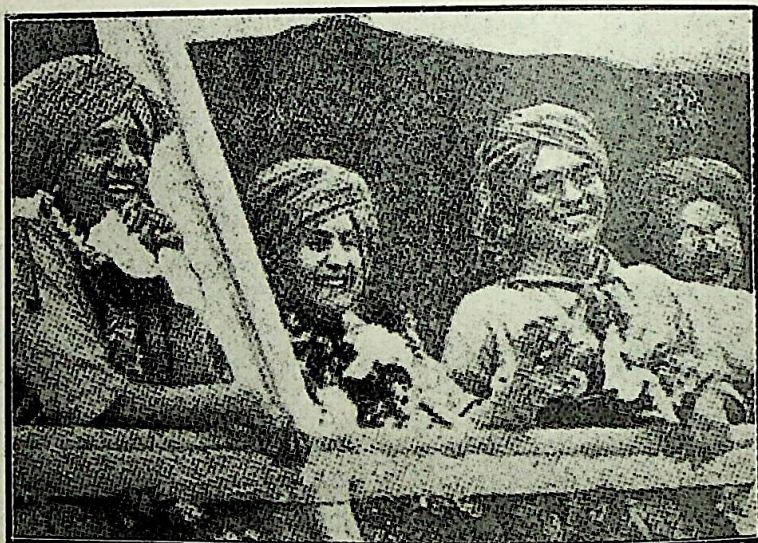
مکتب کے سوا ہر جا جائز ہے تمہیں ہنسنا
جس وقت رہو تنہا وقت وہی ہے ہنسنے کا
اچھا تو زرا ہنسنا

(۴)

ایلو وہ ہنسی آئی کیوں اس کو روکو بھائی
اس وقت ہے تنہائی تشریف ہنسی لائی
اچھا تو زرا ہنسنا

(اعجاز حسین صدیقی خلف مولانا سیماب اکبرآبادی)

منھ مانگا انعام

(قبل دوپہر)

مرزا حماقت بیگ لڑکوں کو چھٹی دیکر مکتب سے مکان جا رہے تھے۔ راستے میں سر کھجاتے ہوئے دل ہی دل میں کہہ رہے تھے کہ میرا نام حماقت بیگ نہیں اگر راجا صاحب کی ریاست میں کھل بلی نہ ڈال دوں۔ کوئی حد ہے۔ نام بہت درشن تھوڑا دو دو سال کی تنخواہ باقی ہے۔ راجا ہونگے تو اپنے گھر کے۔ میں تو اب نہیں مانوں گا۔ پیچھے سے کسی نے پکارا "مولی صاحب" (مولوی صاحب) سلام الیکم (سلام علیکم)۔

حماقت بیگ ۔ (مڑکر) اخّاہ۔ بھائی خان میر! ادھر کہاں؟ ہاں بھئی اچھا یاد آیا۔ سپاہی تو ہو۔ بھلا کبھی راجا صاحب کی کچھری میں بھی جاتے ہو؟ کچھ نیاؤ بھی ہوتا ہے؟

خان میر ۔ حضور! مجھ کو کچھری سے کیا مطلب؟ میں تو پیادہ ہوں۔ جہاں حکم ہوا، چلا گیا۔

حماقت بیگ ۔ معلوم ہوا کہ تم خود نہیں جا سکتے کہ کچھری دیکھو۔

خان میر۔ جی تو بہت چاہتا ہے لیکن میرا وہاں گذر کیسے ہو؟
حماقت بیگ۔ تم نے بھی گذر ہونے کی ایک ہی کہی۔ کسی بھلے مانس کو دو چار ہاتھ رسید کرو۔ وہ نالش کریگا اور تم کچہری مین ہاتھوں ہاتھ پہنچا دیئے جاؤ گے؟

خان میر تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ اُس نے مولوی صاحب (حماقت بیگ) کا کُرتا گلے کے پاس پکڑ لیا اور بولا "تو مولوی صاحب! آپ سے بڑھکر کون بھلے مانس ملے گا" یہ کہکر تین چار لپوٹے کس کس کر جمائے۔
حماقت بیگ۔ ارے بھائی ٹھہرو۔ یہ کیا کرتے ہو۔ مَیں نے اپنے لئے تو نہیں کہا تھا۔ ...... غرضکہ سپاہی نے مولوی صاحب کا مُنہ لال کرکے اپنا راستہ لیا اور یہ کہتا ہوا چمپت ہوا کہ آپ کا ایسا بھلا آدمی ڈھونڈھنے میں بہت دِقت ہوتی۔

(بعد دوپہر)

راجا صاحب کچہری میں بیٹھے ہیں۔ وکیل۔ مُختار۔ چپراسی۔ پیشکار اور دوسرے لوگ ادب کے ساتھ کھڑے ہیں۔ پیشکار نے مرزا حماقت بیگ کی درخواست پیش کی حکم ہوا حاضر کرو۔
چپراسی نے باہر نکل کر آواز لگائی "مرزا حماقت بیگ۔ مرزا۔ حماقت بیگ۔

حاضر ہے ؟ اپنا نام سنتے ہیں مولوی صاحب اجلاس پر جا پہنچے ۔ اور فریاد کی کہ حضور مجھ غریب و کمزور کو خان میر سپاہی نے بلا قصور مارا ۔ حکم ہوا حاضر کرو ۔

راجا صاحب ۔ (خان میر سے) تم نے مولوی صاحب کو مارا ۔ ؟

خان میر ۔ ہاں سرکار ۔

راجا صاحب ۔ (غُصّہ ہوکر) کیوں ؟

خان میر ۔ غریب پرور ۔ اس کی وجہ مولوی صاحب بتائیں گے ۔

راجا صاحب ۔ بتاؤ حماقت بیگ ۔ صحیح صحیح واقعہ ؟

جب حماقت بیگ کچہری دیکھنے کی تدبیر (کسی بھلے مانس کو پیٹ کر) بیان کر چکے تو سب لوگ ہنستے ہنستے لُوٹ لُوٹ گئے ۔ خان میر سے راجا صاحب نے خوش ہوکر فرمایا ۔ بہت اچھا کیا ۔ سپاہی میاں ۔ کل جو انعام مانگو گے تم کو دیا جائے گا ۔ سپاہی سلام کرکے رُخصت ہوا ۔

بوقت شب

لابھ چند (پیشکار) بھائی خان میر ۔ دیکھو میں نے تمھاری بہت شفارش راجا صاحب سے کی تھی ، جب ہی تو انعام ملے گا ، تو پھر آدھا یاروں کا رہا ۔

خان میر ۔ آپ کے اور بھی احسان مجھ پر ہیں ۔ جو سرکار کہیں ۔ مجھے منظور ہے ۔

ننّھے خاں ۔ (چپراسی) کہو بھائی خان میر تم بھی سپاہی اور ہم بھی سپاہی ۔ تمھارے بھاگ ۔

جاگے۔ تو ہمارا بھی کوڑھ کٹا۔ چوتھائی کے حقدار ہم بھی ہیں۔ بھول نہ جانا۔

گھسّو۔ (دوسرا چپراسی) اب تو پو بارہ ہیں۔ سچ ہے خدا جسے دیتا ہے چھپّر پھاڑ کے دیتا ہے، کل تو مُنہ مانگا انعام ملے گا۔ روپیہ میں ۴؍ ہم کو ملا کرتا ہے۔ یہی سارا سہارا ہے؟

غرضکہ آدھا تو پیشکار صاحب نے اپنا طے کرلیا۔ چوتھائی ننھّے خاں چپراسی کا ہوگیا۔ چوتھائی جو بچا تھا اُس کا وعدہ گھسّو سے ہوگیا۔ اب بچا کیا۔ کچھ بھی نہیں۔ رات بھر سوچتے سوچتے خانؔ میر سو گیا کہ کیا انعام مانگوں؟

(دوسرے دن)

صبح کو کچہری میں سب لوگ جلد جلد آ پہنچے۔ بہت سے تماشائی بھی اکٹھے ہوئے۔ کوئی کہتا۔ دس بیس گاؤں خانؔ میر کو مل جائے گا۔ کوئی کہتا سپاہی ہے تلوار ملے گی۔ کوئی کہتا بیوقوف ہے اگر جاگیر نہ لکھوا لے۔ خانؔ میر کے چھتّے دار خوشی کے مارے پھولے نہیں سماتے تھے کہ بس آج ہمارے بھی دن پھریں گے

خانؔ میر راجا کے سامنے حاضر ہوا۔

راجا صاحب "مانگو۔ کیا مانگتے ہو"؟

خانؔ میر۔ حضور! راجا مہاراجا جو کہدیتے ہیں وہی کرتے ہیں۔ مجھے اُمید

ہے آج مُنہ مانگا انعام پاؤں گا۔

راجا صاحب۔ "بیشک۔ جو تم مانگو گے وہی دونگا"۔

خان میر۔ "سرکار! سَو کوڑے میری پیٹھ پر لگائے جائیں"۔

سب لوگوں نے دانتوں میں انگلیاں دبالیں۔ حیرت سے ایک ایک کا مُنہ تکنے لگے۔ راجا کو بھی سخت تعجب ہوا۔ مگر قول دے چکا تھا۔ جلّاد کو بلوایا۔ وہ فوراً کوڑا لے کر حاضر ہوا۔ اس وقت خان میر نے کہا کہ حضور اس انعام میں میرے حِصّہ دار بھی ہیں، پہلے اُن کو حِصّہ دے دیا جائے، جو بچے وہ مجھے عنایت ہو۔

راجا صاحب۔ حِصّہ دار کیسے؟

خان میر نے نہایت اطمینان سے سب قِصّہ پیشکار اور چپراسیوں کے اپنے گھر پر آنے اور قول و قرار کرانے کا بیان کر دیا۔

راجا صاحب نے کہا "ضرور۔ ضرور۔ پہلے حِصّہ داروں کو انعام دیا جائے"۔

غرض کہ خان میر کا مُنہ مانگا انعام سب حِصّہ داروں میں تقسیم ہو گیا اور حِصّہ داروں کی پیٹھ سے گویا یہ آواز آنے لگی "پھر کسی کے انعام میں حِصّہ مانگو گے"۔

آخر میں راجا صاحب نے فرمایا "چونکہ خان میر کا انعام کل کا کل حِصّہ داروں میں تقسیم ہو گیا لہٰذا ایک ہزار روپیہ میں اپنے جیب خاص سے انعام دیتا ہوں"۔

(ایڈیٹر)

دُو بھائیوں کی بات چیت

سُنو میرا کہنا جو صابر علی
تو دِل کو تمہارے ہو بے کلی

اگر تم کو اپنا سبق یاد ہو
تو کاہے کو ناراض اُستاد ہو

نہ دل سے کبھی پڑھتے ہو تم کتاب
نہ آتا ہے تم کو ذرا بھی حساب

نہ لکھنا ہی اچھا نہ املا دُرست
تمھیں ہم سبق سب بتاتے ہیں سُست

دوات و قلم کی نہیں کُچھ خبر
کتابیں پڑی ہیں اِدھر کچھ اُدھر

ابھی تک ہو پہلی جماعت میں تم
مگر سب سے اوّل شرارت میں تم

ہیں ناراض ماں باپ تم سے سبھی
اُلجھتے ہو تم بھائی بہنوں سے بھی

لڑائی کبھی ہے جو مختار سے
تو اَن بَن کسی وقت غفار سے

کبھی کان کھینچا جو محمود کا
تو بیچارہ وہ چیخ کر رو اُٹھا

کبھی ساجدہ کو چڑاتے ہو تم
کبھی اُس کی گڑیاں چُراتے ہو تم

نہیں تم کو مطلب کسی کام سے
اُٹھے دِن چڑھے شور ہے شام سے

اگر یاد کر لو تم اپنا سبق
تو ہرگز نہ ہو دل کو رنج و قلق

نہ ماں باپ ہی کا رہے کوئی ڈر
نہ اُستاد سے کچھ ہو خوف و خطر

خوشی سے پڑھو۔ پڑھ کے گھر آؤ تم : خوشی سے سویرے مدرسہ جاؤ تم

خوشی تندرستی کی بُنیاد ہے

خوشی کیوں نہ ہو جب سبق یاد ہے

محبّت سے اختر نے جب یہ کہا　　تو صابر کے دل پر اثر کچھ ہوا

لپٹ کر کہا "اے مرے بھائی جان　　ہے نزدیک میرا بہت امتحان

یہ ظاہر ہے۔ میری خطا ہے ضرور　　ہُوا پڑھنے لکھنے میں بیشک قصور

پڑھونگا میں اب دل لگا کر کتاب　　بہت وقت میں نے کیا ہے خراب

حساب آپ مجھکو بتایا کریں　　ابھی تھوڑا تھوڑا سکھایا کریں

لکھوں گا بہت ہی صفائی سے میں

پڑھونگا سبق اپنے بھائی سے مَیں

(ماسٹر باسط۔ بسوانی)

پہلا نمبر

بچّوں کی دُنیا:- اڈیٹر — حامد علی صاحب حامد۔ مقام اشاعت انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد چندہ سالانہ عہ (دو روپیہ آٹھ آنہ) یہ رسالہ بچّوں کے لئے مصوّر (تصویروں کے ساتھ) شایع کیا جاتا ہے اور کیا دلبا غت (چھپائی) و نفاست اور کیا باعتبار مضامین و ترتیب، رسالہ نہایت کامیاب ہے، میں خیال کرتی ہوں کہ اس وقت جس قدر رسائل بچوں کے لئے شایع ہو رہے ہیں ان میں اس کا نمبر پہلا ہے۔

رسالہ "حریم" لکھنو

ماہ اپریل سنہ ۱۹۳۱ء

گنتی کا کھیل

مجموعہ ۱۵ ہوگا

نیچے کے خانوں میں جو گنتیاں لکھی ہوئی ہیں ان کو سیدھا ۔ ترچھا ۔ چاہے جدھر سے جمع کرو، مجموعہ ۱۵ ہوگا ۔

۴	۹	۲
۳	۵	۷
۸	۱	۶
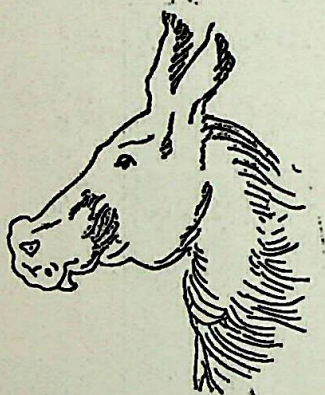
اس کو ۱۵ کا نقش بھی کہتے ہیں

گدھا ہے یا مُرغ ؟
(اُلٹ کر دیکھو)

نئی موٹر

اس وقت امریکہ میں ہر سال ۳۱ ہزار آدمیوں سے زیادہ موٹر سے دَب کر مر جاتے ہیں۔ اور قریب ۱۰ لاکھ آدمی ہر سال زخمی ہوتے ہیں۔

(لندن کی ایک سڑک)

اسی طرح ولایت میں بھی موٹر سے دبنے اور کچل جانے والوں کی تعداد دن پر دن بڑھ رہی ہے۔ لیکن تم سوال کرو گے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں بھیڑ بہت ہوتی ہے۔ موٹریں بہت بھاری بھاری چلتی ہے۔ بعض چلانے والے غفلت کرتے ہیں۔ بعض موٹر کے پُرزے خراب ہوتے ہیں اور وقت پر رُکتی نہیں۔ برسات میں موٹر پھسلتی بھی ہے۔ اور بریک اچھی طرح کام نہیں دیتا۔

اس سے تم اندازہ لگا سکتے ہو کہ ولایت اور امریکہ میں کتنی زیادہ موٹریں
چلتی ہیں۔ تمھارے شہر بمبئ میں ۲۰۰۰۰ ہزار کے قریب موٹریں ہیں اور
بمبئ کے ایک کارخانے میں نئی موٹریں بھی بنتی ہیں۔ وہاں بھی روز دو چار
آدمی موٹر سے دب جاتے ہیں۔

اب موٹر سے بچاؤ کے لئے موٹر بنانے والوں نے ایک گھومتا ہوا
بیلن موٹر کے آگے لگایا ہے جو سامنے پڑ جانے والے آدمی کو دور پھینکدیتا ہے۔
اس کو چوٹ تو ضرور لگتی ہے لیکن اُس کی جان بچ جاتی ہے۔

ان سب باتوں سے تم
یہ نہ سمجھنا کہ موٹر چلانا کوئی بڑا مشکل
کام ہے۔ بہت سی ہندوستانی
عورتیں موٹر چلاتی ہیں۔ موٹر چلانا
بہت آسان ہے، صرف مشق
اچھی ہونی چاہیئے۔ ایک ہفتہ
میں بڑے ہو کر تم بھی موٹر چلانا
سیکھ سکتے ہو۔
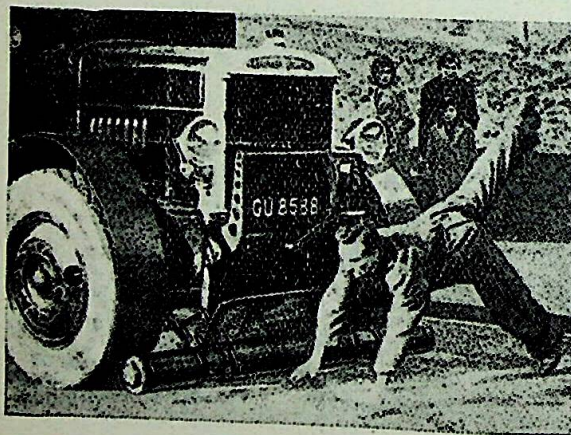
تم بھی موٹر چلانا ضرور سیکھ لو۔ کیونکہ
امریکہ اور یورپ کی سب سے بڑی کاریگری آجکل یہی ہے۔

ان قاعدوں پر بھی عمل کرو :-

(۱) پیدل چلنے والے سڑک پر اپنے داہنے طرف سے چلیں۔

(۲) گاڑی والے اپنی سواری کو بائیں طرف سے چلائیں۔

(۳) گلی سے سڑک پر آنے والا اور چوراہے (ناکے) سے آگے جانے والا چاروں طرف دیکھ کر اور چوکنا ہو کر آگے بڑھے۔

(۴) سڑک پر بھاگنا۔ جلدی کرنا۔ کھیلنا اور پتنگ اُڑانا سخت منع ہے۔

(فتح سنگھ۔ امرتسر)

پردار موٹر کشتی

ناؤ یا کشتی تو تم جانتے ہی ہو۔ کشتی میں بھی موٹر کا انجن لگاتے ہیں تو وہ موٹر کشتی کہلاتی ہے جو پانی میں اسی طرح چلتی ہے جیسے سڑک پر موٹر۔

امریکہ کے ایک کارخانے میں آجکل ایک بہت تیز چلنے والی کشتی بنائی جا رہی ہے۔ جو ہوائی جہاز کے طرح تیز چلے گی۔ اس کی چال ۹۰ میل فی گھنٹہ ہوگی۔ اور پانی پر اُچھلتی ہوئی چلے گی۔

اطلاع

۱۔ ماہ اپریل کے انعامی سوال کا جواب اور انعام حاصل کرنے والے کا نام ماہ جون میں چھاپا جائیگا۔

چمکائیں نام اپنا ہم بھی لوہار بن کر

آنکھوں کے سامنے ہیں لوہے کے سارے جوہر لوہے سے چل رہے ہیں دُنیا کے کام اکثر

چمکائیں نام اپنا ہم بھی لوہار بن کر

آٹے کی کل کو دیکھو کس طور چل رہی ہے موٹر یہ جا رہی ہے، بجلی وہ جل رہی ہے

چمکائیں نام اپنا ہم بھی لوہار بن کر
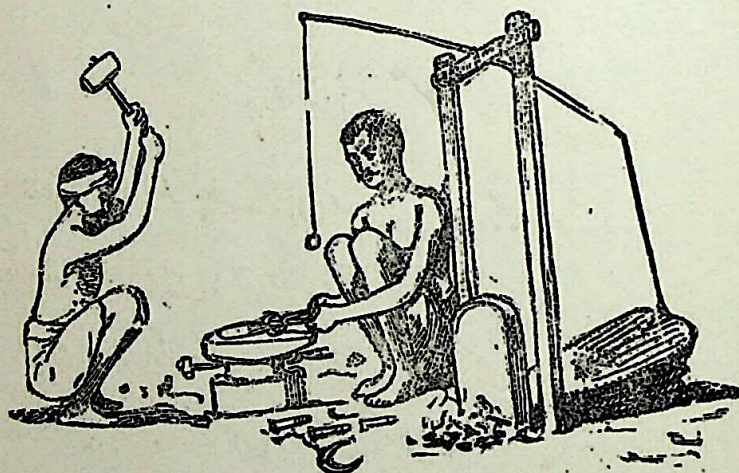
لوہے سے چل رہا ہے چھاپے کا کارخانہ لوہار کا ہے لوہا، مانے ہوئے زمانہ

چمکائیں نام اپنا ہم بھی لوہار بن کر

اچھی سی چھوٹی گاڑی لوہار نے بنائی بیٹھا ہے جس میں خوش خوش دیکھو ہمارا بھائی

چمکائیں نام اپنا ہم بھی لوہار بن کر

ہے جلوہ گر ہر اک میں لوہار ہی کی صنعت　　سامان عیش کا ہو، کھیتی ہو یا تجارت

چمکائیں نام اپنا ہم بھی لوہار بن کر

تلوار ہے۔ تفنگ ہے، چاقو ہے یا چھری ہے　　القصّہ جس کو دیکھو لوہے سے وہ بنی ہے

چمکائیں نام اپنا ہم بھی لوہار بن کر

لوہا اگر نہ ہوتا چلتی نہ بیل گاڑی　　آؤ یہ ہم بھی سیکھیں یوں کیوں رہیں اناڑی

چمکائیں نام اپنا ہم بھی لوہار بن کر

دنیا کی اور قومیں چمکیں لوہار بن کر　　اِک نوکری کے پیچھے ہم ہیں ذلیل و مضطر

چمکائیں نام اپنا ہم بھی لوہار بن کر

بچوں کی ہے یہ دنیا بچوں کا ہے زمانہ　　کرتا ہے کون قائم، لوہے کا کارخانہ؟

چمکائیں نام اپنا ہم بھی لوہار بن کر

(حافظ عبدالغفور تاج فتحپوری)

لطیفہ

موہن۔ میں نے کل دیکھا کہ ایک آدمی نے ہاتھ بڑھا کر ایک بھاگتے ہوئے گھوڑے کو روک لیا دیکھا کیسا جوانمردی کا کام ہے!

موہن۔ واہ یہ بھی کہیں کی جوانمردی ہے کل میں نے دیکھا کہ ایک شخص کی انگلی کے اشارے سے ہی ایک کرائے کی موٹر رک گئی
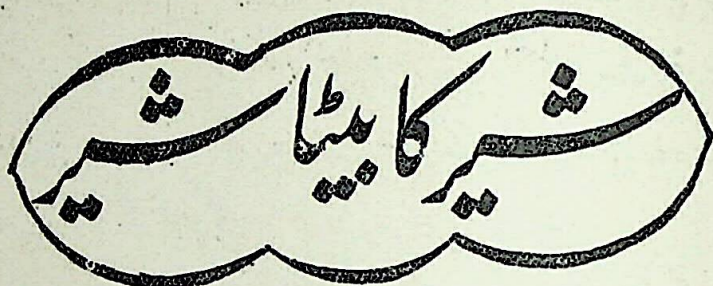
قریب تین سَو سال کا زمانہ گذرا۔ ایک ننھا شیر۔ نہیں بہادر۔ نہیں بلکہ ایک آدمی تھا۔ آدمی۔ جس کا نام اصیل تھا۔ قسمت کی بات۔ بارہ اولاد میں ایک ہی لڑکا بچا تھا۔ ببر نام۔ گیارہ سال کی عمر تھی۔ کچھ شُد بُد پڑھا لکھا تھا۔

اصیل پہاڑ کی ترائی میں گھر بنائے ہوئے تھا۔ وہیں اُس کی بھیڑ بکریاں چرا کرتی تھیں۔ ببر کی ماں دُودھ سے مکھن۔ گھی اور پنیر بناتی۔ باپ جنگل سے شکار کرلاتا۔ دونوں اپنے چاند ایسے بیٹے ببر کو پاس بٹھا کر کھاتے پیتے اور امن چین سے رہتے سہتے۔ اور ببر کو جب موقع ملتا شکار کے لئے چلا جاتا۔

ببر نے بستر پر سے آنکھ ملتے ہوئے کہا "ابا جی! آج میں بھی چلوں گا" باپ جو تین ہی بجے رات سے اُٹھا تھا اور شکار کے لئے تیر کمان سے لیس ہو گیا تھا رُک گیا اور بولا "اچھا تو جلدی کرو" ببر نے شکاری چاقو گلے میں لٹکایا۔ اپنا ٹٹو کسا۔ دو روٹی تھوڑی سی پنیر اور چمڑے کا مشکیزہ کاٹھی سے باندھا اور باپ بیٹے روانہ ہو گئے۔

جنگل راجا کا تھا۔ وہ بھی شکار کو گیا تھا۔ شکار گاہ کے جانور روکے گئے تھے۔ اصیل اور ببر دونوں باپ بیٹے بھی جنگل میں پہنچے۔ اصیل نے درخت پر چڑھ کر دور و نزدیک نگاہ ڈالی۔ ببر نے گھوڑے کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا، اور خود چشمہ کی تلاش میں مشکیزہ لے کر آگے بڑھ گیا۔

(ببر ہرن کی تاک میں)

سورج نے ابھی ذرا سا سر نکالا تھا۔ چشمہ کا پانی اور صبح کی ٹھنڈی ہوا آپس میں کھیل رہے تھے۔ ہلکی ہلکی لہریں سر اُٹھا اُٹھا کر تماشا دیکھ رہی تھیں۔ ببر نے مشکیزہ بھرا۔ کندھے پر لٹکا لیا۔ مگر وہاں سے آنے کو جی نہ چاہتا تھا۔ ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ پاؤں پانی میں ڈبو دیئے اور مچھلیوں کی اُچھل کود دیکھنے لگا۔

گھوڑے کو جو ہوا لگی۔ کَن کنایا۔ سبزہ دیکھا اور میدان۔ بے قابو ہو گیا۔ ایک اُچاک بھری۔ وہ گیا۔ دولتی جھاڑی اور سرپٹ ہُوا۔ پھر دُلکی سادھی۔ ایک دو۔ تین۔ میلوں نکل گیا۔ رُکا۔ ببر کو یاد کیا۔ ہنہنایا۔ پلٹا۔ پھر اُڑا۔ کھڑبڑ کھڑبڑ کرتا۔ درختوں کی گری ہوئی خشک پتیوں کو روندتا ساپال کھڑے کئے ہوئے ببر کے پاس جا پہنچا۔

گھوڑے کے اس طرح بے لگام دوڑنے سے راجا کے شکار تتر بتر ہو گئے فوراً کئی سوار آئے اور باپ بیٹوں (اصیل اور ببر) کو گرفتار کر لے گئے۔ اصیل کی تیراندازی مشہور تھی۔ راجا نے کچھ تو غصّہ میں اور کچھ کمال ہنر دیکھنے کے لئے اصیل کو حکم دیا۔ "اس لڑکے کے سر پر ایک ناسپاتی رکھو اور دس گز کے فاصلہ سے اس کو تیر سے ٹکڑے کرو۔ یہی تمہاری سزا ہے۔"

نشانہ چوکنے پر بیٹے کی جان کا خطرہ تھا۔ ایک ہی بچہ گھر کا چراغ تھا۔ راجا کی حکم عدولی پر اصیل کو اپنے سر اُڑا دیئے جانے کا ڈر تھا۔ اصیل اسی سوچ بچار میں سر نیچا کئے کھڑا تھا کہ اتنے میں ببر ایک ناسپاتی توڑ کر لے آیا۔ تھوڑی سی گیلی مٹی اپنے سر پر رکھ کر ناسپاتی کو جما لیا۔ اور راجا کی طرف مُنہ۔ باپ کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا ہو گیا

بہادر باپ ببّر کی اس ہمّت اور دانائی کو دیکھ کر پھولا نہ سمایا۔ اُس نے دو تیر کمان سے نکال لئے۔ ایک تیر چلّے پر چڑھایا اور خوشی کا نعرہ مارا۔ "شیر کا بیٹا شیر" اور تیر سے ناسپاتی کے دو ٹکڑے کر دیئے۔

سوچنے کی بات ہے۔ کیسا نازک وقت تھا۔ راجا نے اصیل سے پوچھا "تم نے دو تیر کیوں نکالے تھے؟" اصیل نے کہا "اگر ایک تیر سے میرا چاند ٹکڑے ہوتا تو دوسرا تیر آپ کے راج میں بھی اندھیرا کر دیتا۔ (یعنی آپ کی بھی جان جاتی)

(یوسف بن باقر۔ الہ آباد)

انعامی سوال

تم بڑے ہو کر کیا بنو گے؟

اس سوال کا جواب صاف۔ عمدہ اور سب سے زیادہ خوشخط لکھنے والے کو ایک بالکل نئی کتاب تحفۂ جاپان مُصنّفہ حضرت مولانا اصغر حسین صاحب اصغر ایڈیٹر "ہندستانی"۔ ہندستانی اکیڈیمی۔ الہ آباد (قیمت ۱۰/) انعام میں روانہ ہو گی۔

ہندوستان
افغانستان
ہمارا وطن
یہ ہندوستان ہے ہمارا وطن چمن زارِ جنّت ہے سارا وطن
ہے دُکھ سُکھ میں دل کا سہارا وطن ہے آنکھوں میں آنکھوں کا تارا وطن
وطن دل سے پیارا وطن
(افسر)
بحیرۂ عرب
خلیج بنگال
بحر ہند

چینی خاندان

ایک چینی اپنے
بال بچوں کو سیر کے لئے
لیے جا رہا ہے۔

جنگلی لڑکی

جنگلی لوگوں کو اب بھی زیورات
کا بہت شوق ہے۔ زرا اس لڑکی
کو دیکھئے ، یہ گہنے تانبے اور لوہے
کے ہیں۔
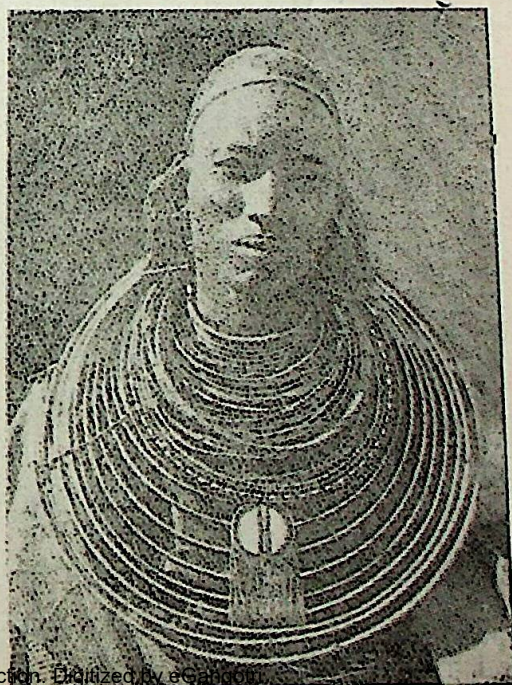
صحت کے چند اصول

نہانا

آجکل گرمی کے موسم میں نہانے میں بڑا مزہ آتا ہے۔ اور نہانا ہے بھی بہت ضروری۔ انگریز لوگ تو دونوں وقت یعنی صبح وشام کو روزانہ نہاتے ہیں۔ نہانے سے میل صاف ہوجاتی ہے۔ بدن ہلکا ہوجاتا ہے۔ دل ودماغ کو فرحت حاصل ہوتی ہے۔ بدن میں چستی آتی ہے اور جہاں دو چار بچّے ایک ساتھ نہاتے ہیں تو خوب دل لگی ہوتی ہے۔ دریا اور سمندر میں نہانا ایک بڑی خوش قسمتی کی بات ہے۔ اس سے طرح طرح کی بیماریاں دور ہوجاتی ہیں اور آدمی کافی تندرست رہتا ہے۔
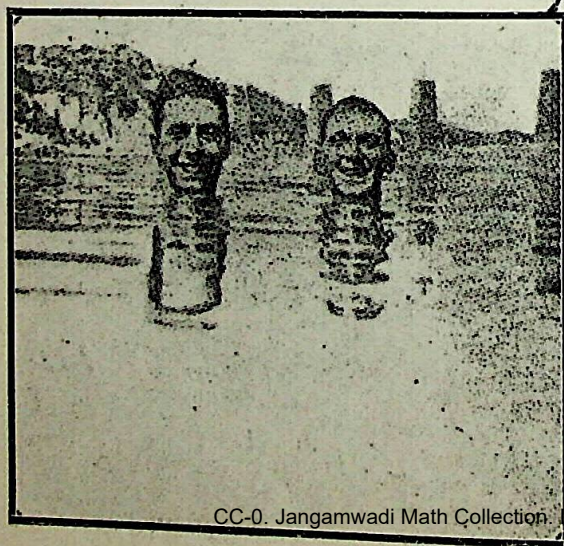
بہت سے لوگ روزانہ دریا میں نہاتے ہیں۔ بہت سے حمّام میں نہانا پسند کرتے ہیں۔ گرم پانی سے نہانا بچّوں کے لئے صحت بخش ہے۔ اور فوّارے کے نیچے بیٹھ کر نہانا بھی مفید ہے

نہانے کے یہ چند اصول یاد رکھو:-

۱- اگر پانی گرم ہو تو پہلے پاؤں کی طرف سے نہانا شروع کرو۔

۲- اگر پانی گرم نہ ہو تو سر پر پانی پہلے ڈالو اور جلد سارا بدن بھگا لو۔

۳- صابن لگا کر اسپنج یا تروئی وغیرہ سے ہر حصّے کو خوب صاف کرو۔

۴- نہانے کے بعد فوراً کوئی کپڑا اوڑھ لو۔ پھر جسم کا پانی اچھی طرح خشک کرو۔

۵- بند اور پردہ دار جگہ میں بے فکر ہو کر خوب نہاؤ۔

۶- روزانہ نہاؤ اور نہانے کے بعد صاف کپڑے پہنو۔

۷- نہانے کے بعد کپڑے پہن کر باہر آؤ۔

۸- کھانا کھانے کے بعد اور سو کر اُٹھنے کے بعد فوراً نہ نہاؤ۔

۹- سخت محنت اور سخت دھوپ میں سے آنے کے بعد فوراً نہ نہاؤ۔

۱۰- بہت گرم پانی سر پر نہ ڈالو۔

(آئی- یس- ڈیوڈ)

لطیفہ

حامد کے ابا۔ "حامد! تمہارے ماسٹر صاحب کی رپورٹ آئی ہے کہ تم اسکول ہمیشہ دیر میں پہنچتے ہو!"

حامد۔ "ابا جان! اس میں میرا کیا قصور۔ چپراسی میرے پہنچنے سے پہلے ہی گھنٹی بجا دیتا ہے!"

کیا جانور بھی بدلا لیتے ہیں؟

انگلستان میں کسی قصبہ میں ایک امیر بیوہ عورت رہتی تھی۔ اُس نے ایک بلّی پال رکھی تھی جس سے وہ بہت محبّت کرتی تھی۔ اس عورت کے کوئی اولاد نہ تھی۔ صرف ایک نہایت لالچی اور ظالم بھانجا تھا جو کہ وکالت کرتا تھا۔ بھانجے نے اپنی موسی کی منّت وسماجت اور خوشامد کر کے اس سے وصیت نامہ لکھوا لیا کہ اس کی موسی کے مرنے کے بعد ساری جائداد اُس کو ملے گی۔

تھوڑے عرصہ بعد بھانجے کی شرارت سے اس عورت کی موت واقع ہو گئی۔ وکیل صاحب اپنی موسی کو دفن کر کے اُس کے گھر گئے۔ گو وہ چہرے سے نہایت غمزدہ معلوم ہوتے تھے۔ مگر دل میں نہایت خوش تھے۔ اُن کی مسرت کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ اب وہ اتنی بڑی جائداد کے مالک تھے۔ اسی دُھن میں اُنھوں نے کمرے کا دروازہ کھولا اور کمرے میں داخل ہوئے۔ اُس عورت کی بلّی ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ جیوں ہی اُسنے وکیل صاحب کی شکل دیکھی تو جھپٹ کر اُن کی گردن پکڑ لی اور وکیل صاحب کے نہایت کاری زخم لگا۔

تھوڑے دن بعد جب وکیل صاحب ہسپتال میں مرنے لگے تو اُنھوں نے کہا "مجھکو دولت نے اندھا کر دیا تھا۔ لالچ میں آکر میں نے اپنی موسی کو مارا تھا۔ اس بلّی نے میری اس حرکت کو دیکھ لیا تھا اس لیئے انتقام لینے کی غرض

(بقیہ صفحہ ۱۹۶ پر)

شری متی جوترمئی گنگولی

شری متی جوترمئی گنگولی ایک بہت پڑھی لکھی اور دیش کی سیوا کرنیوالی عورت ہیں۔ آپ جب سے ایم۔ اے۔ پاس کرکے کالج سے نکلی ہیں تب سے آپ مُلک کی برابر خدمت کر رہی ہیں۔ عورتوں میں تعلیم پھیلانے اور اُن کی ترقی کے لئے آپ جی توڑ محنت کر رہی ہیں۔

یہ کلکتہ کے بابو دوارکا ناتھ (مرحوم) کی بیٹی ہیں۔ ان بابو صاحب نے بھی ملک کی بھلائی اور عورتوں میں تعلیم کا رواج بڑھانے میں بڑا کام کیا۔

آپ کی ماں نے بھی ڈاکٹری کا امتحان پاس کیا تھا۔ اور ہزاروں مریضوں کو فائدہ پہنچاتی تھیں۔ ان کی دُعا تھی کہ میری بچّی بھی بڑی ہوکر دیش سیوا کے کام کرے اور اسی میں اپنا وقت خرچ کرے۔

آپ کو غریبوں اور مزدور پیشہ لوگوں سے بہت پریم ہے۔ لنکا ٹاپو کے ہندوستانی مزدوروں کی ترقّی کے لئے آپ نے بہت کوشش کی۔ اور اُن کی پڑھائی لکھائی کا بھی اچھّا بندوبست کردیا۔ کلکتہ میں دیش کی بھلائی کے جتنے جلسے ہوتے ہیں آپ اُن سب میں جاتی ہیں۔ اور بہت اچھّا لکچر دیتی ہیں۔

(پیارے لال یادو طالب علم)

میرا نام بتاؤ؟

میرے آنے کی پاتی ہیں جو خبر — چڑیاں سب گاتی ہیں درختوں پر
سونے والوں کو مَیں جگاتا ہوں — کام میں خلق کو لگاتا ہوں
صبح ہوتا ہے رنگ میرا لال — جیسے کوئی ملے ہو مُنہ پہ گلال
پھر چمک مجھ میں آتی جاتی ہے — جو حرارت کو بھی بڑھاتی ہے
جب میں آتا ہوں کچھ بلندی پر — تو ٹھہرتی نہیں ہے مجھ پہ نظر
خُوب ہر چیز کو جَلاتا ہوں — آگ پانی میں بھی لگاتا ہوں
کیا مجھے جانتے ہو تم بچّو؟ — مجھ کو پہچانتے ہو تم بچّو؟
اُس سے واقف جو تھا ہر اک بچہ — قدسی نے اس طرح اُسے جواب دیا

یہ بھی ہے پوچھنے کی بات جناب
آپ ہیں عالمتاب

(سیّد محمد جعفر قدسی)

نوٹ

کھلاڑی بچّے

بُدھو۔ خَیرو۔ گوپی۔ تُلسی   پڑھنے سے غافل کھیل کے عادی
بستہ۔ تختی، بغل میں دابے   مارے مارے پھرتے ہیں کیسے

بَنا ہوا ہے گھوڑا کوئی   لگا رہا ہے کوڑا کوئی
کپڑے سب کے پھٹے ہوئے ہیں   مِٹّی میں سب اَٹے ہوئے ہیں
کسی کے آگے گولی کنچہ   لڑا رہا ہے کوئی پنجہ
کوئی ہے کرتا ہاتھا پائی   سر پر اُڑاتا خاک ہے کوئی

دِل کے کھوٹے۔ عقل کے کچّے

بچوں کا کمرہ

جادو کا کھیل

آپ اپنے کسی ساتھی کی آنکھوں پر رومال باندھ دیجئے۔ اُن سے کہئے کہ میں آپ کے ماتھے پر اٹھنّی چپکاتا ہوں۔ آپ اُسے سَر ہلا کر گرا نہیں سکتے۔ اب آپ اُن کو دیکھنے والوں کے پیچھے کھڑا کر دیجئے۔ اور اٹھنّی کو پانی سے بھگو کر انگوٹھے سے اُن کے ماتھے پر چپکائیے۔ انگوٹھا اس طرح ہٹانا چاہیئے کہ اٹھنّی بھی ساتھ ہی ساتھ اُٹھ آئے اور اُن کو پتا نہ لگے۔ آپ کے دوست یہی سمجھیں گے کہ اٹھنّی اُن کی پیشانی پر چپکی ہوئی ہے۔ وہ اُسے گرانے کے لئے زور زور سے سَر کو جھٹکا دیں گے۔ اٹھنّی ہو تو گرے؟ آپ کہتے جائیے "ابھی نہیں گری۔ یہ جادو کا کھیل ہے"۔ اور اگر ممکن ہو تو اُن کے دونوں ہاتھ بھی پیچھے باندھ دیجئے۔ دیکھئے کیسا تماشا ہوتا ہے۔ دیکھنے والے ہنستے ہنستے لوٹ جائیں گے۔

سے یہ میرے اوپر جھپٹی تھی"۔

اس کہانی سے معلوم ہوتا ہے کہ جانور اپنے لئے ہی دوسروں سے بدلا نہیں لیتے بلکہ اپنے مالک کے لئے بھی اپنی جان خطرے میں ڈالکر انتقام لیتے ہیں۔ گو وہ بے زبان ہوتے ہیں مگر اُن میں سمجھ کا مادّہ پایا جاتا ہے۔ ہم کو جانوروں پر بے سمجھ خیال کر کے ظلم نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اُن میں بھی ہماری طرح عقل ہوتی ہے۔ اور فرق صرف اتنا ہے کہ وہ بے زبان ہیں اور اُنکی عقل ہمارے جیسی تیز نہیں ہوتی۔ (جیرتن متعلم۔ سکندرآباد)

سر یا ناک

خون بہ جائے گر تو بہنے دیں ۔۔۔ اُترے لیکن نہ دیکھئے پانی
سر کے جانے کی اسکو فکر نہیں ۔۔۔ جس نے عزت ہے ناک کی جانی

زور اور زر

اگر فائدہ اپنا تم چاہتے ہو ۔۔۔ نہ یہ بھول جانا نصیحت ہماری
نہ لینا کبھی زور سے کام ہرگز ۔۔۔ جہاں تک کہ ہو زر سے مطلب برآری
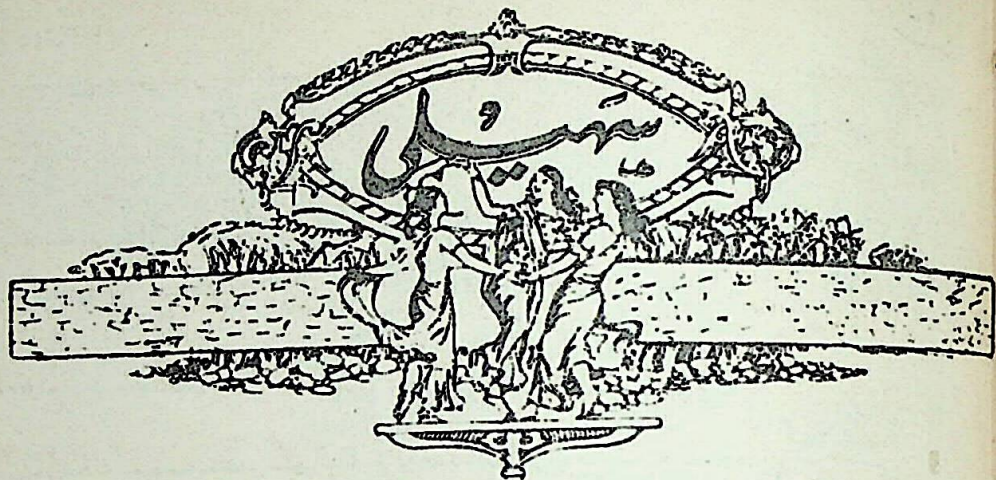
آپ کلکتہ یونیورسٹی کے
بی یس سی ۔ کے امتحان میں
اوّل آئی ہیں ۔ یونیورسٹی کی
طرف سے آپ کو انعامات
ملے ہیں ۔ ہندوستان کے
بڑے بڑے اخبار میں آپ کے
حالات چھپے ہیں ۔ ہم بھی
آپ کو اس کامیابی پر
مبارکباد دیتے ہیں ۔
(ایڈیٹر)

(شری متی اُما وسو ۔ بی یس سی)
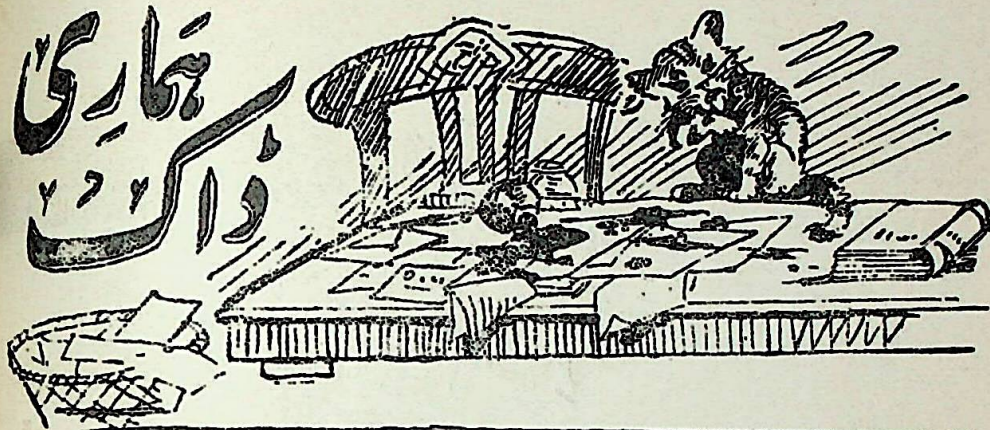
وی پی کا خرچ

بعض بچے 'الف بے کا کھلونا' بذریعہ وی پی منگاتے ہیں۔ قیمت صرف ۲ر ہے لیکن وی پی کا خرچ ۸ر ہوتا ہے جو ڈاکخانہ کا محصول ہے اس طرح ۲ر کی کتاب ۱۰ر کو پڑتی ہے۔ اس واسطے اُن کو چاہئے کہ ایک روپیہ سے کم کی کتابوں کے لئے منی آڈر کردیں یا لفافے میں ٹکٹ رکھدیں۔

۱۔ ہم جناب جے رتن صاحب طالب علم حال وارد لاہور کے بہت شکر گزار ہیں جنھوں نے اپنا نمونہ اپنے دوستوں کو دکھادکھا کر بچوں کی دنیا کے دس خریدار بلارم سے بنائے۔

۲۔ ماہ مئی کے سوال کا جواب ۱۹ مئی تک آجانا چاہیئے تاکہ ماہ جون کے رسالہ میں اس کا فیصلہ چھاپا جاسکے۔

اپنا نام و پتا صاف نہ لکھنے والوں کو نمونہ روانہ نہ ہوگا۔ جواب کے لئے جوابی کارڈ آنا چاہیئے۔

مُفت مُفت مُفت

یہ سیاہی بھر کر لکھنے والا عمدہ قلم تم بلاقیمت حاصل کر سکتے ہو۔ سچ مچ یہ قلم تمہارے پاس ہو تو تم ضرور بہت خوش ہو گے۔

تم کو صرف یہ کرنا ہے کہ کسی اپنے دو دوستوں سے "بچوں کی دُنیا" کا نمونہ پسند کرا لو اور ان سے سالانہ چندہ ڈاکخانے سے روانہ کرا دو اور اس کوپن کی خانہ پُری کر کے ہمارے پاس لفافے میں رکھ کر بھیج دو۔

آج ہی اپنے کسی دوست کو نمونہ دکھاؤ وہ ضرور پسند کرے گا۔

فاؤنٹین پن
کا
انعامی کوپن

میں نے آج اپنے دوست ....

ولد .... محلہ .... شہر ....

کو ایک سال کے لئے "بچوں کی دُنیا" کا خریدار بنایا

مہربانی کر کے انعامی فاؤنٹین پن مجھ کو بھیج دیجئے۔

دستخط ....

پتہ ....

میرے دوست / میں نے رقم چندہ سالانہ بتاریخ ....

کو منی آڈر کر دیا ہے

میں شک نہیں کہ

بچوں کے لئے اس سے زیادہ مناسب موزوں اور سستا شاید کوئی دوسرا رسالہ اردو میں اسوقت موجود نہیں ہے۔ تصاویر کی موزونیت۔ مضامین کی سادگی اور زبان کی معصومانہ شیرینی وہ خصوصیات ہیں جو "بچوں کی دنیا" کو ننھے اردو داں ناظرین رسالہ جات کے لئے نہ صرف سب سے زیادہ دلچسپ بناتی ہیں بلکہ حد درجہ مفید بھی ثابت کرتی ہیں۔ عام فہم مضامین۔ سادہ سادہ نظمیں۔ نصیحت آمیز دلچسپ قصے اور سوانح کے امتیاز سے تصاویر نے یکجا ہوکر "بچوں کی دنیا" کو اردو داں بچوں کے لئے نہ صرف دلچسپ دوست بنادیا ہے بلکہ بہترین اتالیق اور معلم بھی ہے۔

اودھ اخبار۔ لکھنؤ

مورخہ ۱۳؍ جنوری ۱۹۳۱ء

نمونہ مفت — چندہ سالانہ عہ؍ — نمونہ مفت

پتہ — انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

سال بھر تک "بچوں کی دنیا" دو آنے میں

بچوں کو بھی ایک اچھی ترکیب سوجھی ہے پنجاب کے ایک اسکول کے بچوں نے آپس میں دو دو آنہ چندہ کرکے "بچوں کی دنیا" منگایا ہے۔ اب ہر بچہ سال بھر تک رسالہ مزے سے پڑھے گا۔

بچوں کی دنیا
ماہوار
رسالہ
چندہ سالانہ

مضمون	مضمون نگار	صفحہ
گرمی کی تعطیل (نظم) (خاص) ...	ماسٹر عبدالرحمن - ساگر ...	۲۰۱
ایک اچھا راجا (خالص اُردو) (خاص)	ناظم انصاری - تاردیو - بمبئی نمبر ۷	۲۰۲
نئے وایسرائے	ایڈیٹر	۲۰۴
چھوٹی بچی (خاص) (نظم) ...	کامل جونپوری - ایڈیٹر برق - جونپور	۲۰۵
خربزوں کی دعوت (افسانہ) ...	یوسف بن باقر - الہ آباد ...	۲۰۶
چاند (خاص) (نظم) ...	اندر جیت شرما - ماچھرہ - میرٹھ	۲۱۲
شیر دل لڑکی	ایڈیٹر	۲۱۳
کسان سے وزیر اعظم ...	پیارے لال یادو - ملتان ...	۲۱۴
بھارت کے گن گاتے ہیں (نظم) ...	حامد الہ افسر - بی - اے میرٹھی	۲۱۹
لیڈی مجسٹریٹ	نرائن راؤ - حیدرآباد ...	۲۲۰
پردیس جانے والا کتا ...	ایڈیٹر	۲۲۱
باغ کی سیر (خاص) (نظم) ...	عبدالقادر عاجز - لاہور ...	۲۲۳
انعامی مقابلہ	ایڈیٹر	۲۲۴
تم ہی آدمی بن جاؤ (نظم)	عبدالقادر عاجز - لاہور ...	۲۲۶
نئے طرز کی سائیکل، وغیرہ	ایڈیٹر	۲۲۷
چند خطوط	... ...	۲۳۰
کبڈی ... (نظم) ...	ایڈیٹر	۲۳۱
سہیلی - یوں اُڑ گیا، ...	زہرا بیگم - ہیڈ معلمہ - حیدرآباد	۲۳۳
روز نہاؤ (نظم) ...	ناظم انصاری - بمبئی	۲۳۶
نل بند ...	... ...	۲۳۷
بچوں کا کمرہ - کھیل تماشا	جے رتن متعلم - لاہور	۲۳۸
ہماری ڈاک	... ...	۲۴۰

کانجی ورم کے قریب جین مندر میں چھت کے نچلے حصہ کی نقاشی

جلد ۱ | ماہ جون سنہ ۱۹۳۱ء | نمبر ۶

گرمی کی تعطیل

گرمی کی آئی تعطیل — خوب مزے لائی تعطیل
اب اسکول نہ جائینگے ہم — کھیل میں دِل بہلائینگے ہم
فکر نہیں اب کچھ پڑھنے کی — اور نہ درجے میں چڑھنے کی

نہیں ماسٹر صاحب کا ڈر
اب کھیلیں گے ہم دِن بھر

(عبدالرحمن - ساگر)

ایک اچھّا راجا

(خاص)

[خدا کا شکر ہے، رسالہ بچّوں کی دُنیا، ملک میں چاروں طرف پسند کیا جاتا ہے۔ اُن بزرگوں کا بھی ہم تہِ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں، جو ہماری مدد فرما رہے ہیں۔ حال میں بہت کوشش کے بعد محترمی جناب محمد یوسف انصاری صاحب ناظم لکھنوی نے بھی ہم پر کرم فرمایا ہے۔ آپ عرصے سے بمبئی میں مقیم ہیں اور زبانِ اُردو کی بہت بڑی خدمت فرما رہے ہیں۔ نیچے لکھا ہوا مضمون آپ نے بھیجا ہے]

۱۔ کہتے ہیں کہ ایک ڈاکو جس نے ایک راجا کے بہت سے بھائی بندوں کو مار ڈالا تھا۔ ایک دن وہ بے دھڑک راجا کے سامنے جا پہنچا۔ راجا نے اس کو دیکھکر پوچھا کہ تو بڑا ڈھیٹھ اور نڈر ہے کہ تو نے اتنے بُرے کام کئے۔ میرے بھائی بندوں کو مارا پھر بھی میرے پاس آتے ہوئے جھجکا تک نہیں؟

۲۔ یہ سنکر وہ ڈاکو بولا۔ مہابلی! میرے نہ ڈرنے اور آپ کے پاس یوں چلے آنے کا سبب یہ ہے کہ میں آپکی دَیا کو اپنے بُرے کاموں سے بڑھکر سمجھتا ہوں!

۳۔ راجا کو اس کی یہ بات ایسی اچھّی لگی کہ اُس نے اُس کے سارے پاپ بُھلا دیئے اور اُسے بہت سا دھن دیا۔ اور چھوڑ دیا۔

۴۔ یہ دیکھکر دوسرے لوگوں کو بڑا اچنبھا ہوا۔ اور انھوں نے راجا سے کہا کہ

ایسے پاپی پر تو دیا نہ کرنا چاہئے۔ اس سے تو اپنے بھائی بندوں کا بدلا لینا چاہئے۔ آپ کی بُروں پر ایسی دَیا ہے، ہم بھی تو سمجھیں اس میں بھید کیا ہے؟

۵۔ راجا یہ سُنکر ہنسا اور کہنے لگا کہ سُنو مَیں نے اسے اس لئے چھوڑ دیا کہ اس کے مارنے سے میرے بھائی بند کچھ جی نہ جائیں گے اور میرے پاس لوٹ کر نہ آئیں گے۔ پھر میں اس کے لہو میں کیوں ہاتھ بھروں؟ جو اسے میں مار ڈالتا تو مانا کہ میرے جی میں ٹھنڈک پڑتی۔ پر اسے چھوڑنے سے دو اچھّی باتیں ہوئیں، ایک تو وہ خوش ہوا اور دوسرے مَیں اُس کے لہو میں ہاتھ بھرنے سے بچا۔

وہ کیسا اچھّا راجا تھا!

ناظم انصاری بمبئی نمبر ۲ بچّوں کے کام، بچیوں کے کام، دلچسپ نظمیں اور دبستاں کا لکھنے والا۔

نئی چیزیں
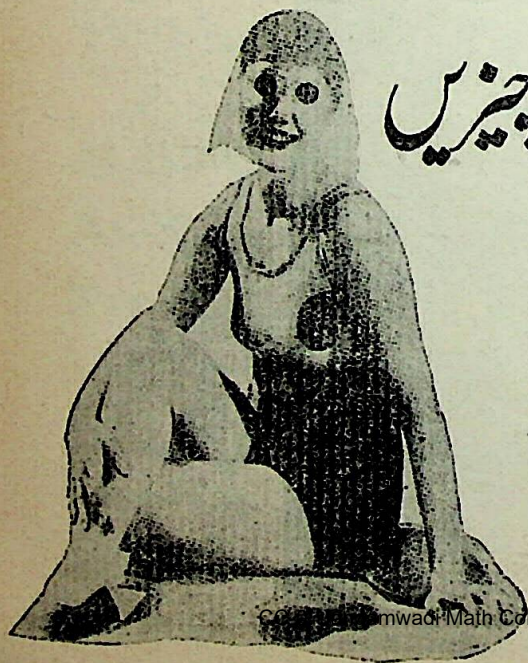
آپ ولایت کی ایک میم صاحبہ ہیں سمندر میں تیرنے اور غوطہ لگانے کے لئے آپنے جو لباس پہنا ہے وہ بہت عجیب ہے۔ اس سے سر ڈھکا رہتا ہے۔ اس میں آنکھوں پر ایسے شیشے لگے ہیں کہ پانی کے اندر دیکھ سکتے ہیں۔ دریائی جانوروں سے بھی حفاظت رہتی ہے۔

نئے وائسرائے

شاہنشاہ جارج پنجم کی طرف سے ہر پانچویں سال ایک نئے وائسرائے ولایت سے ہندوستان آتے ہیں۔ لارڈ اروِن کے جانے پر لارڈ وِلنگڈن وائسرائے ہوئے۔ یہ آپ ہی کی تصویر ہے۔ بائیں جانب ان کی لیڈی صاحبہ ہیں۔

ہمارے نئے وائسرائے لارڈ وِلنگڈن پہلے صوبہ بمبئی کے اور پھر صوبہ مدراس کے گورنر رہ چکے ہیں۔ ہماری دُعا ہے کہ آپ کے زمانے میں ہندوستان میں امن و امان قائم رہے اور ملک کی بھلائی ہو۔

(ایڈیٹر)

چھوٹی بچّی

(خاص بچّوں کی دُنیا کے لئے)

(از کامل - جونپوری - ایڈیٹر برق - جونپور)

چھوٹی بچّی ننھّی بچّی
میری مُنّی اچھّی بچّی

رُوئت گڑیا لادونگا میں
زیور اُسے پہنادونگا میں

کپڑا بھی سلوادونگا میں
بکس بھی اک منگلوادونگا میں

لاؤنگا میں آج مٹھائی
اچھّی اچھّی میٹھی میٹھی

رُوتی ہے کیوں میری بچّی
وہ دیکھو تو امّاں آئی

جاؤ امّاں کی گود میں جاؤ
کھیلو کودو شور مچاؤ

اوپر جاؤ نیچے آؤ
سنبھل کے لیکن چوٹ نہ کھاؤ

چھوڑو اَب میں جاؤں دفتر
اور وہاں سے چھٹّی پاکر

دفتر سے میں شہر کو جاؤں
لیکے وہاں سے مٹھائی آؤں

چھوٹی بچّی ننھّی بچّی
میری مُنّی اچھّی بچّی

نئے وائسرائے

شاہنشاہ جارج پنجم کی طرف سے ہر پانچویں سال ایک نئے وائسرائے ولایت

سے ہندوستان آتے ہیں۔ لارڈ ارون کے جانے پر لارڈ ولنگڈن وائسرائے ہوئے۔ یہ آپ ہی کی تصویر ہے۔ بائیں جانب ان کی لیڈی صاحبہ ہیں۔ ہمارے نئے وائسرائے لارڈ ولنگڈن پہلے صوبہ بمبئی کے اور پھر صوبہ مدراس کے گورنر رہ چکے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ آپ کے زمانے میں ہندوستان میں امن و امان قائم رہے اور ملک کی بھلائی ہو۔

(ایڈیٹر)

چھوٹی بچّی

(خاص بچّوں کی دُنیا کے لئے)

(از کامل - جونپوری - ایڈیٹر برق - جونپور)

چھوٹی بچّی ننّھی بچّی
میری مُنّی اچھّی بچّی

رُوئیت گڑیا لادونگا میں
زیور اُسے پہنادونگا میں

کپڑا بھی سلوادونگا میں
بکس بھی اک منگلوادونگا میں

لادونگا میں آج مٹھائی
اچھّی اچھّی میٹھی میٹھی

رُوتی ہے کیوں میری بچّی
وہ دیکھو تو امّاں آئی

جاؤ امّاں کی گود میں جاؤ
کھیلو کودو شور مچاؤ

اوپر جاؤ نیچے آؤ
سنبھل کے لیکن چوٹ نہ کھاؤ

چھوڑو اب میں جاؤں دفتر
اور وہاں سے چھٹّی پاکر

دفتر سے میں شہر کو جاؤں
لیکے وہاں سے مٹھائی آؤں

چھوٹی بچّی ننھّی بچّی
میری مُنّی اچھّی بچّی

خربوزوں کی دعوت

عید کے دن فاطمہ کے گڈّے کا بیاہ تھا۔ بڑے دھوم دھام سے بارات نکلی تھی۔ گڈّا مُنّے کے سفید بکرے پر سوار تھا۔ آگے پیچھے باجے والے تھے۔ فاطمہ کی سکھی سہیلیاں ڈھولک بجا بجا کر گا رہی تھیں۔ گھنٹہ بھر میں شادی کی ساری رسمیں ادا ہوگئیں۔ زبیدہ کی گڑیا دُلہن بن کر رُخصت ہو آئی۔ اُس کو بہت سا جہیز ملا۔ لڑکوں اور لڑکیوں نے خوب پُلاؤ زردے اُڑائے۔ اس شادی میں ایسا مزہ آیا کہ بچّے تو بچّے، سیانے اور بوڑھے بھی تماشا دیکھ رہے تھے۔

فاطمہ کا چھوٹا بھائی عبداللہ نیوتے میں آئی ہوئی لڑکیوں کی دھما چوکڑی پر بہت ناک بھوں سکوڑ رہا تھا۔ اُس کا جی چاہتا تھا کہ ڈھولک مجیرا سب توڑ پھوڑ ڈالے اور ان سب لڑکیوں کو ایک ایک چپت لگا کر بھگا دے۔ لیکن بڑے میاں کا خوف تھا۔ آخر کار جب اُس سے نہ دیکھا گیا تو اپنی چچی جان سے بولا۔ "دیکھئے! اگر میرا کوئی دوست گھر میں آجاتا ہے تو آپ لوگ ناک میں دم کر دیتے ہیں، کہ یہ رَجُوا (راجہ رام) یہاں کہاں گھس آیا۔ دیکھو۔ یہ چھٹّن بڑا چور ہے۔ فاطمہ کو کوئی کچھ نہیں کہتا۔ کیسی اُدھم مچار کھی ہے۔ بقرعید میں سب سے بھیک مانگ کر جو روپے جمع کئے تھے، سب اُڑا ڈالے۔

چچی ۔ تو اس میں تمھارا کیا بگڑا ۔ تم کیوں بُرا مانتے ہو ۔ تمھارے بھی تین روپئے جمع ہیں، تم بھی دعوت کردو ۔

عبداللہ ۔ میں کیا گُڑیاں کھیلتا ہوں جو دعوت کردوں ؟

چچی ۔ نہیں بیٹے ۔ تم اپنے ماسٹر صاحب اور اسکول کے لڑکوں کی دعوت کردو ۔

عبداللہ ۔ جی ہاں ۔ ماسٹر صاحب آئیں گے آپکے یہاں پلاؤ کھانے ۔؟ پانی تک تو ہمارا چُھوا پیتے نہیں ۔

چچی ۔ ہاں تو کیا حرج ہے ۔ وہ ہندو ہیں بھلا کیسے پی لیں ۔ اچھّا تو آج کل خربزے کھیت میں زیادہ نکلتے ہیں ۔ تم خربزوں کی دعوت کردو ۔

عبداللہ ۔ ہاں چچی جان ۔ اُس دن جو تربوز لے گیا تھا اُس کو ماسٹر صاحب نے بہت تعریف کرکر کے کھایا تھا ۔ پانی تو تربوز میں بھی ہوتا ہے ؟

چچی جان اب سوچ میں پڑ گیئں کہ پانی اور پھل کی چھوت بچّے کو کیسے سمجھائیں ۔ اُن کی سمجھ میں خود بھی نہ آتا تھا ۔ بات ٹالنے کے طور پر اُنھوں نے کہا ۔ "تو جاؤ ماسٹر صاحب اور دوسرے لڑکوں کو دعوت دے آؤ ۔ شام کو چبوترے پر انتظام کردینا ۔

عبداللہ کو فاطمہ سے بدلا لینے کی یہ اچھّی تدبیر نکل آئی ۔ آپ نے جاکر

ماسٹر صاحب اور سب لڑکوں کو شام کے وقت خربزے کی دعوت دیدی۔ چچی نے جگنا تھ کہار سے شربت پانی کا انتظام کرا دیا اور عبداللہ سے کہا کہ کھیت پر جاکر کہہ آؤ کہ آج شام کو سب خربزے اور دس عمدہ تربوز بھیجدیں۔ لو یہ اپنے تین روپئے رکھو۔ عبداللہ اور اس کا دوست رجا عرف راجہ رام جو عبداللہ کے ساتھ پڑھتا تھا نہایت خوش کھیت کو روانہ ہوئے۔

دوپہر کی سخت دھوپ جھلسائے دیتی تھی۔ ہر چیز گرم تھی۔ لُو کے جھونکے چل رہے تھے۔ مگر میاں عبداللہ پر تو دعوت کا بھوت سوار تھا۔ آگے آگے عبداللہ اور پیچھے پیچھے راجا رام کچھار جا رہے تھے۔ کوئی دو سو قدم گئے ہوں گے کہ راجا رام بھاگ کر سامنے والے پیپل کے نیچے کھڑا ہوگیا۔ عبداللہ نے پوچھا۔ "کیا اب پاؤں بہت جلتے ہیں"؟ اُس نے کہا "باپ رے باپ۔ اب تو زمین آگ ہو رہی ہے"۔

ابھی کھیت بہت دور تھا۔ آگے بالو ہی بالو نظر آتی تھی۔ سوائے ایک ببول کے درخت کے کوئی پیڑ پالو نام کو بھی نہ تھا۔ گرم ریت کے ذرے اُڑ اُڑ کر مُنہ پر اس طرح پڑ رہے تھے گویا ہوا سے چنگاریاں نکل رہی ہیں۔ یہ سب کچھ تھا لیکن مثل ہے "بچے شیطان ہوتے ہیں" اُن کو کسی بات کی پروا نہ تھی۔ راجا رام تھا بہت ہمتی۔ اس نے کہا "چلو۔ ہمیں دوڑ کر اس ببول

کے پاس پہنچ جاؤں گا، اور تم دھیرے دھیرے آجانا۔ پھر وہاں سے بھاگ کر کھیت والی جھوپڑی میں جا پہنچیں گے"۔

یہ کہکر راجا رام بہت زور سے بھاگا۔ مگر جیسے ہی بالو پر پہنچا۔ اُس کے پاؤں اس قدر جل اُٹھے کہ بیچارہ پریشان ہوگیا۔ صرف دھوتی کُرتا پہنے تھا۔ اب کرے تو کیا کرے۔ اُس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ جھٹ سے دھوتی کھول کر پاؤں کے نیچے ڈال دی اور اُس پر کھڑا ہوگیا۔ عبداللہ نے جب اُسکی پریشانی اور اُس کے پاؤں کے بڑے بڑے آبلے دیکھے تو دعوت کا بھوت فوراً اُتر گیا۔ خود بھی رونے لگا۔ اُس نے کہا "یہ تکلیف تم کو میری وجہ سے ہوئی۔ اچھا لو تم میرے جوتے پہن لو"۔

راجا رام نے کہا "نہ بھیا ــــ میں تو اتنی دور بھاگ بھی آیا۔ تم تو یہیں لوٹ پوٹ ہوجاؤ گے"۔ ببول کا درخت بیس بائیس قدم پر تھا۔ عبداللہ نے راجا رام کو گھڑیاں چڑھا کر درخت کے نیچے اُتار دیا۔ اور بولا میں جاکر اپنا پُرانا جوتا تمھارے واسطے لاتا ہوں۔ گھر پہنچکر اُس نے اپنا پُرانا جوتا بہت ڈھونڈا۔ لیکن نہ ملا۔ گھوڑی کو جاکر دیکھا تو وہ بھی نہ تھی۔ کھیت پر تھی۔ وہ بہت پریشان تھا۔ کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کرے۔

آخرکار عبداللہ مادھو چمار کے گھر پہنچا۔ اُس سے کہا کوئی جوڑا تیار ہو تو دکھاؤ۔ مادھو نے کہا "میاں جوڑا کیا کروگے؟ ابھی تو عید کا نیا جوڑا پاؤں

میں پڑا ہے۔ عبد اللہ بولا۔ تم کو دام سے مطلب۔ مجھے دیر ہو رہی ہے جلدی کرو۔ غرضیکہ ایک پنجابی جوڑا اُس نے بارہ آنے میں مچکا لیا۔ اپنے تین روپیوں میں سے دام دیدیئے۔ جوڑے کو رومال میں لپیٹا اور چلتا بنا۔

راجا رام بیچارہ آدھ گھنٹے تک اُسی ببول کے نیچے بیٹھا رہا۔ اتنے میں عبد اللہ نے آکر نیا جوڑا نکالا اور راجا رام کو پہنا دیا۔

دونوں دوست فوراً پھر کھیت کو چلے۔ وہ بہت خوش ہنستے ہوئے جا رہے تھے۔ لیکن اس دوڑ دھوپ میں حلق سوکھ کر کانٹا ہو گیا تھا۔ پیاس کے مارے دَم نکل رہا تھا۔ کھیت پر پہنچتے ہی عبد اللہ نے جھٹ گھڑے میں سے ٹھنڈا پانی لے کر پی لیا اور چاہتا تھا کہ راجا رام کو بھی پلا دے لیکن اُس کو فوراً خیال آیا کہ یہ ہندو ہے۔ ہمارا پانی کیسے پیئے گا۔ لیکن ساتھ ہی اُسے یاد آگیا کہ پھل کے پانی میں چھوت نہیں۔ فوراً ایک پکا ہوا تربوز توڑ لایا۔ جس کے پانی سے راجا نے اپنی پیاس بجھائی۔ دو تین خربوزے کھائے۔ عبد اللہ نے گھوڑی کسی۔ دونوں دوست آگے پیچھے سوار ہوئے اور نوکر سے چار بجے سب پھل بھیجنے کی تاکید کرتے ہوئے روانہ ہو گئے۔

شام کو عبد اللہ کے چبوترے پر اچھا ہجوم تھا۔ خربزوں کے ڈھیر لگے تھے۔ کسی کے چاقو۔ کسی کے چھری سے ٹکڑے ہوتے تھے۔ کوئی زمین پر

پٹک کر توڑا جاتا تھا۔ کوئی شرماتا ہوا اور کوئی بے دھڑک اُن کو اُڑا رہا تھا۔ اس وقت

عبداللہ اور راجا رام

چھوا چھوت کچھ بھی نہ تھا۔ ماسٹر صاحب اور ہندو مسلمان سب لڑکے خربزے کی دعوت ہنسی خوشی کے ساتھ کھا رہے تھے۔ جگنّاتھ نے نہایت اچھّا شربت بنایا تھا۔ عبداللہ میاں نے اُس کو ۸؍ انعام دیئے۔ ایک روپیہ کی شکر آئی تھی۔ اُٹھانے کی برف۔ قِصّہ مختصر لڑکوں نے خوب پیٹ بھر کے خربزے کھائے اور عبداللہ کے پاس پھر بھی تین روپیوں میں سے چار آنے بچ رہے۔

(یوسف بن باقر الہ آباد)

چاند

(از اندرجیت شرما ماچھرہ ضلع میرٹھ)
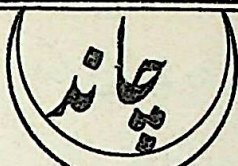
امّاں! جب نِکلے گا چاند
چُپکے چُپکے آئے گا
میری چھوٹی کھڑکی سے
آکر مجھے جگائے گا
گیند سنہری مجکو دکھا کے
اپنے پاس بلائے گا
بَن بَن کر پھر بازی گر
کیا کیا کھیل دکھائے گا
کر کے تماشا جِھل مِل کا
میرے دِل کو لُبھائے گا
جال لگا کر کرنوں کا
میری نظر چُرائے گا
پھر سونے کی تھالی میں
کھا کر مجھے رِجھائے گا
مَیں جو پکڑنا چاہوں گا
بادل میں چُھپ جائے گا

ماسٹر۔ میرے قلم کا نب روز کون خراب کر دیتا ہے؟
لڑکا۔ جناب نب کل تو بہت اچھا تھا۔ میں اُس سے اپنی تختی پر گنتیاں لکھی تھیں۔

شیر دل لڑکی

فوٹوگرافی بھی کیا اچھی چیز ہے۔ دور دور کے لوگوں کو ہم اس طرح دیکھ لیتے ہیں گویا وہ ہمارے پاس بیٹھے ہیں۔ یہ سامنے والا فوٹو پرکاش وتی (کماری) کا ہے۔ آپ اجمیر کی رہنے والی ہیں۔ آپ نے بہت سی کتابیں پڑھی ہیں۔ ہر بات کو اچھی طرح سمجھ سکتی ہیں۔ آپ کی عمر صرف پندرہ سال کی ہے۔ لیکن آپ نے بڑے بڑے کام کئے ہیں اور مردوں کے کان کاٹے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ دیش سیوا میں

آپ کو چھ مہینے جیل کا مہمان بھی بنایا گیا تھا۔

کسان سے وزیر اعظم

سر ریمزے میکڈانلڈ' جو آج کل سلطنت برطانیہ کے وزیر اعظم ہیں، ایک غریب کسان کے جھونپڑے میں پیدا ہوئے تھے۔ ترقی کرتے کرتے وہ کیسے وزیر اعظم بن گئے، یہ پڑھنے والے اُنھیں کے مُنہ سے سُنیں۔

"میں ایک چھوٹے سے گاؤں میں پیدا ہُوا تھا۔ اُس گاؤں کے لوگ کاشتکاری اور ماہی گیری کرتے تھے۔ میرے یہاں بھی کھیتی باری ہوتی تھی۔ میرے ماں باپ غریب تھے۔ اس وجہ سے بہت دنوں تک اسکول میں نہ پڑھ سکا (روپیہ نہ تھا)۔ اکثر اپنے قریب کے جنگلوں میں گھوما کرتا۔ اور اونچے اونچے ٹیلوں اور چٹانوں پر کھیلا کودا کرتا تھا۔ میرے ساتھی (ہم سبق) بھی بیچارے میری طرح غریب تھے۔ افسوس کہ اُن میں سے کوئی قوم کا سردار نہیں ہوا۔ لیکن وہ اچھّی اچھّی نوکریوں پر ہیں۔

اگرچہ میں ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوا تھا۔ مگر اپنے کو کسی امیر کبیر سے کم نہ سمجھتا تھا۔ بچپن ہی سے سرداری کا سودا میرے سر میں سمایا ہُوا تھا۔ (میں لیڈر بننا چاہتا تھا)۔

گاؤں کے اسکول کی پڑھائی ختم کرتے ہی مجھے پیٹ کی فکر ہوئی۔ میں نے کھیتی کرنا شروع کی۔ اس کام میں میرا بہت جی [illegible] تھا۔ میر[illegible]

کبھی نہ گھبراتا تھا۔ مجھے کسانوں کی زندگی سب سے اچھی معلوم ہوتی تھی۔ ہم لوگ ہل چلاتے تھے۔ اور ساتھ ہی ساتھ گاتے بھی جاتے تھے۔ ہمارے بلند ترانوں سے آس پاس کی پہاڑیاں گونج اُٹھتی تھیں۔

یونیورسٹی (کالج۔ دارالعلوم) میں پڑھنے کا مجھے بہت شوق تھا۔ مگر وہ غریبی کی وجہ سے پورا نہ ہو سکا۔ اب تو میرا یہ خیال ہے کہ کالج میں پڑھنے سے سُدھرنے کے بجائے بہت سے لوگ بگڑ جاتے ہیں۔
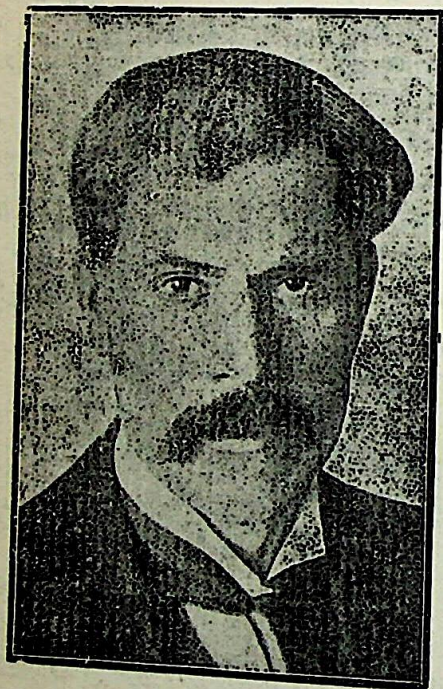
سائنس (علم طبعیات) پڑھنے میں میرا بہت جی لگتا تھا۔ میں اس کا ذاتی طور پر (پرائیوٹ) امتحان بھی دینا چاہتا تھا۔ اس لئے میں لندن گیا۔ کئی دن تک نوکری تلاش کرتا رہا۔ اُس وقت میرے جیب میں ایک جھنجھی کوڑی بھی نہ تھی۔ خیر سے مجھے لفافوں پر پتے لکھنے کا کام مل گیا۔ یہ پہلی نوکری تھی۔ کھانے کا ٹھکانا نہ ہونے کی وجہ سے بہت پریشان رہتا تھا۔ کیونکہ لندن ایسے شہر میں بغیر پیسے کوڑی کے رہنا اور نوکری کے دن پورے کرنا بہت مشکل ہے۔ پھر

مجھے محرّر (کلرک) کی جگہ مل گئی۔ اب مجھے پندرہ شلنگ (لعہ ۹ کے قریب) فی ہفتہ ملنے لگے۔

میں لندن ایسے شہر میں جہاں ہر چیز مہنگی تھی، اس تھوڑی سی تنخواہ میں اپنی گذر بسر کرتا ماں کو خرچ بھیجتا۔ اور سائنس کے اسکول (رات والے) کی فیس بھی دیتا تھا۔ تم پوچھو گے کہ یہ سب میں کیسے پورا کرتا تھا۔ اچھا سنو۔ مَیں کھانے کی سستی چیزیں خریدتا تھا۔ کبھی کبھی صرف شوربہ (پکے ہوئے گوشت کا عرق) ہی پی کر پڑ رہتا۔ چائے کے لئے پیسے نہ بچتے تھے۔ گرم (نمکین) پانی پی کر کام چلا لیتا تھا۔ دھیرے دھیرے یہ پانی مجھے بہت اچھا لگنے لگا۔ الغرض اس طرح کفایت شعاری سے میں کچھ بچا بھی لیتا تھا۔

میں اکثر نوکری کے گھنٹے پورے کرنے کے بعد گھر میں بھی بہت کام کرتا تھا۔ اس کے پیسے الگ کھرے ہو جاتے۔ دن دن بھر اور رات رات بھر کام میں مصروف رہنے کی وجہ سے میں ایک مرتبہ بیمار پڑ گیا لیکن بیماری سے اُٹھتے ہی پھر کام کرنے لگا۔ بغیر کام کئے آمدنی کا کوئی دوسرا ذریعہ بھی نہ تھا۔ سخت سے سخت محنت کرنے سے میں بہت تھک جاتا تھا اور اسی وجہ سے میں سائنس کی تعلیم چھوڑنے پر مجبور ہو گیا۔ میں نے اخبارات میں مضامین لکھ لکھ کر

بھیجنے شروع کر دیئے، جس سے میری آمدنی بڑھ گئی۔ اور (رفتہ رفتہ) میں ایک اخبار کا ایڈیٹر ہو گیا۔

میں اُنھیں دنوں میں ایک ملکی جماعت کا ممبر بن گیا۔ جس سے مجھے بہت سے بڑے بڑے آدمیوں سے ملاقات کرنے اور بات چیت کرنے کا موقع مل گیا۔ ان لوگوں میں مشہور مُصنّف برناڈ شا بھی تھے۔ اُن کے لکھے ہوئے مضمون مجھ کو پسند نہ آتے تھے۔ جس وقت مزدوروں کی جماعت قائم ہوئی اُسکے تین سال بعد میں اُس میں شامل ہو گیا۔ اور آج تک اُسی جماعت میں ہوں۔
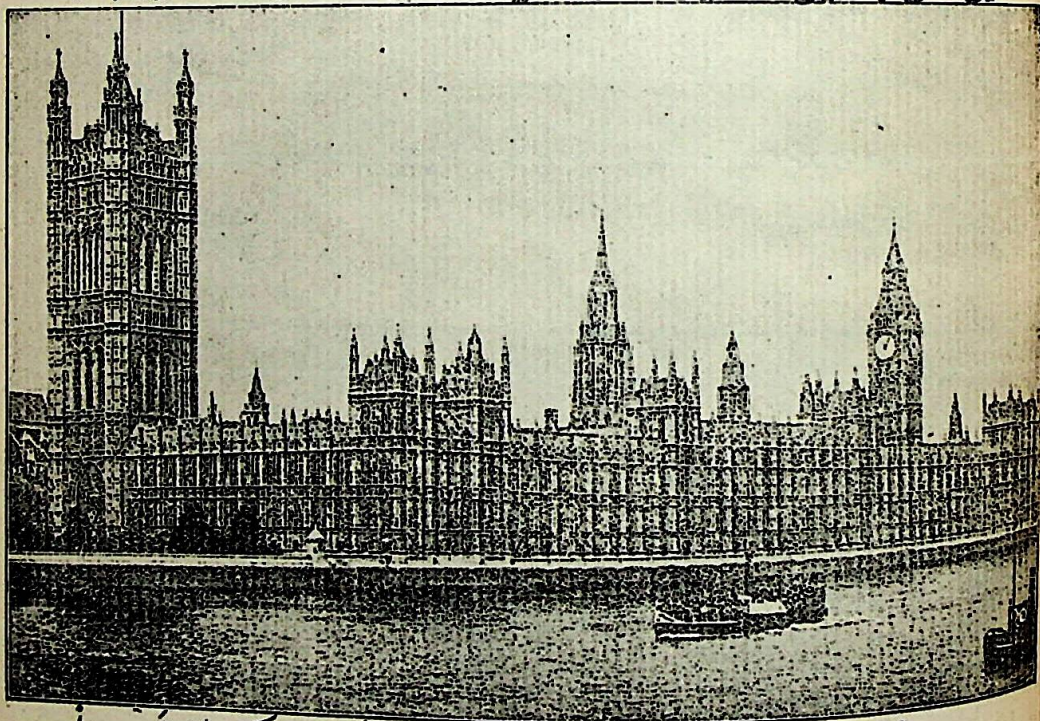
اس کے علاوہ مزدور عورتوں۔ مردوں اور لڑکوں کے لئے میں نے کلب قائم کئے تھے میں مزدوروں کے بچوں کو اپنے گھر پر بُلا کر پڑھایا بھی کرتا تھا۔

مَیں نے بچوں کے پڑھنے کے لایق عمدہ عمدہ کتابیں بھی خرید رکھی تھیں۔ یہ کتابیں مَیں اُنھیں پڑھنے کے لئے دیتا تھا۔ اور خود بھی پڑھ کر اُنھیں قصہ کہانی سُنایا کرتا تھا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۰۶ء میں مزدوروں کی جماعت کی طرف سے پارلیمنٹ کا ممبر منتخب کیا گیا اور اس کے بعد دوسری مرتبہ پھر میرا ہی انتخاب ہوا۔

ان حالات کے پڑھنے سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ غریب لوگ بھی اپنی محنت سے کس طرح ترقی کر سکتے ہیں اور لارڈ ریمزے میکڈانلڈ کس طرح غریب کسان سے وزیر اعظم کے عہدہ تک ترقی کر گئے۔ سُنا جاتا ہے کہ آپ ہندوستان تشریف لانے والے ہیں۔

(پیارے لال یادو۔ ملتان)

ہمکو نہایت افسوس ہے کہ مئی کے رسالہ "بچوں کی دُنیا" میں اتفاق سے چند غلطیاں چھپ گئی ہیں۔ آپ لوگ اپنے رسالوں میں درست کر لیجئے۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۷۲	۱	اپنا نام سنتے ہیں	اپنا نام سنتے ہی
۱۷۸	۶	چلتی ہے	چلتی ہیں
۱۸۵	۴	روندتا	روندتا
۱۸۷	۳	وطن	ہمارا وطن
۱۹۳	۸	اس طرح اُسے جواب دیا	اس طرح جواب دیا

بھارت کے گن گاتے ہیں

(پروفیسر حامد اللہ افسرؔ - میرٹھی)

دن جو بہار کے آتے ہیں ؏ کیا کیا پھول کھلاتے ہیں ؏
بادل مینھ برساتے ہیں ؏ بُلبُل گیت سناتے ہیں ؏
بھارت کے گن گاتے ہیں
دِل کی مرادیں پاتے ہیں

ماہ مئی کے

"انعامی سوال کا جواب"

میں بڑا ہو کر بادشاہ ہونگا اور
جہاں تک ہوسکا قوم کی خدمت کرونگا

(موہن لعل گلبٹھر - کمالیہ)

تحفہ جاپان (۱۰/-) مصنفہ حضرت اصغر گونڈوی
انعام میں روانہ کی گئی -

لیڈی مجسٹریٹ

انٹرنس اور بی۔اے کیا اب تو لڑکیاں بھی لڑکوں کی طرح۔ایم۔اے وکالت اور ڈاکٹری کے امتحانات ہر سال پاس کرتی ہیں۔ لیکن جے۔کے۔ چلتور صاحبہ بی اے (جنکی یہ تصویر ہے) نے

سب سے نمبر بڑھا دیا ہے۔آپ منگلور میں اوّل درجہ کی مجسٹریٹ ہیں اور کچہری میں کلکٹر صاحب کے طور پر کام کرتی ہیں۔آپ کی تصویر کو غور سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی قوت فیصلہ بہت عمدہ ہے۔جب آپ اسکول میں پڑھتی تھیں تو بہت محنت کرتی تھیں۔ آپ کو بہت سے انعامات ملتے تھے۔ سچ ہے حوصلہ مندی اور محنت سے عروج حاصل ہوتا ہے۔

پردیس جانے والا کُتّا

ایک مسافر نے چلتے وقت مکان کے باہر جاکر دیکھا کہ اُسکا کُتّا دروازے کے پاس کھڑا ہے۔ یہ حالت دیکھکر مسافر نے غُصّہ ہوکر کہا کہ تو اس جگہ مُنہ لٹکائے کھڑا ہوا کیا کر رہا ہے؟

سب تیاری ہو چکی اور تیرا ابھی تک کچھ بھی نہ ہوا؟

کُتّے نے سر اُٹھایا اور بولا۔ مالک مَیں یہاں کھڑا ہوا آپ ہی کا انتظار کر رہا ہوں۔ آپ نے سب تیاری تو کر لی مگر میرے پیٹ کی کوئی خبر نہ لی۔

(ایڈیٹر)

'پیام اسلام' کی رائے

..... 'بچّوں کی دُنیا' ایک نیا ماہوار رسالہ ہے جو جنوری ۱۹۳۱ء سے نکلنے لگا ہے۔ جیسا نام سے ظاہر ہے' رسالہ بچّوں کے لئے ہے اور بلا مبالغہ بچّوں کی دُنیا ہے۔ بچّوں کی دُنیا' دُنیا جہان سے نرالی۔ زندہ۔ بشّاش۔ پُر بہار اور دلچسپ ہوتی ہے' اور یہ سب باتیں اس رسالہ کے ورق ورق اور صفحہ صفحہ سے عیاں ہیں۔ کاغذ عمدہ' تقطیع موزوں' کتابت روشن' طباعت نفیس۔ عبارت صاف سلیس۔ بیساختہ۔ رسیلی اور چٹخارے دار۔ مضامین نظم و نثر رنگیلے اور شوخ مگر علمی اور اخلاقی چاشنی کے ساتھ۔ ہر صفحہ بولتی تصویروں کا مرقّع ہوتا ہے۔

'پیام اسلام'

جالندھر مئی ۱۹۳۱ء

باغ کی سَیر

(خاص بچّوں کی دُنیا کے لئے)

(عبدالقادر عاجزؔ از لاہور)

بہار آئی چمن میں پیارے بچّو! — چلو گلشن میں کیوں جاتے ہو گھر کو

خوشی سے ہیں پرندے چہچہاتے — خدا کی حمد کے ہیں گیت گاتے

یہ دیکھو کلیاں کیسی کِھل رہی ہیں — گلے ہنس ہنس کے باہم مل رہی ہیں

اِنھیں دیکھو مگر ہرگز نہ توڑو — نہ توڑو اِن کو بچّو۔ چھوڑو، چھوڑو،

لُبھاتا دِل ہے فوّارے کا چلنا — خوشی سے پانی کا اُوپر اُچھلنا

پپیہے کر رہے ہیں شور ہر سُو — ہے کوئل کوکتی آموں پہ کو، کو،

وہ دیکھو ناچتا ہے مُور کیسا

آہاہا! - آہاہا! آہاہا - !

انعامی مقابلہ

نیچے کی تصویر کو دیکھئے۔ کوئی قصّہ ایسا لکھئے کہ یہ تصویر اُس کے مطابق ہو۔ سب سے اچھّا اور صاف لکھنے والے کو انوکھی کہانیاں والی کتاب انعام میں دی جائیگی۔

جواب ۲۰ جون تک آجانا چاہیئے۔
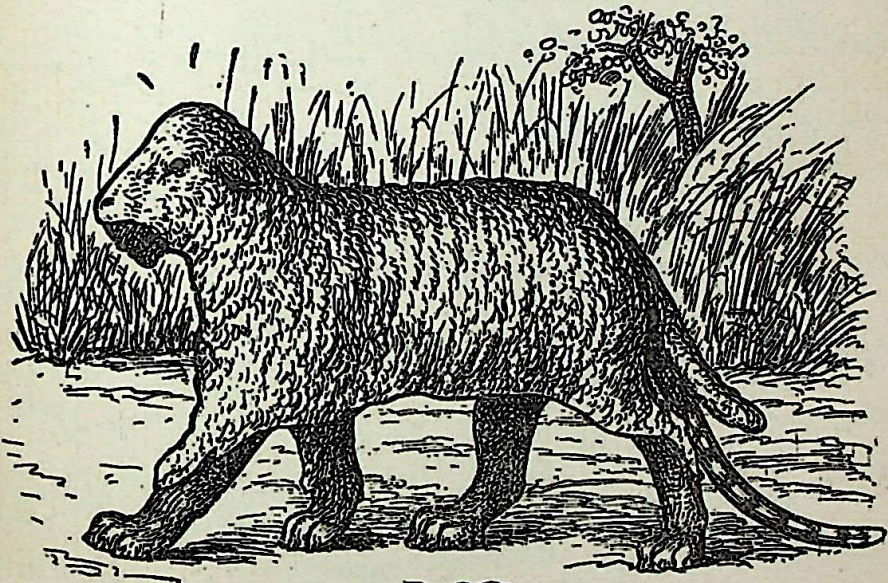
شیر بھیڑ کی کھال میں

جن بچّوں کا نام ابھی تک چندہ دینے والوں میں نہیں لکھا گیا ہے وہ بھی جواب بھیجکر انعام پا سکتے ہیں

اچھّا ہو کہ آپ جواب کے ساتھ اپنا چندہ سال بھر یا چھ مہینے کا بھیجدیں تاکہ آپ کا نام بھی لکھ لیا جائے اور ہر مہینہ بچّوں کی دُنیا کی آپ سیر کریں۔

بار بار نمونہ مفت روانہ نہیں ہوگا

(ایڈیٹر)

انعام کا فیصلہ

ماہ اپریل کے انعامی سوال کے بہت سے جوابات آئے۔ سب سے زیادہ صحیح محاورے سجّاد حسین صاحب اکبر آبادی کے تھے۔ چونکہ وہ ہمارے رسالے کے خریدار نہیں تھے۔ اس سبب سے حسب شرط داستان عجم حصہ اوّل اُنکی خدمت میں نہیں بھیجی گئی۔ بلکہ چھ ماہ کے لئے مفت رسالہ اُن کے نام جاری کردیا گیا۔ اکثر بچّوں نے تعداد جوابات کی اس طور سے بڑھائی تھی کہ جو چیزیں سچ مچ کھائی جاتی ہیں وہ بھی لکھدی تھیں۔ جیسے زہر کھانا۔ نمک کھانا وغیرہ۔ اسی طور سے بعض لوگوں نے ایک ہی محاورے کا استعمال الفاظ بڑھا بڑھاکر چند بار کیا تھا۔ جیسے ٹکّر کھانا۔ آسمان سے ٹکّر کھانا وغیرہ ایسے محاورات خارج کرکے اور غلط محاوروں کو نکال کر فیصلہ کیا گیا ہے۔

(ایڈیٹر)

تم ہی آدمی بن جاؤ:-

(از عبدالقادر عاجز لاہور)

کوئی زردار تھا بیٹھا ہوا دیوان خانے میں
کہ جس کی دولت و عزت کی تھی شہرت زمانے میں
صدا کرتا ہوا کوئی کہیں سے اک فقیر آیا
سلیمانؑ کے سمجھ لو سامنے مورِ حقیر آیا
کہا سائیں بہت دے کچھ سوالی کو دلا دیجے
اور اک بیچارۂ و مسکیں کے دل کی دُعا لیجے
نہیں ہے آدمی کوئی" کہا یوں سیٹھ صاحب نے
تمہارے واسطے جو سائیں جی اندر سے کچھ لادے
کہا درویش نے "بابا خدا را رحم فرماؤ
ذرا لالہ جی! تم ہی آدمی دم بھر کو بن جاؤ"

سوال و جواب

۱- وہ کون سی چیز ہے جو ہم دوسروں میں تقسیم کر کے بھی بڑھا سکتے ہیں؟ علم

۲- وہ کون سی چیز ہے جس کو تم ایک منٹ بھی نہیں روک سکتے۔ اگرچہ وہ بہت ہلکی ہے۔ سانس۔

۳- وہ کون سی چیز ہے جس کے اندر زبان ہوتی ہے مگر بول نہیں سکتی۔ جوتا (بوٹ)

۴- وہ کون سی کتاب ہے جس کے لینے کے لئے بچے مچل جاتے ہیں۔ "بچوں کی دُنیا"

۵- وہ کون سی بے جان چڑیا ہے جو دن رات چپ نہیں ہوتی؟ گھڑی

نئے طرز کی سائیکل

آپ نے ماہ مئی کے پرچے میں نئی موٹر کا حال پڑھا ہوگا اور تصویر بھی دیکھی ہوگی۔ آج آپ اس نئی سائیکل کو ملاحظہ کیجئے۔ یہ تو آپ جانتے ہیں کہ سائیکل کے پہیوں پر دو طرح کے ربر چڑھے ہوتے ہیں۔ ایک اندر ہوتا ہے جو نرم ہوتا ہے، جس میں ہوا بھری جاتی ہے اُس کو ٹیوب کہتے ہیں اور دوسرا باہر ہوتا ہے جو سخت ہوتا ہے اور نرم ٹیوب میں سوراخ (پنکچر) ہونے سے بچاتا ہے۔ اس کو ٹائر کہتے ہیں۔
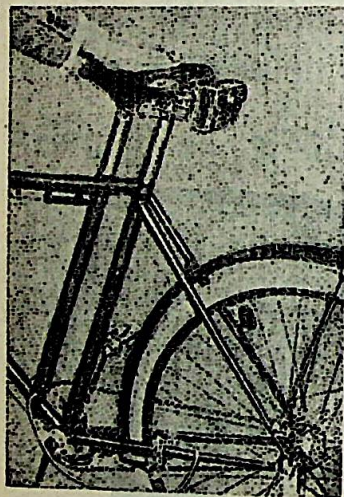
بچوں کو سائیکل پر سوار ہونے میں جو لطف حاصل ہوتا ہے اُس کو آپ اچھی طرح جانتے ہیں لیکن ہوا نکل جانے پر جو مصیبت ہوتی ہے وہ بھی شاید آپ کو معلوم ہو۔ ہوا بھرنے کے لئے سائیکل کو کہیں ٹیک لگا کر کھڑی کرنے کی جگہ ڈھونڈھنی پڑتی ہے۔ پھر پمپ سے زور کے ساتھ ہوا بھرنا ہوتا ہے۔ چھوٹے اور کمزور بچے تو کتنا ہی زور لگائیں ہوا بھرتی ہی نہیں۔

اس تکلیف کو دور کرنے کے لئے ایک ہنچلے کاریگر نے سائیکل کی

زین (سیٹ) کے نیچے ایک نلی (پمپ) لگا دی ہے۔ جو سیٹ کو اوپر نیچے کرنے سے آسانی سے پمپ کا کام دیتی ہے اور کھڑے کھڑے آسانی سے ہوا بھرلی جاتی ہے۔

راستے میں پنکچر جوڑنے کے لئے بھی ایک سفوف تیّار ہوا ہے جس کو ٹیوب میں ڈالکر ہوا بھر دیتے ہیں تو وہ عین سوراخ میں جاکر ہوا کا باہر نکلنا بند کر دیتا ہے۔

پیارے بچّو۔ ان باتوں سے تم سمجھ لو کہ ولایت کے لوگ سوچ سوچ کر اپنے چُھٹّی کے گھنٹوں میں نئی نئی چیزیں بناتے ہیں۔ تم بھی اپنے گھر کی بہت سی چیزوں کو اسی طرح درست کر سکتے ہو۔

(ایڈیٹر)
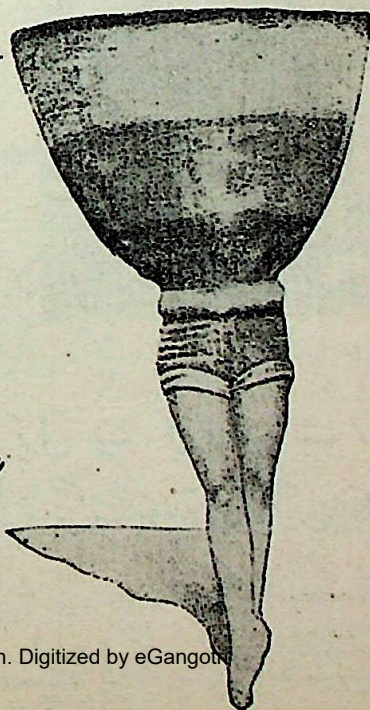
یہ ایک ربر کا گھانگھرا ہے۔ جو کمر کے پاس باندھ دیا جاتا ہے اور تیرنے میں کوئی دقّت نہیں ہوتی۔ تھک جانے پر یا کسی وجہ سے ڈوبنے کے وقت صرف گھانگھرے کو اُلٹ دینا ہوتا ہے (جیساکہ اس تصویر میں دکھایا گیا ہے) اور آدمی ڈوب جانے سے بچ جاتا ہے۔

مُفت مُفت مُفت

فاؤنٹین پن

یہ سیاہی بھر کر لکھنے والا عمدہ قلم تم بلاقیمت حاصل کر سکتے ہو۔ سچ مچ یہ قلم تمہارے پاس ہو تو تم ضرور بہت خوش ہو گے۔

تم کو صرف یہ کرنا ہے کہ کسی اپنے دو دوستوں سے "بچوں کی دُنیا" کا نمونہ پسند کرالو اور اُن سے سالانہ چندہ ڈاکخانے سے روانہ کرادو۔ اور اس کوپن کی خانہ پُری کر کے ہمارے پاس لفافے میں رکھ کر بھیج دو۔

آج ہی اپنے کسی دوست کو نمونہ دکھاؤ وہ ضرور پسند کرلے گا۔

فاؤنٹین پن
کا
انعامی کوپن

میں نے آج اپنے دوست ....
.... ولد .... محلہ .... شہر ....
کو ایک سال کے لئے "بچوں کی دُنیا" کا خریدار بنایا
مہربانی کر کے انعامی فاؤنٹین پن مجھ کو بھیج دیجئے۔
دستخط ....
پتہ ....
میں / میرے دوست نے رقم چندہ سالانہ بتاریخ ....
کو منی آڈر کر دیا ہے

ناگپور سے

جناب ایڈیٹر صاحب - آداب - آپ نے کیسا رسالہ جاری کیا ہے - بچّے تو
بچّے، عورتیں اور بوڑھے بھی بچّوں کی دُنیا مانگ کر پڑھا کرتے ہیں میرے
چچا کی لڑکی نے اُس میں سے تصویریں کاٹ لیں - اب بتائیے
میں کیا کروں - کس کس کو پڑھنے دوں کس کو نہ دوں - آپ مہربانی فرما کر
اپریل کا ایک اور پرچہ بھیجئے - تاکید ہے - جواب جلدی دینا -

یوسف بھائی نذر علی - بمبئی ع۱۳

جواب - پرچہ روانہ کیا گیا

بدایوں سے

جناب من تسلیم - بچّوں کی دُنیا نکال کر آپ نے ہم بچّوں پر بڑا احسان کیا ہے
بچّوں کی دُنیا اپنے نانا میاں کے دفتر ذوالقرنین میں بڑی خوشی سے پڑھتا ہوں ماہ مئی
کا رسالہ آج پڑھا اسمیں میرا نام بتاؤ کی نظم کے آخر شعر میں آپنے جگہ خالی چھوڑ کر بچّوں سے
اس جگہ کو بھرنے کے لئے کہا ہے میں نے اُس خالی جگہ میں اپنا نام سُرخی سے لکھ دیا ہے
گویا اس نظم کو اپنا کر لیا یہ شعر اس طرح ہو گیا -

یہ بھی ہے پوچھنے کی بات جناب + آپ ہیں آفتاب عالمتاب

براہِ مہربانی آپ اس خط کو اپنے رسالہ میں چھاپ دیں تاکہ قدسی صاحب مصنّف
نظم کو معلوم ہو جائے میرا نام آفتاب ہے فقط - راقم آفتاب درجہ پنجم مشن اسلامیہ ہائی اسکول - بدایوں -

کبڈّی

(اڈیٹر)

ہوئی رات پھر چاند نکلا فلک پر
کبڈّی چلو کھیلیں میداں میں چل کر
چلو چل کے احمد کو بھی ساتھ لے لیں
بڑے ہیں کھلاڑی مرے ساتھ کھیلیں
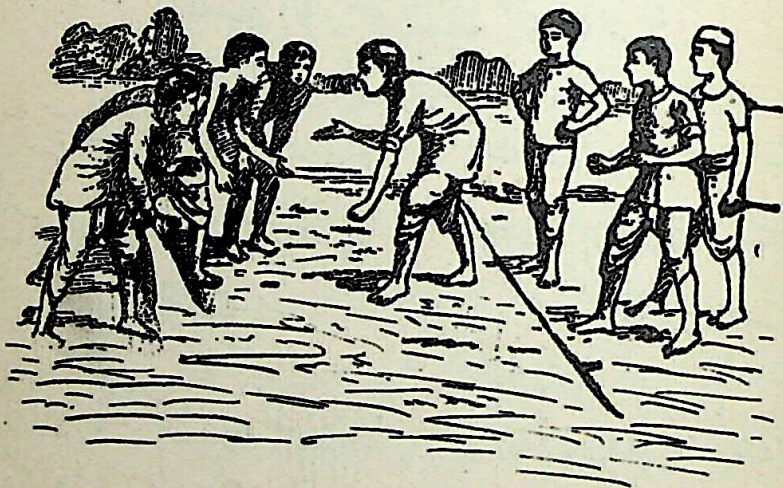
پکڑلونگا گر ہاتھ بھی مجھ پہ ڈالا
مجھے مارنا کیا ہے مُنہ کا نوالا
بنایا چلو راکھ سے میں نے پالا
اب آئے اُدھر سے کوئی آنے والا

وہ آتا ہے شمشیر کہتا کبڈّی
پکڑ لو اِسے مل کے سب توڑو ہڈی
وہ سائنس اُسکی ٹوٹی وہ پالے سے بھاگا
میں آتا ہوں احمد خبردار بچنا
کبڈّی۔ کبڈّی۔ کبڈی پکارا
صدا پھر یہ آئی وہ احمد کو مارا

ہنسو اور موٹے ہو جاؤ؟[1]

(از اعجاز حسین صاحب صدیقی خلف مولانا سیماب اکبر آبادی)

(۱)
ہنسنا ہے بہت اچّھا
گر ہے یہی صحت کا
مٹ جاتے ہیں ہنسنے سے
سب مادّے زہریلے

(۲)
روتی ہوئی صورت کیا
ہنسنا ہے بہت اچّھا
ہر وقت رہو ہنستے
ہنسنے کے ہیں کیا کہنے

اچّھا تو زرا ہنسنا
اچّھا تو زرا ہنسنا

(۳)
مکتب کے سوا ہر جا
جایز ہے تمھیں ہنسنا
ایلو وہ ہنسی آئی
رو کو تو اُسے بھائی

(۴)
جس وقت رہو تنہا
وہ وقت ہے ہنسنے کا
اس وقت ہے تنہائی
تشریف ہنسی لائی

اچّھا تو زرا ہنسنا
اچّھا تو زرا ہنسنا

---

[1] یہ نظم مئی میں شایع ہوچکی ہے اب دوبارہ اس وجہ سے شایع کیجاتی ہے کہ پہلی بار غلط شایع ہوئی تھی۔ چونکہ یہ دوسری بحر میں سمجھی گئی تھی اس وجہ سے کچھ مصرعوں میں تغیّر ہو گیا تھا۔ ابکی بار صحیح شایع کر کے اپنی پچھلی غلطی کا اعتراف کیا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر)

یوں اُڑ گیا

کہتے ہیں "جب پیٹ بھرتا ہے تو سب سوجھتا ہے" اکبر بادشاہ کے زمانہ میں لوگ بہت خوش حال تھے۔ غریب غُربا بھی جب چین کی بنسی بجاتے تھے تو امیروں کا کیا کہنا۔ بادشاہ کو نئی نئی باتوں کے پھیلانے کا بھی بہت شوق تھا۔ اُس نے عورتوں کی ترقّی کے لئے ایک باغ بنوایا تھا، جس کا نام مینا بازار تھا۔

یہ باغ شاہی محلوں سے تھوڑی دور پر واقع تھا۔ اُس میں طرح طرح کے درخت۔ پھل پھول لگے ہوئے تھے۔ چاروں طرف سبزہ اُگا تھا۔ روشیں بنی ہوئی تھیں سنگ مرمر کی حوضوں میں فوّارے چھوٹا کرتے تھے۔ اور عجیب سماں رہتا تھا۔

باغ کی روشوں پر جا بجا بیگموں کے جمگھٹے رہتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سودا پہنچنے کے لئے حوریں جنت سے آگئی ہیں۔ بیگمیں اور شہزادیاں اپنے سہیلیوں کے

ساتھ۔ درباریوں کی بیویاں اور اُونچے گھروں کی بہو بیٹیاں اپنی اپنی ماں بہنوں کے ہمراہ۔ اُس باغ میں گل گشت کیا کرتی تھیں۔

سیر و تماشا دیکھنے کے لئے اتفاق سے شہزادہ بھی وہاں آپہنچا۔ ہاتھوں میں کبوتر کا ایک جوڑا تھا۔ ہر چیز پر نگاہ اُٹھ رہی تھی۔ قریب ہی ایک خوشنما پھول کھلا ہوا نظر پڑا۔ چاہا کہ فوراً توڑ کر اپنی قبا میں لگا لے۔ لیکن ہاتھ خالی نہ تھے اور ساتھ کوئی نوکر نہ تھا۔

اتنے میں کھیلتے کھیلتے ایک لڑکی اُس جگہ آپہنچی۔ وہ نہایت حسین مہ جبین تھی۔ بوٹا سا قد تھا۔ گورے گورے گال تھے۔ ہونٹوں پر سُرخی تھی۔ دانتوں میں گویا موتی جڑے تھے۔ اُس کے آنے پر شہزادہ کو ایسا معلوم ہوا کہ گویا ابھی باغ میں اندھیرا تھا اور یکایک کوئی چاند نکل آیا اور اُس کی روشنی سے سارا چمن جگمگا اُٹھا۔ جب وہ ذرا اور نزدیک آئی تو شہزادہ نے اُس سے کہا۔ اے بُوا! ذرا ان کبوتروں کو پکڑ لو، میں وہ سامنے والا پھول توڑ لوں۔

یہ کلام سُنکر لڑکی وہیں پر رُک گئی۔ اپنے نازک ہاتھ پھیلا دئے اور دونوں کبوتر لے لئے۔

شہزادہ جب واپس پھرا تو دیکھا کہ وہ بھولی بھالی لڑکی وہیں پر کھڑی ہے۔ اُس کے ہاتھ میں صرف ایک ہی کبوتر ہے۔ دوسرے کا پتہ نہیں۔ وہ حیران ہو کر کہنے لگا۔ "میرا دوسرا کبوتر۔ میرا دوسرا کبوتر۔ جلد بتاؤ کیا ہوا؟

شہزادہ کی حیرانی دیکھکر وہ بالکل نہ گھبرائی۔ گویا کوئی بات ہی نہ تھی۔ جھٹ بھولے پن سے کہدیا۔ "سرکار وہ تو اُڑ گیا"

شہزادہ نے گھبرا کر پوچھا "ہیں! کیونکر اُڑا۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کیا؟"
یہ سُنکر اُس نے دوسری مُٹھی کچھ مُسکرا کے کھول دی اور بولی "یوں۔ اُڑ گیا"

(زہرا بیگم)

باپ بیٹے

بیٹیا۔ آپ تو بڑے بڑے لمبے چوڑے اخبار پڑھتے ہیں؟
باپ۔ تو پھر کیا ہوا تمھارے لئے بھی تو رسالہ "بچوں کی دُنیا" آتا ہے۔
بیٹیا۔ اور ہے بھی چھوٹا سا! لیکن اس کو پہلے باجی پڑھتی ہیں تب مجھکو ملتا ہے۔
باپ۔ اسی لئے تو میں اُسے منگاتا ہوں کہ تم دونوں پڑھو۔ اگر رسالہ چھوٹا ہے تو تم بھی تو چھوٹے ہی ہو۔

ساتھ۔ درباریوں کی بیویاں اور اُونچے گھروں کی بہو بیٹیاں اپنی اپنی ماں بہنوں کے ہمراہ۔ اُس باغ میں گل گشت کیا کرتی تھیں۔

سیر و تماشا دیکھنے کے لئے اتفاق سے شہزادہ بھی وہاں آپہنچا۔ ہاتھوں میں کبوتر کا ایک جوڑا تھا ہر چیز پر نگاہ اُٹھ رہی تھی۔ قریب ہی ایک خوشنما پھول کھلا ہوا نظر پڑا۔ چاہا کہ فوراً توڑ کر اپنی قبا میں لگا لے۔ لیکن ہاتھ خالی نہ تھے اور ساتھ کوئی نوکر نہ تھا۔

اتنے میں کھیلتے کھیلتے ایک لڑکی اُس جگہ آپہنچی۔ وہ نہایت حسین مہ جبین تھی۔ بوٹا سا قد تھا۔ گورے گورے گال تھے۔ ہونٹوں پر سُرخی تھی۔ دانتوں میں گویا موتی جڑے تھے۔ اُس کے آنے پر شہزادہ کو ایسا معلوم ہوا کہ گویا ابھی ابھی باغ میں اندھیرا تھا اور یکایک کوئی چاند نکل آیا اور اُس کی روشنی سے سارا چمن جگمگا اُٹھا۔ جب وہ زرا اور نزدیک آئی تو شہزادہ نے اُس سے کہا۔ اے بُوا! زرا اِن کبوتروں کو پکڑ یو، میں وہ سامنے والا پھول توڑ لوں۔

یہ کلام سُنکر لڑکی وہیں پر رُک گئی۔ اپنے نازک ہاتھ پھیلا دئے اور دونوں کبوتر لے لئے۔

شہزادہ جب واپس پھرا تو دیکھا کہ وہ بھولی بھالی لڑکی وہیں پر کھڑی ہے۔ اُس کے ہاتھ میں صرف ایک ہی کبوتر ہے۔ دوسرے کا پتہ نہیں۔ وہ حیران ہو کر کہنے لگا۔ "میرا دوسرا کبوتر؟ میرا دوسرا کبوتر؟ جلد بتاؤ کیا ہوا؟"

شہزادہ کی حیرانی دیکھکر وہ بالکل نہ گھبرائی۔ گویا کوئی بات ہی نہ تھی۔ جھٹ بھولے پن سے کہدیا۔ "سرکار وہ تو اُڑ گیا"

شہزادہ نے گھبراکر پوچھا۔ "ہیں! کیونکر اُڑا۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کیا؟"

یہ سُنکر اُس نے دوسری مُٹھی کچھ مُسکرا کے کھول دی اور بولی "یوں۔ اُڑ گیا"

(زہرا بیگم)

باپ بیٹے

بیٹا۔ آپ تو بڑے بڑے لمبے چوڑے اخبار پڑھتے ہیں؟

باپ۔ تو پھر کیا ہوا تمھارے لئے بھی تو رسالہ "بچوں کی دُنیا" آتا ہے۔

بیٹا۔ اور ہے بھی چھوٹا سا! لیکن اس کو پہلے باجی پڑھتی ہیں تب مجھکو ملتا ہے۔

باپ۔ اسی لئے تو میں اُسے منگاتا ہوں کہ تم دونوں پڑھو۔ اگر رسالہ چھوٹا ہے تو تم بھی تو چھوٹے ہی ہو۔

روز نہاؤ

(ناظم انصاری تاردیو بمبئی نمبر ۷)

کٹی آرام سے تمھاری رات
آؤ، ہم تم کو اک بتائیں بات
چاہو، دِن بھر اگر رہو چونچال
تو نہانے کا روز رکھو خیال
صبح کو اُٹھ کے جو نہاتا ہے
وہ بہت فایدے اُٹھاتا ہے
دُور ہوتی ہے رات کی سُستی
اور آتی بدن میں ہے چُستی
خوب لگتا ہے، اُسکا کام پہ جی
نہیں بیکار بیٹھتا وہ کبھی
اُس کو ہوتا نہیں کبھی آزار
یعنی، پڑتا نہیں کبھی بیمار

روز اگر صبح کو نہاؤ گے
فائدہ تم بہت اُٹھاؤ گے

بچّوں کے کام نامی چھوٹی سی مُنّی کتاب **ناظم** صاحب۔ تاردیو۔ بمبئی نمبر ۷ نے ہمارے پاس بھیجی ہے۔ گن۔ ڈھنگ۔ سکھانے والی بہت سی مفید باتیں آسان نظم میں درج ہیں اوپر کی نظم اُس کی نظموں کا ایک نمونہ ہے قیمت ۲ر ہے

نل بند

شہروں میں بہت سے کنوئیں بند
کردیے گئے ہیں۔ نل بھی کئی گھنٹے
بند رہتے ہیں۔ پانی بھرنے والی
عورتیں انتظار میں ہیں۔ آپسمیں
گپ شپ ہورہی ہے۔

نل سے دوچار قطرے پانی
کے کیا ٹپکے کہ آفت مچ گئی۔ کسی
کا گھڑا ٹوٹا۔ کسی کا سر پھوٹا۔ اگر
یہ لوگ نمبروار۔ جیسے جیسے آئیں
کھڑی ہوجائیں تو ناحق جھگڑے
کیوں ہوں۔

کھیل تماشا

آج کامتا پرشاد نے اپنے چند دوستوں کو جادو کا کھیل دکھانے کے لیے اپنے گھر بلایا تھا۔ وقت پر سب دوست کھیل دیکھنے کے لئے آ گئے۔ کامتا تو مُنّا سے جو کہ اس کا بڑا گہرا دوست تھا، کچھ کانا پھوسی کر کے وہاں سے کھسک گیا۔ جب سب دوست کامتا کے کمرے میں کرسیوں پر ڈٹ گئے تو مُنّا نے کہا "بھئی! کامتا تو کسی کام سے باہر گیا ہے۔ ابھی آیا ہی چاہتا ہے۔ لیکن تم اس اثنا میں کوئی عدد سوچ لو۔ کامتا واپس آنے پر اُس عدد کو فوراً بتا دیگا"۔

کمرے میں خوب شور مچا۔ شور بھی ایسا ملا کا کہ بس توبہ ہی بھلی۔ کان پھٹے جاتے تھے۔ آخرکار ایک بڑی زبردست کانفرنس کے بعد ۹۴۷ کا عدد طے پایا۔

تھوڑی دیر بعد کامتا پرشاد واپس آ گیا۔

کمرے میں چاروں طرف سنّاٹا چھا گیا۔ تمام کے تمام لڑکے کامتا کے چہرے کی طرف تاکنے لگے کہ دیکھیں وہ ٹھیک بھی بتاتا ہے یا نہیں۔

آخر منّا نے مسکرا کر کہا "ذرا دیکھیں تمھارا جادو۔ بھلا بولو تو پہلا ہندسہ"۔

کامتا۔ ۹

منّا۔ "خوب کہا! دوسرا؟"

کامتا۔ ۴

منّا۔ واہ! واہ!! کیا کہنے!!! اور آخری ہندسہ؟"

کامتا۔ ۹۴۷ ... ۷

یہ سنتے ہی سب لڑکوں کے مُنہ مارے حیرت کے کھلے رہ گئے۔ واہ واہ کی آواز سے کمرہ گونج اٹھا۔ سب نے کامتا کی تعریف کے پُل باندھ دئے سب دوست اصرار کرنے لگے کہ تم نے یہ نمبر کیسے جانا؟ آخر ہار کر اُس نے کہا۔

کامتا۔ اس کھیل میں صرف میں نے سب کچھ نہیں کیا بلکہ مُنّا نے میری بہت مدد کی ہے۔ مُنّا نے وہ عدد (۹۴۷) تو سن ہی لیا تھا۔ پس وہ مجھے سب بتا تا گیا۔

دوست۔ بھلا وہ کیسے؟

کامتا۔ سُنو مُنّا نے مجھسے کہا "زرا دیکھیں تمھارا جادو! بھلا بولو تو پہلا ہندسہ"۔ اگر یہ الفاظ گن لئے جائیں تو کل ۹ ہوتے ہیں۔ مُنّا نے چالاکی سے ایسے فقرے کہے جس میں نو ہی الفاظ تھے۔ میں نے اُن کو شمار کر لیا۔

دوسری بار مُنّا نے کہا "خوب کہا! اور دوسرا؟" اس میں چار ہی لفظ ہیں میں نے فوراً سمجھ لیا کہ دوسرا عدد ۴ ہے۔ اسی طرح سمجھ لیجئے کہ میں نے تیسرا عدد ۷ بھی معلوم کر لیا۔

یہاں پر ایک اور بات بھی بتا دینا ضروری ہے اگر بیچ میں کوئی صفر ہو تو ہر صفر کے لئے ایک بار کھانس دینا چاہئے۔ یا اور کسی طرح اشارہ کر دینا چاہئے۔ آپ لوگ اپنے گھروں میں اس کھیل کی مشق کیجئے۔ دیکھئے لوگ کیسا تعجب کرتے ہیں۔

(... متعلم - لاہور)

ہماری ڈاک
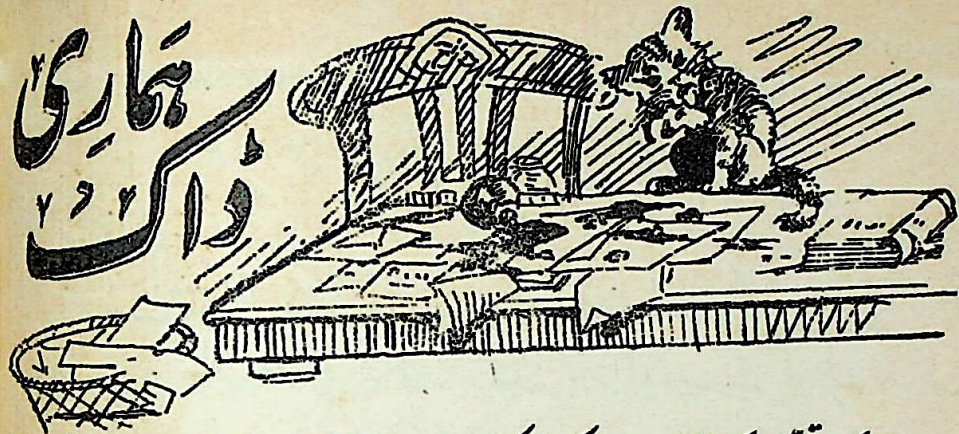
۱۔ ہم کو قصّے کہانیاں ۔ اسکولی کتابوں میں چھپی ہوئی حکایات وغیرہ بہت سے بچّے لکھ لکھ کر چھاپنے کے لئے بھیجتے ہیں۔ لیکن قِصّہ کہانی کے لئے رسالہ میں بہت تھوڑے سے صفحے رکھے گئے ہیں۔ لہذا کہانی میں جب تک کوئی خاص بات نہ ہوگی ہم اُسے چھاپنے سے مجبور رہیں۔

۲۔ مضامین لکھنے والے صاحبان کو چاہیئے کہ صرف کاغذ کے ایک طرف لکھیں حروف صاف اور خوشخط ہوں۔

۳۔ وی پی پہنچنے پر صرف تین دن کے اندر اُسے چھُڑا لینا چاہیئے۔ ورنہ مُفت میں روپیہ اور وقت برباد ہوگا۔

۴۔ نمونہ آپنے دیکھ لیا۔ اگر پسند ہو تو آئندہ کے لئے چندہ منی آڈر سے بھیج دیجئے۔

۵۔ نمونہ کا پرچہ اگر آپ کو کسی وجہ سے ناپسند ہو تو ہمیں اطلاع دیجئے۔

۶۔ دس پتے۔ پڑھی لکھی عورتوں کے ہم کو لکھئے جن کو 'بچّوں کی دُنیا' کا نمونہ مُفت روانہ کیا جائے۔

۱۹۳۱ء

جولائی

بچوں کی دنیا

ماہوار رسالہ

چندہ سالانہ
عہ۸/

مضمون	مضمون نگار	صفحہ
برسات (نظم) ...	... قدسی ، جائسی	۲۴۱
انگلستان کے بچے	... اڈیٹر	۲۴۲
انسانیت کا برتاؤ (نظم) ...	پروفیسر حامد حسین قادری سابق ایڈیٹر 'سعید'	۲۴۷
الف اور میم کی گفتگو	... ماسٹر عبدالرحمان - ساگر	۲۴۸
میں ننھی منی چڑیاں ہوں (نظم)	محمد مبشر علی صدیقی ساغر - بدایوں ...	۲۵۲
آنکھیں اور پڑھنا لکھنا	... پنڈت دوار کا پرشاد - ہیڈ ماسٹر - الہ آباد ...	۲۵۳
ایک بلی انعام	... ...	۲۵۷
ایشور کی مایا (نظم) ...	شیام موہن لال جگر بریلوی ...	۲۵۹
سکندر کی کہانی	... محمد یوسف انصاری ناظم - تاردیو - بمبئی	۲۶۱
ایک بہن کا خط	... (مس) روزی ونڈسر - الہ آباد	۲۶۲
لالٹین (نظم)	سید سجاد حسین اسرار سابق ایڈیٹر 'صداقت'	۲۶۵
پرایا مال ...	... ہری گوپال طالب علم - سیالکوٹ ...	۲۶۷
اسکائی کار (ہوائی موٹر)	... فتح سنگھ - انبالہ	۲۶۹
چڑیوں کی طرح اُڑنا	... ... "	۲۷۰
لنگڑی بڑھیا ...	... ایک ہیڈ معلمہ - جالندھر	۲۷۲
حبّ وطن ...	... ماخوذ	۲۷۳
باپ کا بدلا ...	... شاہ محمود سلیمان طالب علم - الہ آباد ...	۲۷۵
بچوں کا کمرہ	... ...	۲۷۷
ہماری ڈاک ...	... ...	۲۷۹
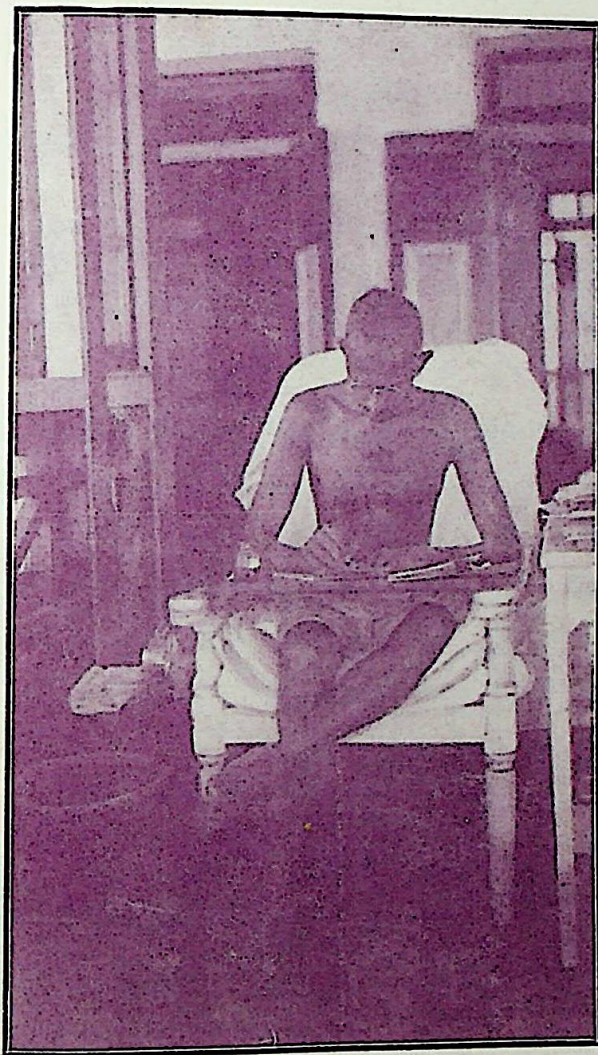
مہاتما گاندھي جو ولايت گئے هيں

جلد ۱ | ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۱ء | نمبر ۷

برسات

بادل پیہم گرج رہے ہیں — نقارے ہوا پہ بج رہے ہیں

بجلی ہر سُو چمک رہی ہے — ناگن گویا لچک رہی ہے

جی بھر کے برس چکے ہیں بادل — اب دیکھو جدھر اُدھر ہے جل تھل

ہر ایک جگہ اُگا ہے سبزہ — دھانی مخمل بنا ہے سبزہ

خوشبو پھولوں کی آ رہی ہے — دل کا غنچہ کھلا رہی ہے

قدسی گلشن کو جا رہے ہیں — ساون کی ملار گا رہے ہیں

(قدسی جائسی)

انگلستان کے بچّے

ہندوستان میں ہم لوگ انگریزوں کے بچّوں کو دیکھتے ہیں۔ لیکن اُنکو دیکھنے سے ہمیں انگلستان یا ولایت کے بچّوں کا حال بخوبی نہیں معلوم ہوتا۔ ہمارے ایک دوست جو ولایت گئے تھے، وہاں کے بچّوں کا حال لکھتے ہیں۔

"ہندوستان کی طرح یہاں بھی بُرے اور اچھّے دونوں طرح کے بچّے ہیں۔ لیکن اچھّے بچّوں میں کئی ایسی باتیں ہیں جو ہمارے ملک کے بچّوں کو ضرور سیکھنی چاہئیں۔

دیکھو یہ میرے ایک پڑوسی کی بیٹی مس ایلا کی تصویر ہے۔ یہ ابھی دو سال کی ہے۔ بڑی پیاری بیٹی ہے۔ اس کے ماں باپ امیر کبیر تو نہیں ہیں لیکن اس کی تندرستی بہت اچھّی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس چھوٹی سی بچّی کو کھانے ہی کے وقت

کھانا دیا جاتا ہے۔ دودھ بھی چار چار گھنٹے کے بعد پلایا جاتا ہے۔ یہ اپنے مکان کے باہر ہری ہری گھاس پر خوب کھیلتی ہے۔ صاف ستھرے کپڑے پہنتی ہے۔ ہر وقت ہنستی رہتی ہے۔ کسی کو پکارتی ہے تو مسٹر کہتی ہے۔ رات کو سونے لگتی ہے تو سب کو گڈ نائٹ کرتی ہے۔

ایلا کی چارپائی علیٰحدہ ہے۔ وہ اپنے ماں یا باپ کے پاس نہیں سوتی۔ اُس کا پوڈر۔ صابن اور بکس وغیرہ سب الگ الگ ہیں۔ اُس کی کرسی اور میز بھی الگ ہیں۔

وہاں پانچ سال سے بڑی عمر والے بچّے، لڑکے اور لڑکیاں، سب اسکول جاتے ہیں۔ وہ کبھی اسکول سے ڈرتے یا بھاگتے نہیں۔ جماعت میں بیٹھ کر شور وغل نہیں مچاتے اور نہ آپس میں جھگڑا کرتے ہیں۔ جب چھُٹّی کا گھنٹہ بجتا ہے، خوب کھیلتے ہیں۔ اسکول کے سب بچّوں کی ٹوپیوں کا رنگ ایک سا ہوتا ہے۔ وہ ایک ہی طرح کے کپڑے بھی پہنتے ہیں۔ وہ اپنے ماسٹر کی عزّت کرتے ہیں اور اُن سے محبّت کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ اُن کو کتّوں اور بلّیوں کا بہت شوق ہوتا ہے۔ ان کو نہلاتے دھلاتے ہیں۔ اور اُن سے خوب کھیلتے ہیں۔

کسی کسی چھُٹّی میں یا اتوار کے روز سب بچّے اور ماسٹر صاحب کسی

پُرفضا میدان یا باغ میں جاتے ہیں۔ جو شہر سے دور ہوتا ہے۔ وہاں پکنک مناتے ہیں (یعنی خود ہی کھاتے پکاتے اور شکار وغیرہ کرتے ہیں) اور خوب دلگی رہتی ہے

وہاں بازاروں میں چٹ پٹے اور مٹھائیاں اس طرح نہیں بکتیں۔ چھوٹے بچے بازار میں پھرتے ہوئے کچھ نہیں کھاتے اُن کو جیسا کلیٹ
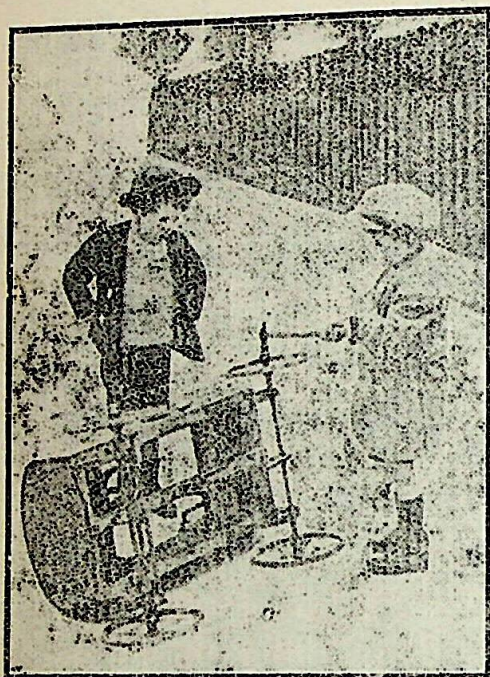
اور لا سنجر (ایک طرح کی مٹھائی) کا بہت شوق ہوتا ہے۔ لیکن اُس کو بھی وہ گھر لا کر کھاتے ہیں۔ وہ کبھی مٹھائی کیلئے پیسے نہیں چُراتے۔

آپس کے بیوہار میں یہ بچّے بہت ملنسار اور بامروّت ہوتے ہیں۔ سب کو مسٹر کہکر پکارتے ہیں اگر کسی کو
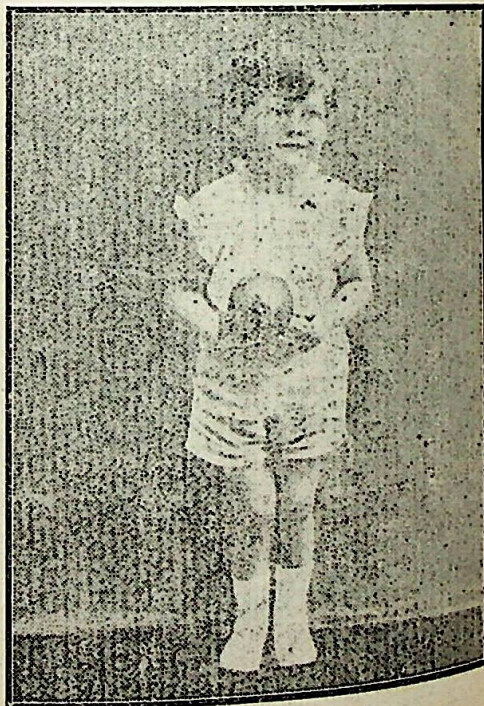
(اِن کی موٹر اُلٹ گئی)

دھکّا لگ جائے یا کسی کا اُن سے کچھ نقصان ہو جائے تو ہمارے یہاں کے بچّوں کی طرح لڑ نہیں پڑتے۔ بلکہ فوراً ہی "آئی ایم ساری (مجھے افسوس ہے) یا "پلیز اِکس کیوز می" (مہربانی فرما کر معاف کیجئے) کے کلمے کہکر راضی کر لیتے ہیں، یا کسی سے کچھ

(گھونسہ باز لڑکا)

پوچھتے ہیں تو بہت ہی عاجزی کے ساتھ۔ آپس میں گھونسہ بازی کا کھیل بھی خوب ہوتا ہے۔ اور ایک دوسرے کو خوب گھونسے رسید کرتے ہیں۔

انگلستان کے بچے کپڑے، لتے بہت صاف رکھتے ہیں۔ جہاں یا جب جی میں آیا ننگ دھڑنگ نہیں چلے جاتے۔ بار بار آئینہ دیکھکر اپنا ہاتھ مُنہ صاف کرتے رہتے ہیں۔ اُن کے جوتے بھی کافی صاف ستھرے ہوتے ہیں۔ لڑکیاں اور لڑکے ساتھ ساتھ پڑھتے لکھتے ہیں اور بہت محبت سے رہتے سہتے ہیں۔

ان ہی باتوں سے انگریزوں نے اس قدر ترقی کی ہے۔ ہمارے بچے بھی جب اسی طرح پڑھ لکھکر ہوشیار ہو جائیں گے تو دوسرے ملک والے اُن سے سبق لیں گے اور اُن کی تصویریں دُنیا بھر میں چھاپی جائیں گی۔

(ایڈیٹر)

بچی۔ "آج امّاں کو کیسے معلوم ہو گیا کہ تم نہائے نہیں، اور اُنھوں نے تم کو سزا دی"؟

بچہ۔ آج مَیں صابن کو پانی سے تر کر دینا بھول گیا تھا۔

انسانیت کا برتاؤ

(خاص "بچوں کی دُنیا" کے لئے)

جب محمد حسین مرزا نے　　سرکشی اپنا پیشہ ٹھہرایا
شاہ اکبر سے ہو گیا باغی　　مُلکوں مُلکوں فساد پھیلایا
لشکر اِک بادشاہ نے بھیجا　　جو گرفتار اُس کو کر لایا
ہوا جس وقت حاضرِ دربار　　پیاس سے تھا لبوں پہ دم آیا
تھے سبھی اُسکے خون کے پیاسے　　ایک قطرہ نہ پانی کا پایا
ہوئی اکبر کو جب خبر اِس کی　　اُس کو بیچارے پر ترس آیا
اور فوراً کسی کو حُکم دِیا　　اپنے خاصے کا پانی منگوایا
وہی پانی جو خود وہ پیتا تھا　　اپنے دشمن کو خوب پلوایا

سچ تو یہ ہے کہ دِل وہی دل ہے　　ہو مُروّت نے جس کو گرمایا
دشمنوں پر بھی جس کو رحم آئے　　خوف جس پر خُدا کا ہو چھایا

(حامد حسین قادری پروفیسر سینٹ جانس کالج آگرہ)

الف اور میم کی گفتگو

(خاص)

الف ۔ دیکھو میم ۔ میں کتنا بڑا ہوں کہ اللہ کا نام بھی مجھ سے شروع ہوتا ہے ۔ اگر میں بڑا نہ ہوتا تو اللہ کے نام کے آگے کیسے رہتا؟ صرف اتنا ہی نہیں احکم الحاکمین ۔ احمدؐ ۔ آدمؑ ۔ ابراہیمؑ ۔ آقا الفاظ بھی مجھ سے شروع ہوتے ہیں۔

میم ۔ جی ہاں جناب! آپ کا فرمان بالکل بجا ہے ۔ لیکن میں بھی مالک الملک میں آگے ہی ہوں ۔ جناب من صرف اتنا ہی نہیں مجید ۔ محمدؐ (احمدؐ) موسیٰؑ ۔ مولےٰ ۔ مرتضیٰؓ ۔ الفاظ بھی مجھ سے شروع ہوتے ہیں ۔

الف ۔ اجی ابھی تم کو کچھ بھی معلوم نہیں ہے ۔ دیکھو آسمان ۔ ارض (زمین) اختر (ستارہ) اور آفتاب مجھ سے ہی شروع ہوتے ہیں ۔ دُنیا میں آب حیات جو کہ نایاب چیز ہے وہ بھی میرے ہی حرف سے شروع ہوتا ہے ۔

میم ۔ جناب عالی جو کچھ آپ فرما رہے ہیں میں مانتا ہوں لیکن میری بھی سُن لیجئے کہ مقام اللہ (اللہ کا مقام) ۔ مکہ ۔ مدینہ ۔ مسجد ۔ مندر اور ماہتاب مجھ سے شروع ہوتے ہیں ۔ اپنی تعریف اپنے مُنہ کرنا میاں مٹھو

بنتا ہے۔ میں اپنی تعریف نہیں کرنا چاہتا لیکن جواب دینے کے لئے بتانا ضروری ہے۔ دیکھئے گا کہ ماءالحیات (آب حیات) مجھسے شروع ہوتا ہے۔

الف۔ ارے میم تو کیا گڑ بڑ کر رہا ہے۔ تو سُنتا کیوں نہیں جاتا۔ مجھکو تو نے یوں ہی سمجھ رکھا ہے ذرا آنکھ کھولکر دیکھ کہ بہت سے اچھے اچھے میوؤں کے نام مجھسے شروع ہوتے ہیں۔ مثلاً آم۔ انگور۔ امرود۔ انجیر۔ انار وغیرہ وغیرہ

میم۔ میرے دوست بے شک آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں لیکن میں زیادہ چیزوں کے آگے نہیں تو کچھ کے آگے ضرور ہوں مثلاً مونگ پھلی۔ مربا۔ مصری۔ مٹھائی۔ مشک وغیرہ وغیرہ۔

الف۔ ارے کیوں ذق ذق بق بق کرتا جا رہا ہے، سُنتا کیوں نہیں جاتا۔ دیکھ امام۔ اعظم۔ انیس۔ اخلاق۔ احسن۔ اشرف۔ الفاظ مجھسے ہی شروع ہوتے ہیں۔

میم۔ عزیز میرے ذرا صبر کے ساتھ تو سنتے جائیے۔ آپ کو سب معلوم ہوتا جائیگا۔ دیکھئے مجھسے بھی مکرم۔ مہربان۔ معظم۔ مونس۔ مشفق۔ محسن، الفاظ شروع ہوتے ہیں۔

الف۔ اے میم اور بھی دیکھ انگریزی مہینوں کے آگے بھی میں ہی ہوں۔ مثلاً اپریل۔ اگست۔ اکتوبر۔

میم۔ ذرا میری طرف بھی ٹھنڈے دل سے ملاحظہ فرمائیے کہ انگریزی مہینوں میں

مارچ اور مئی کے آگے میں ہی ہوں ۔

الف۔ پھر فضول بڑبڑ کرتا ہے ۔ دیکھ اتفاق اور اتحاد عمدہ الفاظ مجھ سے اور مفسد اور متفنّی خراب الفاظ تجھ سے شروع ہوتے ہیں سُن ۔ اگر اتحاد اور اتفاق نہ ہو تو بڑی مصیبت آ جائے ۔

میم۔ مشفق میرے ! آپ اتنے زیادہ کیوں خفا ہو رہے ہیں ۔ صبر کے ساتھ سنئے ۔ دیکھئے متفق اور متحد عمدہ الفاظ مجھ سے اور اشتعال اور اشرار آپ سے شروع ہوتے ہیں ۔ اور بھی سنئے اگر سب لوگ متحد اور متفق نہ ہوں تو مصیبت آنے میں کچھ دیر نہیں ہے ۔

الف۔ ہاں مجھے خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ تو جن جن لفظوں کے آگے آگیا ہے اُن کو تو نے کس قدر خراب کر دیا ہے ۔ مثلاً ملعون ۔ مردود ۔ مکّار ۔ مُفت خور وغیرہ ۔

میم۔ اور جناب آپ بھی اپنی طرف دیکھئے آپ بھی جن جن لفظوں کے آگے آگے ہیں ان کو آپنے بالکل خراب کر دیا ہے ۔ یقین نہ ہو تو دیکھ لیجئے ۔ مثال کے لئے احمق ۔ اُلّو ۔ ابلیس ۔ اُچکا الفاظ ہی کافی ہیں ۔

الف۔ کیوں بے میم تو ابھی تک گڑبڑ ہی مچاتا چلا جا رہا ہے ۔ ابے دیکھ تو ہمیشہ میرے پیچھے ہی رہتا ہے ۔ دیکھ ان لفظوں میں کیسا میرے پیچھے پیچھے چل رہا ہے مثلاً امتحان ۔ امام ۔ اُمید وار وغیرہ ۔

میم۔ میرے دوست آپ مجھ سے کیسی بُری طرح پیش آ رہے ہیں مگر میں دوست دوست کہتا چلا جا رہا ہوں میں اُف تک نہیں کرتا۔ مہربانی فرماکر ذرا غور سے تو دیکھئے کہ جناب آپ بھی تو میرے پیچھے پیچھے رہتے ہیں مثال کے لئے دیکھ لیجئے۔ مآدر۔ (م+ا= ما) مالک۔ ماہتاب۔ ماسٹر وغیرہ لفظوں میں آپ ہمیشہ میرے پیچھے ہی رہتے آئے ہیں۔ میری اتنی عرض اور سُن لیجئے۔ آپ جو خود کو بڑا کہہ رہے ہیں یہ آپکی غلطی ہے۔ بھائی صاحب میں تو سب کو یکساں سمجھتا ہوں۔ کوئی کسی سے بڑا نہیں ہے۔ اگر ہے تو صرف خدا ہی سب سے بڑا ہے۔

الف۔ بے شک۔ آپ کا فرمان بالکل ٹھیک ہے۔ اب میری سمجھ میں آیا۔ ابھی تک میں سخت غلطی پر تھا۔ واقعی ہم تم دونوں برابر ہیں۔ کوئی ایک دوسرے سے بڑا نہیں۔ آپ میرے سچے دوست ہیں میں غلطی پر تھا آپنے مجھے راستہ پر لگا دیا۔ میں آپکا احسانمند ہوں۔ میں نے جو سخت الفاظ آپکی شان میں استعمال کئے ہیں اُسکی معافی چاہتا ہوں۔ میرے دوست اب میں خوب اچھی طرح سمجھ گیا کہ آپکا کام میرے بغیر اور میرا کام آپکے بغیر چلنا بہت ہی مشکل ہے۔

پیارے بچو! تم نے دیکھا کہ حرفوں کا کام بھی بغیر ایک دوسرے کی امداد کے نہیں چل سکتا ہے پھر ہم تو انسان ہیں۔ ہمارا کام ایک دوسرے کی امداد کے بغیر کیسے چل سکتا ہے۔ اسلئے ہم سب کو چاہیئے کہ ہم سب محبت سے مل کر رہیں اور مصیبت پڑنے پر ایک ایک دوسرے کی مدد کریں۔ اسی میں ہم سب کی بہتری ہے۔ ڈرماسٹر عبدالرحمٰن صاگر

میں ننھی مُنّی چڑیا ہوں

(از محمد مبشر علی صدیقی ساغر بدایونی)
(خاص بچوں کی دُنیا کے لئے)

ہر صبح کو اُڑ جاتی ہوں میں اور شام کو واپس آتی ہوں
میں خوب سا دانہ لاتی ہوں بچّوں کو خوب کھلاتی ہوں

میں ننھی مُنّی چڑیا ہوں
میں ننھی مُنّی چڑیا ہوں

جب جنگل میں میں جاتی ہوں صیّاد کو بیٹھا پاتی ہوں میں
تو جال سے جان چراتی ہوں اور پھر سے میں اُڑ جاتی ہوں

میں ننھی مُنّی چڑیا ہوں
میں ننھی مُنّی چڑیا ہوں

وہ بھاگا بھاگا آتا ہے جب جال کو خالی پاتا ہے
سر پیٹتا ہے، چلّاتا ہے اور گھر کو واپس جاتا ہے

میں ننھی مُنّی چڑیا ہوں

میں ننھی مُنّی چڑیا ہوں

صحت کے چند اُصول

آنکھیں اور پڑھنا لکھنا

"آنکھیں بڑی نعمت ہیں" یہ ایک مثل ہے، اور یہ کتنی بڑی نعمت ہیں۔ اس کو سوچو اور جواب دو۔

بتاؤ تم نے کیا سوچا؟ ...... اچھا سُنو ہم ایک آسان تدبیر بتاتے ہیں۔ زرا اپنی دونوں آنکھوں کو بند تو کرلو۔ بند کرلیا؟ کیا اب تمھیں کچھ دکھائی دیتا ہے؟ اگر کوئی تمھیں چپت لگائے تو تم کیا کرو۔ اگر کوئی لڑکا تمھارا پرچہ (بچوں کی دُنیا) چھین کر بھاگ جائے تو بتاؤ تم اُس کو کیسے پکڑوگے؟ یہی نہیں ابھی اپنی آنکھ بند کئے رہو، بھلا بتاؤ وہ سامنے کونسی پتنگ اُڑ رہی ہے؟ وہ دیکھو جھولا کہاں پڑا ہوا ہے؟ دیکھو تمھارے آنکھ بند کرنے پر سب لوگ کیسا ہنس رہے ہیں۔ تم بھی اگرچہ ہنستے جاتے ہو مگر تم کو سخت تکلیف ہے اور کوئی مزہ نہیں آتا۔ اب تم بے چین ہو رہے ہو کہ جلد آنکھ کھولو۔

تم بہت مضبوط ہو۔ بڑے نڈر ہو، لیکن اگر ایک بُھنگا تمھاری آنکھوں کے قریب آتا ہے تو فوراً اُس کو مار ڈالتے، کیوں؟ اگر کوئی ننھّا سا تنکا یا زرا سی گرد آنکھ میں پڑگئی تو بے چین ہو جاتے ہو، آخر کیوں؟

اس لئے کہ آنکھیں بہت نازک ہیں۔ ان کو جلد ضرر پہنچ جاتا ہے اور دُکھنے لگتی ہے۔ اچھا تم یہ بھی جانتے ہو کہ بہت سے لڑکے اور آدمی عینک کیوں لگائے پھرتے ہیں؟ اسلئے کہ اُن کی آنکھیں کمزور ہوگئی ہیں اور پڑھنے لکھنے اور راہ چلنے میں اُن کو دِقّت ہوتی ہے' اور آنکھوں میں درد پیدا ہو جاتا ہے یا پانی بہنے لگتا ہے۔ تم نے یہ بھی دیکھا ہوگا کہ بچّوں کی آنکھوں میں کاجل (آنجن) اور سرمہ وغیرہ زبردستی لگاتے ہیں تاکہ اُن کی آنکھیں مضبوط اور صاف رہیں۔ اب تو تم شاید سمجھ گئے ہوگے کہ آنکھیں کتنی بڑی نعمت ہیں۔ اور اُن کی حفاظت کی تم کو کس قدر ضرورت ہے۔

ہم نے 'بچّوں کی دُنیا' ماہ مارچ میں دس باتیں بتائی ہیں جن سے آنکھوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ کیا تم نے پڑھا ہے؟ یہاں پر چند دیگر اصول بھی بتاتے ہیں۔ ان کو اچھّی طرح یاد رکھو۔

بخار۔ چیچک اور دوسری سخت بیماریوں سے جسم دُبلا ہو جاتا ہے اور آنکھیں بہت کمزور ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا بیماری کے بعد بہت زیادہ لکھنے پڑھنے کا کام نہ کرنا چاہیئے۔

تیز روشن چیزوں مثلاً بجلی کے بڑے قمقمے۔ دوپہر کے وقت آفتاب اور آگ کے تیز شعلوں کی طرف دیکھتے رہنے سے بھی آنکھوں کو ضرر پہنچتا ہے۔

پڑھنے لکھنے کی میز بھی مناسب اونچائی کی ہو، تاکہ کتاب یا کاپی سب آنکھوں سے نزدیک ہی رہے۔ ایسا بھی نہیں کہ بالکل کتاب پر جھک ہی جاؤ۔ کتاب کو آنکھوں سے کم از کم چودہ یا اٹھارہ انچ کے فاصلہ پر رکھنا چاہیئے۔

اس طرح آنکھوں کے نزدیک کتاب لیکر نہ پڑھو

اس طرح کتاب آنکھوں سے دور رکھکر پڑھو

پڑھنے لکھنے کے وقت ہمیشہ سیدھا تن کر بیٹھنا چاہیئے۔ جھک کر خصوصاً لیٹ کر کبھی نہ پڑھنا چاہیئے۔ اسطرح پڑھنے سے آنکھوں پر زیادہ زور پڑتا ہے اور جلد دکھنے لگتی ہیں۔
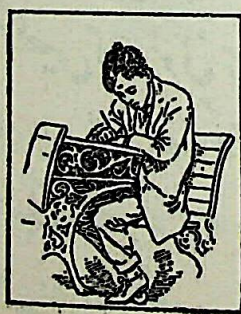
اس طرح تن کر لکھو

اس طرح جھک کر نہ لکھو

جس جگہ پڑھنے لکھنے کے لئے بیٹھو وہاں روشنی یا اُجالا کافی ہونا چاہیئے۔ اندھیرا پڑنے یا اندھیرے میں پڑھنے سے آنکھیں جلد دُکھنے لگتی ہیں۔ دروازہ یا کھڑکی کے سامنے اس طرح بیٹھو کہ روشنی تمھارے بائیں طرف سے آتی ہو۔ رات کے وقت لیمپ، جو صاف اور روشن ہو، اس طور پر رکھو کہ اُس کی روشنی کتاب پر پُشت کی جانب سے پڑے۔ دائیں یا بائیں رکھنے سے ہاتھوں کی آڑ پڑتی ہے اور دِقّت ہوتی ہے۔ اگر موقع نہ ہو تو بائیں ہاتھ کی جانب لیمپ رکھ سکتے ہو۔ اگر دھوپ میں بیٹھنے کا اتفاق ہو تو اس طور سے بیٹھو کہ دھوپ کتاب پر نہ پڑے۔

آنکھوں کو صبح اُٹھکر خوب دھونا چاہیئے۔ گرمیوں میں خاص کر ترپھلے کے پانی سے دھونے سے آنکھیں ٹھنڈی رہتی ہیں۔ آنکھوں کو گرد و غبار اور خس و خاشاک سے بھی بچانا لازمی ہے۔ اگر آنکھیں آجائیں (دُکھ آئیں) تو بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ فوراً عمدہ دوائیں استعمال کرو اور کسی بچے کی آنکھیں آئی ہوئی ہوں تو اُس سے زرا بچے رہو۔ اس کی آنکھوں کی طرف بار بار نہ دیکھو۔ اُس کی کتاب اور رومال وغیرہ بھی استعمال نہ کرو۔ تمباکو کھانے اور پینے سے بھی بینائی میں کمی ہو جاتی ہے۔ اس سے بھی قطعی نفرت رکھو۔

(دوارکا پرشاد ہیڈ ماسٹر۔ الہ آباد۔)

؟ ایک بلّی انعام ؟

یہ تصویر ایک شاہی محل کی ہے، جو قلعہ کے اندر ہے۔ دشمن کے آنے سے سب لوگ اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔ ملکہ چھپی ہوئی ہے۔ اُس کا صرف سر دِکھائی دیتا ہے۔
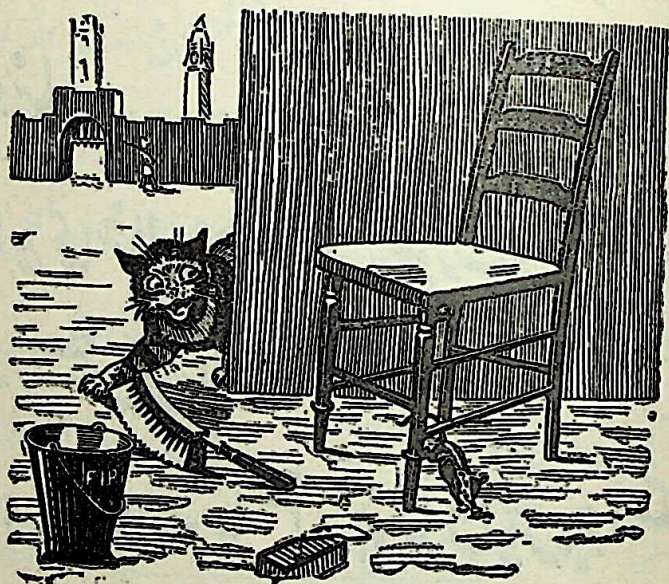
(ملکہ کے سر پر تاج بھی ہے۔ الٹ پلٹ کر دیکھو)

ملکہ کو جو تلاش کرے گا اور اُس کی مدد کرے گا۔ ملکہ اس کو اپنی ایرانی بلّی انعام دے گی۔

تم بھی کوشش کرو اور بتاؤ ملکہ کا سر کہاں دکھائی دیتا ہے؟

اخباری دُنیا

کے

ایک ماہرِ فن کا تجربہ

بچّوں کی دُنیا .... ہمارا تجربہ ہے

کہ اس کی ظاہری شان اور دلکش صورت کو دیکھکر بچّے اسکو شوق سے پڑھتے ہیں اور اسکے مطالعہ سے انکو تھوڑے وقت میں وہ معلومات حاصل ہو جاتی ہیں جو اسکول کی درسی کتابوں سے برسوں میں بھی حاصل نہیں ہوتیں۔

(ایڈیٹر - ذوالقرنین - بدایوں)

۲۱ مئی ۱۹۳۱ء

ایشور کی مایا

خاص بچوں کی دُنیا کے لئے
(جگر بریلوی کے قلم سے)

سورج چاند کہاں سے آئے؟ کِس نے دِن اور رات بنائے؟
یہ تارے کِس نے چمکائے؟ یہ سب ایشور کی مایا ہے

صبح ہوئی اور ہوا اُجالا سُورج نے سَر اپنا نکالا
جیسے سُونے کا اِک پیالا یہ سب ایشور کی مایا ہے

ہُوا سویرا چڑیاں چہکیں ہَوا چلی اور کلیاں مہکیں
ہری بھری سب شاخیں لہکیں یہ سب ایشور کی مایا ہے

چڑیاں ہیں کیا پیاری پیاری بُولی نیاری رنگت نیاری
عقل ہوئی ہے دنگ ہماری یہ سب ایشور کی مایا ہے

ہَرے بھرے کیا پیڑ اُگے ہیں دلکش پھولوں کے غُنچے ہیں
پَھل کیسے کھٹّے میٹھے ہیں یہ سب ایشور کی مایا ہے

سکندر کی کہانی

(خاص بچوں کی دُنیا کے لئے)

۱۔ سکندر روم کا بہت بڑا راجا تھا۔ جب اُس نے ایران پر چڑھائی کی، تو وہ ایک دِن اپنے گھوڑے پر بیٹھکر اپنی سینا[1] کو دیکھنے گیا۔ اس نے دیکھا کہ اُس کی سینا کا ایک لڑنے والا ایک مریل اور اڑیل گھوڑے پر بیٹھا ہے۔ سکندر اُسے دیکھ کر بہت جھلّایا اور اُسے اپنے سامنے بُلا کر، ٹانگ پکڑ کر گھوڑے سے نیچے گرا دیا۔

۲۔ وہ لڑنے والا بھلا سکندر پر بگڑ تو کیا سکتا تھا، پر ڈرا تک نہیں، اُلٹا سکندر کے بگڑنے پر ہنس دیا۔ اب تو سکندر اور بھی بگڑا اور اُسنے ڈانٹ کر اُس سے پوچھا کہ سچ بتا تو ہنستا کیوں ہے؟

۳۔ یہ سُن کر اُس نے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ آپ کے بگڑنے پر مجھے اسلئے ہنسی آئی کہ آپ تو بھاگنے والے گھوڑے پر چڑھے ہوئے ہیں اور مَیں جمنے اور ٹھہرنے والے گھوڑے پر بیٹھا ہوں، کہنا میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کا گھوڑا بڑا پھرتیلا ہے۔ اگر آپ بھاگنا چاہیں تو وہ آپ کو لے کر چلدے گا اور میرے بھاگ[2] میں بھاگنا لکھا ہی نہیں اسلئے کہ میرا گھوڑا ایسا مریل۔ اڑیل ہٹھا[3]

---

[1] سینا۔ فوج [2] بھاگ۔ قسمت [3] ہٹھا۔ سست۔

بولا - لنگڑا ہے کہ وہ ٹھیک چل تو سکتا نہیں، پھر بھاگے گا کیا؟ پھر بھی آپ مجھی پر بگڑتے ہیں - اب بتائیے ہنسی نہ آئے تو کیا ہو؟

۴- سکندر کو اُس کی یہ بات ایسی بھائی کہ اُس نے اپنا پھُرتیلا گھوڑا اُسے دے دیا -

ناظم انصاری بمبئی نمبر ۷
بچّوں کے کام، بچیوں کے کام - دبستان
اور دلچسپ نظموں کا لکھنے والا

معمّہ

۱- پ ر و ج ے	۱- ہندوستان کا ایک خوبصورت شہر
۲- ب ن ک ہ و د ھ چ ا ی ل ..	۲- ہندوستان کا ایک پہاڑ
۳- گ گ ن ا ا ی ے د ر ...	۳- ایک دریا
۴- ا ا ت م ج ح ل ر ہ گ ...	۴- ہندوستان کی سب سے خوبصورت عمارت
۵- ر ر ب ہ م پ ت د ر ا ی ے ...	۵- ہندوستان کا ایک دریا
۶- چ ب ک و ی ن د ی ا ...	۶- ہندوستان کا سب سے اچھا اور کامیاب رسالہ

جواب ماہ اگست میں شایع ہوگا -

(موہن لعل گکھڑ - کمالیہ ضلع لائل پور)

ایک بہن کا خط

(مس) روزی ونڈسر - الہ آباد

"بچوں کی دنیا" پڑھنے والے بھائیو اور بہنوں نمستے۔

آپ لوگ شاید میرا مذاق اُڑائیں کہ "جان نہ پہچان بڑی بوا سلام"۔ میرے بھائیو اور بہنوں ایسا ہرگز نہ خیال کرو۔ "بچوں کی دنیا" کو جتنے بھائی اور بہنیں منگاتی ہیں وہ سب ایک دوسرے سے لکھا پڑھی، چٹھی چپاتی کر سکتی ہیں۔ مجھے اگر کوئی بہن یا بھائی خط لکھیں تو میں بہت خوشی سے اُن کا جواب دوں گی اور اگر میرے گھر آجائیں تو اُن کی خوب دعوت کروں اور خوب جھولا جھلاؤں گی۔

میں اس خط سے آپ لوگوں کو اپنا حال بتاتی ہوں۔ آپ لوگ بھی اسی طرح اپنا اپنا حال لکھا کیجئے تو ہم ایک دوسرے کو جان لیں۔ اور اگر فوٹو بھی ہو تو پہچان لیں۔

"میری عمر بارہ برس کی ہے۔ میں کبھی بیمار نہیں ہوئی۔ مجھے کبھی دوا نہیں کھانی پڑی۔ کیونکہ میں ہمیشہ کسرت کرتی ہوں۔ اماں کہتی ہیں کہ جب میں بہت چھوٹی سی تھی جب سے وہ مجھے کسرت کراتی ہیں۔ مجھے گھر میں بیکار بیٹھنا اچھا نہیں لگتا۔ میں صبح اپنے باپ کے ساتھ موٹر میں ہوا کھانے جاتی ہوں۔ سب طرح کے کھیل کھیلتی ہوں۔ میں کبھی کبھی بھائی کی سائیکل پر بھی

پڑھتی ہوں۔ مَیں روز نہاتی اور کپڑے بدلتی ہوں۔ مَیں سمجھتی ہوں کہ میں سب سے تندرست اور سندر رہوں۔

کھیل کود مجھے بہت بھاتا ہے۔ میری کئی سہلیاں نہیں کھیلتی کودتیں اُن کے سر میں درد رہتا ہے یا اُن کو بخار آتا ہے اور کھُو کھُو کرتی رہتی ہیں۔ مَیں لڑکوں سے دوڑ میں آگے نکل جاتی ہوں تو وہ دانت نکالے رہ جاتے ہیں۔ مَیں اپنے امرود کے درخت پر چڑھ جاتی ہوں اور پھل تو مَیں بہت پسند کرتی ہوں۔ مَیں نے اپنے باغچہ میں جو میری آنگن میں ہے، مکئی۔ لوکی۔ بھنڈی اور تروئی وغیرہ کے بیج بوئے تھے۔ اُن میں اَب پھُول لگے ہیں۔ میرا بیلا اب نہیں پھُولتا۔ میرے گھر بھر سب ترکاری خوب کھاتے ہیں۔ مجھے میٹھی چیزیں اچھّی نہیں لگتیں۔ ایک مرتبہ مَیں نے دو پیسے کا پیڑا لیکر توڑا تو ایک مکھی نکل آئی جب سے مَیں بازار کی کوئی چیز نہیں چھُوتی

میرے گھر میں باجہ (فونوگراف) ہے۔ وہ بہت زور سے ہنستا ہے۔ مَیں بھی اُسی طرح خوب زور سے ہنستی ہوں۔ اہاہا۔ اوہوہو۔ اے ہے ہے۔ اوہوہو۔ میرے بھائی کے پاس کیمرہ ہے۔ وہ فوٹو کھینچ لیتے ہیں دیکھو

یہ میری کسرت کرنے کی فوٹو ہے۔
ناشتہ کے بعد میں روزانہ صبح کو دس منٹ کسرت کرتی ہوں۔ میں کبھی
مرغا بنتی ہوں۔ کبھی بچھوا چال چلتی ہوں۔ کبھی کمان بنجاتی ہوں اور کبھی
مور۔ میرے بھائی مجھے ایک ہاتھ پر کھڑا کر دیتے ہیں۔
کسرت کرنے میں مجھ سے کوئی نہیں جیت پاتا۔ مجھے
بہت سا انعام ملتا ہے۔ میرے اسکول میں لیڈی
انسپکٹر صاحبہ آئی تھیں۔ انھوں نے
میری کسرتیں دیکھیں۔ میرے گانے سنے
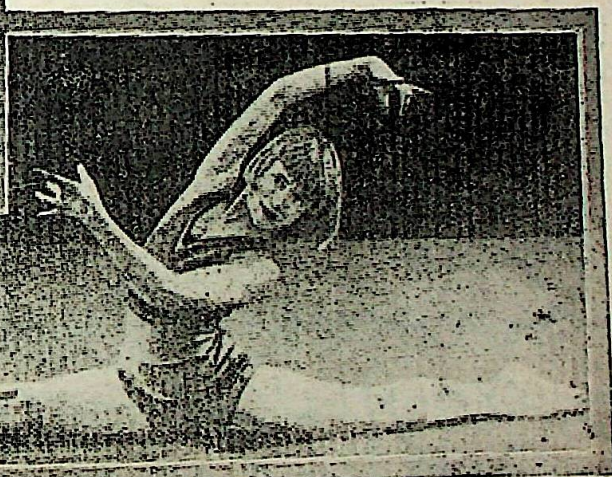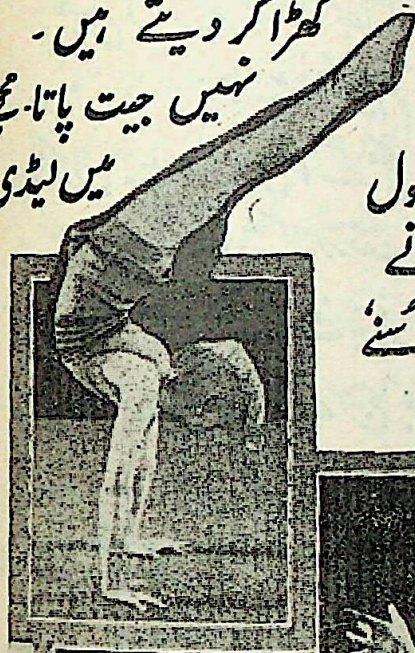
خوب خوش ہوئیں اور اپنا چاقو مجھے انعام دے گئیں۔ سچ مچ بڑا اچھا
ننھا سا چاقو ہے۔

"آتی ہوں"۔۔۔ اچھا اب میری اماں بلا رہی ہیں میں جاتی ہوں۔

لالٹین
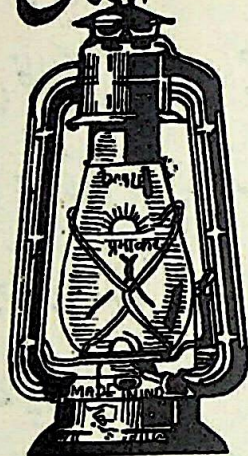
خاص "بچوں کی دنیا" کے لئے

(سید سجاد حسین اسرار، ایڈیٹر صداقت)

پیارے بچو! کیا بتاؤ گے مجھے
پوچھتا اک بات ہوں، سن لو اسے

آیا میں، کل شام کو، اپنے مکاں
دیکھتا کیا ہوں، اندھیرا ہے وہاں؛

اور جب کمرے کے اندر میں گیا
میرا تاریکی سے، دم گھٹنے لگا

کیا بتاؤں تم سے، کیا حالت تھی واں
ہر طرف کھاتا تھا، ٹاپک ٹوئیاں

میں نے جلدی سے جلائی ....
مل گیا، جلتے ہی جس کے، دل کو چین

مجھ کو بتلاؤ کہ وہ کیا چیز تھی؟
ہو گئی جلتے ہی جس کے، روشنی

یا اندھیرا گھپ تھا واں چھایا ہوا
کونا کونا، یا نظر آنے لگا!

عِلم کو بھی، جانو تم، اِک ..... منحصر جس پر ہے کُل دُنیا کا چین

یہ نہ ہو تو، ہو جہاں ظلمتکدہ جس میں چھائی ہو جہالت کی گھٹا

نیک و بد میں فرق کرنا ہو مُحال رحم اور انصاف کا ہو جائے کال

جس کے جی میں آئے جو کرنے لگے جو نہ ہونا چاہیئے، ہونے لگے

تُم کو بھی لازم ہے اے بچّو! ابھی عِلم کی پھیلا دو ہر سُو روشنی

بات یہ اسرار کی بچّو! سُنو
علم کی ضَو سے جہاں روشن کرو
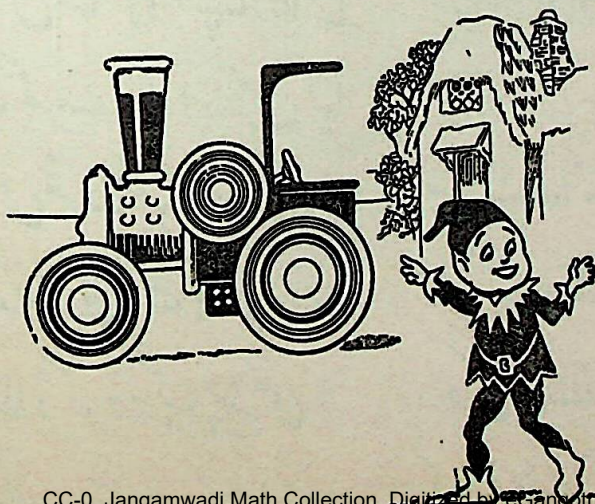
پرایا مال

(طلبا کے مضامین)

مَیں جماعت نہم گنڈا سنگھ ہائی اسکول میں پڑھتا ہوں میرا نام ہری گوپال ہے۔ مَیں آپ کے سامنے ایک واقعہ پیش کرنے والا ہوں جس سے کہ بچوں کو عبرت ہوگی۔

مَیں اسکول سے پڑھکر گھر واپس آرہا تھا اور مجھے بہت بھوک لگی ہوئی تھی۔ راستے میں مَیں نے دیکھا کہ ایک پوریوں کی دوکان پر دُکاندار بیٹھا نہ تھا۔ مَیں یہ دیکھکر اندر سے دو پوریاں لے کر چلتا بنا اور اُن کو ایک بند دُکان کے آگے بیٹھکر کھالیا۔ گھر جاکر میرے پیٹ میں بہت سخت درد ہونا شروع ہوگیا۔ میرے والد صاحب اُسی وقت ڈاکٹر صاحب کو بُلا لائے لیکن کچھ افاقہ نہ ہوا۔

ع - مرض بڑھتا گیا جُوں جُوں دوا کی

آخر کار والد صاحب نے سیالکوٹ چھاؤنی سے سول سرجن کو بلوایا اور وہ لگاتار تین گھنٹے ہمارے مکان پر بیٹھا رہا۔ آخر کار کچھ افاقہ ہوا۔ مَیں بہت کمزور ہوگیا تھا۔ اس واسطے مَیں دو ہفتے تک اسکول نہ جاسکا۔ نتیجہ یہ ہوا ایک تو مَیں جماعت میں بہت پیچھے رہ گیا اور بہت سے روپئے ڈاکٹروں کی نذر کرنے پڑے۔ اس دن سے مَیں نے توبہ کی اور اُٹھانا تو درکنار مَیں دوسرے کے مال پر نگاہ بھی نہیں ڈالتا۔

اُمید ہے بچے اس سچے واقعہ کو پڑھکر عبرت حاصل کریں گے۔

اسکائی کار

(ہوائی موٹر)

گذشتہ مہینوں کے رسالوں (بچّوں کی دُنیا) میں آپ نے پڑھا ہوگا کہ ہوائی جہاز۔ موٹر کشتی۔ اور پر دار کشتی پر لوگ کس کس طرح سیر کرتے ہیں۔ حال میں امریکہ کے ایک کارخانے نے ایک ہوائی موٹر تیار کی ہے۔ جس کو فورڈ (موٹر بنانے والی) کمپنی نے بنوایا ہے۔ اس ہوائی موٹر کا نام "اسکائی کار" (ہوائی موٹر رکھا ہے۔ یہ بناوٹ اور کل پُرزے میں موٹر کار سے بالکل مشابہ ہے۔

اس میں دو آدمی بیٹھ سکتے ہیں۔ چند روز کی مشق کے بعد ایک موٹر ڈرائیور اس کو بآسانی چلا سکتا ہے۔ اس ہوائی موٹر میں بھی انجن کا شور بہت ہوتا ہے لیکن انجن اور بیٹھنے والوں کے درمیاں ایک شور و غل سے بچانے والی (ساؤنڈ پروف) دیوار ہے۔ جس سے اس موٹر میں بیٹھنے والوں کو انجن کے شور سے تکلیف نہیں ہوتی۔

ہوائی موٹر کی چوڑائی ½ ۲۳ فٹ اور لمبائی ۴۳ فٹ ہے۔ اس کا وزن ۱۲۵ من کے قریب ہے۔ ابھی اس کی قیمت بتائی نہیں گئی لیکن خیال

کیا جاتا ہے کہ تین ہزار سے چھ ہزار روپیہ تک ہوگی۔

دوسرے ملک کے لوگ کچھ نہ کچھ ایجاد کیا کرتے ہیں ہماری رائے میں انگریزی جاننے سے کلوں کے بنانے میں بہت مدد ملتی ہے لہذا ہندوستان کے بچوں کو انگریزی بہت محنت کے ساتھ پڑھنا چاہیئے۔

(فتح سنگھ۔ انبالہ)
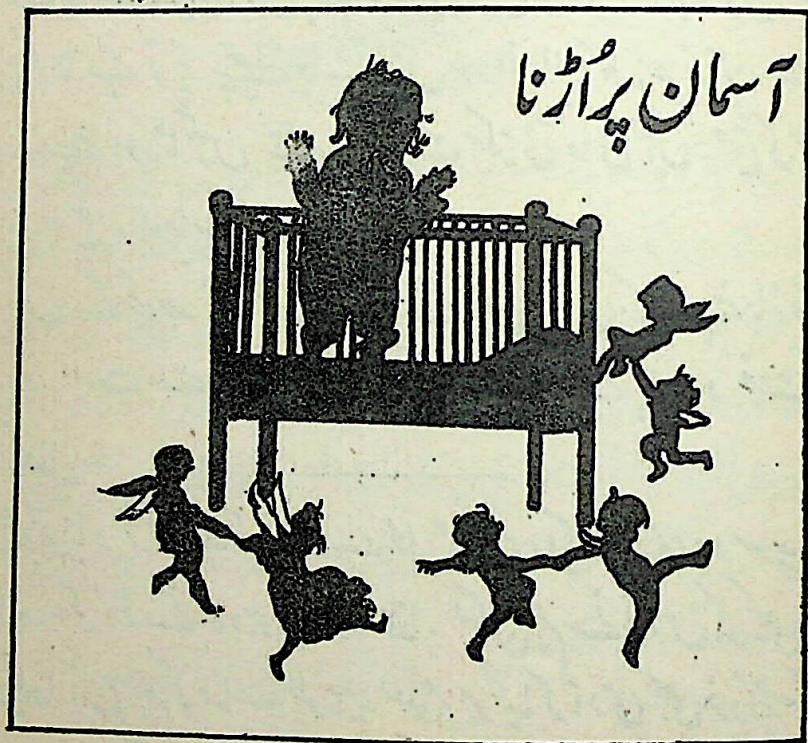
خواب میں

مسٹر نظام الدین نعمت اللہ نے یہ تصویر کھینچی ہے جس طرح خواب دیکھا تھا۔ اسی طرح تصویر بنایا ہے (عمر گیارہ سال درجہ ہشتم)

چڑیوں کی طرح اُڑنا

جوزف کروپکا، نامی انجینیر نے، جو شہر وینس (اٹلی) کے رہنے والے ہیں دو ہلکے بازو پروں کے مانند بنائے ہیں۔ جو آدمی کے شانوں (بازوؤں) پر لگائے جا سکتے ہیں۔ ان پروالے بازوؤں کو لگا کر جب کوئی شخص دوڑنا شروع کرتا ہے تو پَر پھیلتے جاتے ہیں اور انسان کا جسم زمین سے اوپر اُٹھ جاتا ہے اور ٹانگیں پیچھے کی طرف سکڑتی جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ جسم اور پَر ایک سیدھ میں ہو جاتے ہیں۔

اس کے موجد یعنی مسٹر جوزف نے ان پروں کو اپنے بازوؤں پر لگایا۔ اور بہت سے لوگوں کے مجمع میں زمین سے پندرہ فیٹ تک اُڑ کر دکھلایا۔

ہم کو یاد پڑتا ہے کہ ہمارے محلّہ میں بھی ایک آدمی دو سوپ دونوں طرف باندھ کر اُڑنے کا دعویٰ کرتا تھا۔ لیکن ہم نے تو اُس کو کبھی اُڑتے نہیں دیکھا آج ہم کو صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ آدمی بھی خود اُڑ سکتا ہے۔

ایک اور

ریاست حیدر آباد کے سب سے بڑے سہ ماہی رسالہ اردو کا

فیصلہ

بچوں کی دنیا| یوں تو بچوں کے کئی رسالے نکلتے ہیں اور ان میں بعض اچھے بھی ہیں لیکن بچوں کے لیئے اب تک اس سے بہتر کوئی رسالہ نہیں نکلا تھا۔ جن لوگوں کے ہاتھ میں اس کا انتظام ہے وہ بچوں کے دل و دماغ کو خوب سمجھتے ہیں۔ مضمون، تصویریں، چھپائی، لکھائی، کاغذ نہایت نفیس۔ تقطیع بھی بہت موزوں۔ اُردو زبان میں آج تک ایسا پاکیزہ خوشنما رسالہ بچوں کے لیئے نہیں نکلا تھا۔ ہم انڈین پریس کو مبارکباد دیتے ہیں اور ہمیں اُمید ہے کہ بچے اور بچیوں والے، مدارس اور سررشتہ تعلیمات اس کی پوری قدر کریں گے۔

ایڈیٹر۔ (مولوی عبدالحق، بی۔ اے۔)
انجمن ترقی اُردو۔ اورنگ آباد
(دکن) رسالہ۔ ماہ اپریل ۱۹۳۱ء

نمونہ مُفت

لنگڑی بُڑھیا

(عورتوں کے مضامین)

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ تین امیر عورتیں دریائے جمنا کے کنارے بیٹھی اپنے ہاتھ دھو رہی تھیں۔ اور آپ ہی آپ اپنے ہاتھوں کی تعریف کر رہی تھیں۔ ایک بولی۔ میرے ہاتھ اچھّے۔ دوسری نے کہا میرے اچھّے۔ تیسری کہنے لگی میرے تم دونوں سے اچھّے ہیں۔ کہیں ایک بُھوک کی ماری غریب لنگڑی بڑھیا لکڑی ٹیکتی اُدھر آ نکلی۔ اور ان امیر عورتوں سے کچھ کھانے کو مانگا۔

اُنھوں نے کھانا دینے سے تو صاف انکار کر دیا۔ مگر یہ پوچھا کہ بُڑھیا تو بتا ہم میں سے کس کے ہاتھ اچھّے ہیں۔ بُڑھیا یہ کہتی ہوئی آگے بڑھ گئی کہ پیٹ بھرے گا تو بتاؤں گی۔

ابھی کچھ دور نہ گئی تھی کہ آگے ایک غریب کالی سی عورت بیٹھی تھی۔ بڑھیا نے اس سے بھی سوال کیا کہ مَیں بُھوکی ہوں۔ اگر تمھارے پاس کچھ کھانے کو ہے تو مجھے بھی دو۔ اُس نے اپنا رومال کھولا۔ اور کہا۔ لے مائی! مَیں اپنے واسطے کھانا لائی ہوں۔ آدھا اس میں سے تو لے لے۔

بڑھیا نے کھا کر پانی پیا اور اُس کو ہزاروں دُعائیں دیں۔ پھر اس عورت کو اپنے ساتھ لیکر ان امیر عورتوں کے پاس آئی۔ اور کہا۔ اب

بتاؤں کس کے ہاتھ اچھے ہیں؟

اس غریب عورت کے کالے ہاتھ تم امیروں کے گورے گورے ہاتھوں سے لاکھ درجے اچھے ہیں۔ جنہوں نے مجھ بھوکی لنگڑی کا اس وقت پیٹ بھرا۔

یہ کہہ کر بڑھیا وہاں سے چل دی۔ تینوں امیر عورتوں پر مارے شرم کے سیکڑوں گھڑے پانی پڑ گئے۔ اس دن سے اُنھوں نے پکّا ارادہ کر لیا کہ کسی مانگنے والے کا سوال ہم رد نہ کریں گے۔

(ایک جالندھری ہیڈ معلّمہ کے قلم سے)

باپ۔ تمھارے ساتھ کھیلنے کے لئے آج ایک ننھا سا بھائی آیا ہے۔

بچّہ۔ ابّا کہاں سے آیا ہے"۔

باپ۔ بہت دور سے۔

بچّہ۔ میں تو اُس کے ساتھ نہیں کھیلوں گا۔ آپ ہی نے تو کہا تھا کہ ہمیں مسافر سے بہت محبت نہ بڑھانی چاہئے۔

حُبِّ وطن

ترکوں میں اپنے دیس کی محبّت کتنی ہے؟ اس واقعہ سے اس کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ایک بوڑھا فقیر بھیک مانگتا ہوا میرے سامنے سے گزرا۔ مَیں نے اُس کو ایک روپیہ دیا۔ اُس نے خیرات لیکر میری طرف غور سے دیکھا اور پوچھا کہ تم کس قوم کے آدمی ہو؟

مَیں نے جواب دیا کہ مَیں ہندوستانی ہوں۔ یہ سُن کر بوڑھے فقیر کا چہرا غصّہ سے سُرخ ہو گیا۔ اُس نے روپیہ زمین پر پھینک دیا۔ اور چیخ کر بولا۔ "مَیں تم سے خیرات نہیں لوں گا۔ تم لوگ خود بھیک منگے اور لالچی ہو۔ تم ہندوستانی چند روپیوں کی لالچ میں یہاں آئے اور ہمارے ہزاروں نوجوانوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ ... چور۔ قاتل۔ ڈاکو۔ لالچی۔ اور نہ جانے کتنی گالیاں سُناتا ہوا وہ بوڑھا فقیر آگے بڑھ گیا۔

مَیں نے چُپ چاپ روپیہ اُٹھا لیا۔ مجھے بوڑھے فقیر کی گالیوں کا کوئی صدمہ نہیں ہوا۔ بلکہ مَیں دِل میں شرمندہ تھا کہ یہ فقیر سچ کہتا ہے۔ حُبِّ وطن میں ٹرکی کا ایک فقیر بھی ہمارے تعلیم یافتہ ہندوستانیوں سے بہتر ثابت ہوتا ہے۔

(پروفیسر ایس۔ راے چٹرجی کے مضمون سے)

باپ کا بدلہ

(طلبا کے مضامین)

سلیم ایک بادشاہ کا لڑکا تھا۔ کچھ دشمنوں نے اُس کے باپ کو قتل کر دیا تھا۔ اور اُن میں سے ایک بڑا سردار بادشاہ بن بیٹھا۔ تب سلیم اپنی ماں کو لیکر جنگل میں بھاگا اور وہیں ایک چھوٹی سی جھونپڑی بنا کر رہا کرتا تھا۔ کچھ دن بعد اُس کی ماں مر گئی۔

سلیم اپنی ماں کو لیکر دفن کرنے گیا (اُسکی ماں مرتے وقت کہہ گئی تھی کہ اپنے باپ کا بدلہ ضرور لینا) سلیم دفن کر کے واپس آرہا تھا تو ایک درخت کے نیچے بیٹھکر رونے لگا۔

صبح کی ٹھنڈی ہوا چھوٹے چھوٹے پھولوں کی بہار دکھا رہی تھی ننھی ننھی چڑیاں گا رہی تھیں، ہرن چوکڑی بھر رہے تھے۔ صرف سلیم اُداس تھا۔ اسلئے کہ اُس کے کئی دشمن تھے اور وہ بیچارہ اکیلا تھا۔

اُسی وقت اُس کے سامنے سے ایک آواز آئی "سلیم" "سلیم"

جب سلیم نے اپنا چہرہ گھٹنوں پر سے اُٹھایا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک پری سامنے کھڑی ہے۔ پہلے تو سلیم ڈر گیا لیکن پری نے کہا کہ میں تمھاری مدد کرنے کو آئی ہوں۔ یہ کہکر اُس نے ایک انگوٹھی دی اور کہا کہ اِسے پہن کر جو مانگو گے وہ ملجائے گا۔ یہ کہکر پری غائب ہو گئی۔

سلیم نے انگوٹھی کے زور سے ایک بڑی فوج منگائی اور اُسی کے ذریعہ سے دشمنوں پر چڑھائی کی۔
تھوڑی دیر لڑنے کے بعد سلیم کو یہ معلوم ہوا کہ اُس کی فوج سے دشمنوں کی فوج ڈر گئی۔ تب اُس نے فوراً گرفتاری کے لئے گھوڑے دوڑا دئے اور تھوڑی دیر میں سب کو گرفتار کر لیا۔ کچھ دنوں تک اُس کا ستارہ بلندی پر رہا پھر سلیم کا انتقال ہو گیا۔ جب سلیم جنّت میں گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ اُس کے ماں باپ اس کا انتظار کر رہے تھے۔

(شاہ محمود سلیمان ۔ سول لائن الہ آباد)

ماسٹر ۔ مَیں نے تم کو بتایا تھا کہ چیخنے چلّانے سے بچّوں کی تندرستی اچھی رہتی ہے؟
ایک شاگرد ۔ جی ہاں؟ اور دیکھئے نا ماسٹر صاحب! آپ کیسے موٹے ہیں کیونکہ دن بھر کسی نہ کسی پر چیخا ہی کرتے ہیں۔

اس تصویر کو اپنی کاپی پر بناؤ اور اپنے گھر والوں کو دکھا کر انعام لو۔

بتاؤ کیا ہے؟

ایک سردار
یا
چار پیر وار
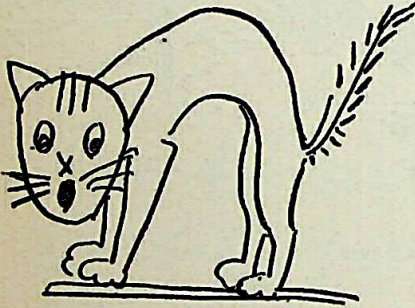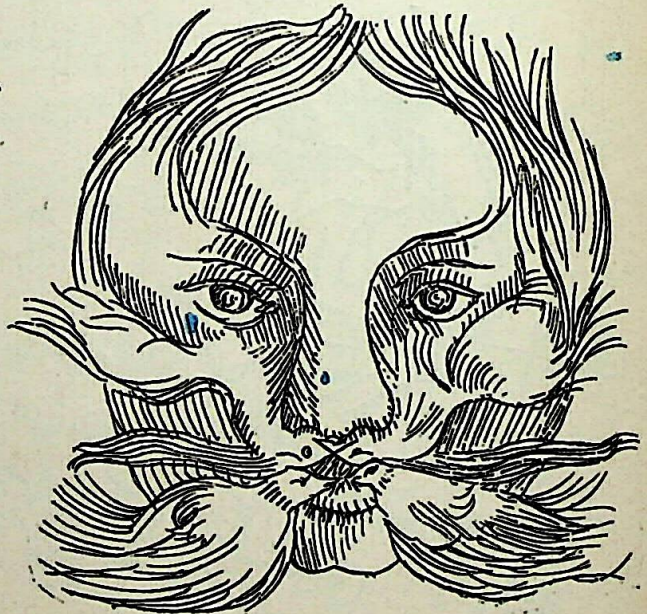
اِس تصویر کو غور سے دیکھو اور کوئی قصّہ بناؤ۔
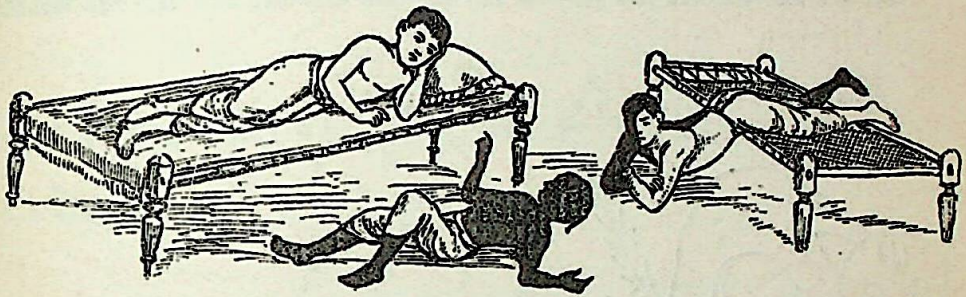
زرا دیکھنا

پلپلی میجر صاحب دُم دباکر لڑائی سے بھاگے تو کوّوں نے خوب خبر لی۔
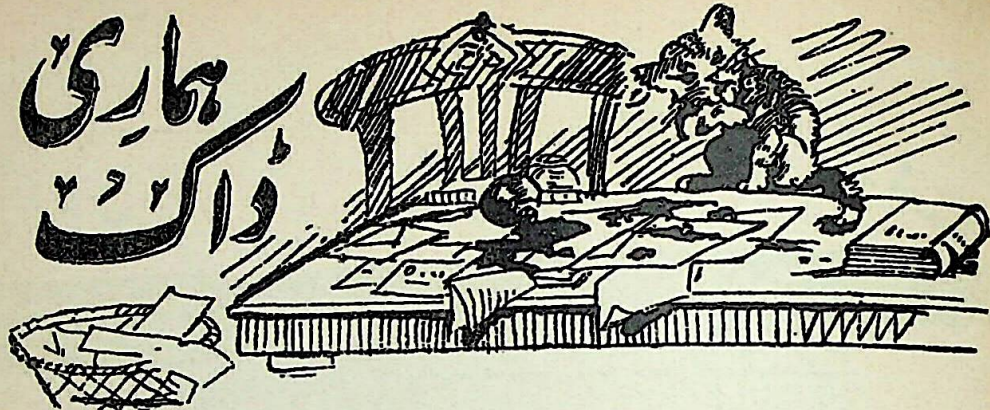
۱۔ بعض بچّے بار بار نمونہ مفت منگاتے ہیں۔ بھلا مفت نمونہ کتنی بار بھیجا جائے۔ اُن کو چاہیئے کہ سال بھر کا عہ٨/ یا چھ ماہ کا چندہ عہ منی آڈر کردیں۔

۲۔ مضمون بھیجنے والے بچّوں کو چاہیئے کہ کھیل کود، ہنسی دلگی والی روزانہ کی باتوں کو لکھیں اور پُرانے قصّے، کہانیوں کے پیچھے نہ پڑے رہیں۔

۳۔ اسکولوں میں "بچّوں کی دُنیا" کا پرچہ اب جانے لگا ہے۔ اُس پر ہر بچّہ کا حق ہے۔ اُس کو وہ ہیڈ ماسٹر صاحب سے مانگ کر گھر بھی لیجا سکتے ہیں۔

۴۔ خریدار بنانے والوں کے لئے جو کتابیں انعام میں دیجاتی ہیں، وہ چندہ وصول ہوجانے پر روانہ ہوں گی۔

۵۔ اپنے شہر و ضلع کے کل انگریزی و اُردو اسکولوں کے نام اور پتے لکھنے والوں کو "بچّوں کی دُنیا" کا ایک پرچہ انعام ملے گا۔

۶۔ اگر آپ کے اسکول میں "بچّوں کی دُنیا" ابھی نہیں آیا تو ہم کو اپنے ہیڈ ماسٹر صاحب کا نام لکھئے۔ ہم بھیجدیں گے۔

۷۔ اپنے پرچے کو پڑھنے کے بعد کسی غریب بچّے کو بھی دکھائیے۔ کیونکہ یہ "بچّوں کی دُنیا" ہے اور ہر بچّہ اس کو پڑھنے کا شوق رکھتا ہے۔

مُفت مُفت مُفت

فاؤنٹین پن

یہ سیاہی بھر کر لکھنے والا عمدہ قلم تم بلاقیمت حاصل کر سکتے ہو۔ سچ مچ یہ قلم تمہارے پاس ہو تو تم ضرور بہت خوش ہو گے۔

تم کو صرف یہ کرنا ہے کہ کسی اپنے دو دوستوں سے "بچوں کی دنیا" کا نمونہ پسند کرالو اور ان سے سالانہ چندہ ڈاکخانے سے روانہ کرادو۔ اور اس کوپن کی خانہ پُری کر کے ہمارے پاس لفافے میں رکھ کر بھیج دو۔

آج ہی اپنے کسی دوست کو نمونہ دکھاؤ وہ ضرور پسند کرلے گا۔

فاؤنٹین پن
کا
انعامی کوپن

میں نے آج اپنے دوست ....

و .... محلہ ...... شہر ......

کو ایک سال کے لئے "بچوں کی دنیا" کا خریدار بنایا

مہربانی کر کے انعامی فاؤنٹین پن مجھ کو بھیج دیجئے۔

دستخط ....

پتہ ....

میں / میرے دوست نے چندہ سالانہ بتاریخ ...... رقم

کو منی آرڈر کر دیا ہے

بچوں کی دنیا
ماہوار
رسالہ
چندہ سالانہ

فہرست مضامین

مضمون	مضمون نگار	صفحہ
دنیا میں جنت میرا وطن ہے ...	پروفیسر افسر ، بی-اے-میرٹھي ...	۲۸۱
احسان کا بدلہ احسان ...	فقیر چند مہرا ، بي-اے ، یل-تي-	۲۸۲
فٹ بال (نظم)	قابل ، بلند شہري ...	۲۸۵
قلم	یوسف بن باقر ، الہ آباد ...	۲۸۸
ہوائي جہاز (نظم) ...	گنگاپرشاد سکسینا-طالب علم-۱۳-	۲۹۳
قاضي مُلاّ چور	فرحت بیگم علیگڈہ-' پھول ' سے ...	۲۹۴
شکاري لڑکا	سندرسنگھ، طالب علم - ملتاں...	۲۹۸
چندر لیکھا	... ...	۳۰۰
بچوں کی دُنیا (نظم) ...	رسا گور کھپوري	۳۰۲
نو ایجاد کیمرہ	ایڈیٹر	۳۰۳
تین خود غرض	عبدالغفار خاں طالب علم، فیروزپور	۳۰۷
صحت کے چند اُصول-(تھوکنا) ...	محمد ابراہیم-شادي آباد-الہ آباد...	۳۰۹
کھٹے انگور (نظم) ...	ایڈیٹر	۳۱۲
چند خطوط	... ...	۳۱۵
جادو کا سیب	جے رتن - متعلم-لاھور ...	۳۱۷
پہیلیاں	ناظم انصاري - تاردیو - بمبئي نمبر ۷	۳۱۹
ھماري ڈاک	ایڈیٹر	۳۲۰

سلگندہ

پنجھر مسلم ویپی بجدرہ مشرما ضلع

بچوں کی دنیا

جلد ۱ | ماہ اگست ۱۹۳۱ء | نمبر ۸

دُنیا میں جنّت میرا وطن ہے

باغوں نے پہنا — بھوری گھٹائیں
پھولوں کا گہنا — لائیں ہوائیں
نہروں کا بہنا — باغوں میں جائیں
وارفتہ رہنا — کلیاں کھلائیں
دُنیا میں جنّت میرا وطن ہے — دُنیا میں جنّت میرا وطن ہے

(افسر میرٹھی)

احسان کا بدلہ احسان

ایک چائے فروش کی دوکان کے سامنے ایک تھکا ماندہ بوڑھا سپاہی ٹہل رہا تھا۔ اُس کی سفید گھنی مونچھیں کھڑی تھیں، تلوار کمر سے لٹک رہی تھی۔ داہنے ہاتھ میں ایک بید تھی اور بائیں ہاتھ سے ایک جھولا کندھے پر لٹکائے ہوئے تھا۔

اُس کو چائے پینے کی کچھ خواہش بھی تھی لیکن سپاہی آدمی بغیر پیسوں کے چائے کیسے پیتا۔ اتنے میں ہوٹل والا تاڑ گیا کہ یار کا جیب خالی ہے۔ اُس نے نہایت تپاک سے سپاہی سے گڈ مارننگ کیا اور اِدھر اُدھر کی بات چیت کرنے کے بعد چائے پلانے کے لئے اپنے پاس بٹھا لیا۔ لڑکا چائے لایا اور دونوں نے چائے پی۔

سپاہی نے چلتے وقت چائے فروش کا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا یہ آپ کا احسان رہے گا (یعنی ایک پیالی چائے)

چائے فروش نے کہا۔ یہ آپ کیا فرماتے ہیں۔ ایک پیالی چائے کی بھی کوئی حقیقت ہے۔ لیجئے ایک سگار بھی لے لیجئے

سپاہی ہونا تو بڑی بات ہے۔ سپاہی کا لفظ خود بہت بڑی عزت رکھتا ہے۔ بڑے بڑے شاہنشاہ پہلے سپاہی تھے۔

سپاہی میں خودداری بہت ہوتی ہے۔ اُن کی مونچھیں کھڑی رہتی ہیں۔ وہ کسی کا ذرّہ بھر احسان لینا نہیں چاہتے۔ جو کہہ دیتے ہیں وہی کرگزرتے ہیں۔ وہ اپنے مالک اور دوست کے لئے جان تک دیدیتے ہیں اور کبھی کسی کا احسان نہیں بھولتے۔

ہمارا سپاہی جس نے ابھی چائے کی عادت کی وجہ سے ایک پیالی چائے پی لی تھی، ہوٹل والے کے بار احسان سے دبا جاتا تھا۔ اُس کے دل میں رہ رہ کر یہی خیال آرہا تھا کہ موت کا کوئی ٹھکانا نہیں، نہ معلوم کب آجائے۔ ایسا نہ ہو کہ اس احسان کا بدلہ میں نہ ادا کرسکوں۔ یہ خیال آتے ہی وہ پھر چائے فروش کے پاس آیا۔

سپاہی نے کہا۔ آپ کے اس احسان کا بدلہ میں جلد ادا کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے ایک نہایت عمدہ جوتوں کی پالش کا نسخہ معلوم ہے، وہ آپ کو بتائے دیتا ہوں۔ آپ دوکان دار آدمی ہیں شاید اس سے آپ کو نفع ہو اور میں آپ کے اس احسان کے بار سے ہلکا ہوجاؤں۔

چائے فروش بولا۔ آپ ناحق مجھے کانٹوں میں گھسیٹتے ہیں۔ ان باتوں کی کیا ضرورت۔ یہ تو ہُوا ہی کرتا ہے۔ لیکن سپاہی نے نہ مانا۔ اُس نے اُس کو نسخہ لکھا دیا اور پالش تیار کرنے کی ترکیب

بھی بتا دی۔

چائے والے کی قسمت کا ستارہ چمک رہا تھا۔ اُس نسخہ سے نہایت عمدہ پالش تیار ہوئی جو کوبرا پالش کے نام سے عام طور پر بازار میں بکتی ہے۔ جس کی ڈبیہ پر کالے ناگ کی تصویر بنی ہوتی ہے۔ غرض کہ چائے والے نے اُس نسخہ کی بدولت لاکھوں روپیہ کمایا۔

فقیر چند مہرا۔ بی۔ اے۔ ایل۔ ٹی

فٹ بال جو کھیلو گے تو دل شاد رہیگا

(قابل بلند شہری کے قلم سے)

(خاص)

(۱)

میدان کے اندر	اسکول سے باہر		پڑھنے کا نہو ڈر		جب شام ہو سر پر

قابل کا ترانہ یہ ہمیں یاد رہیگا
دل شاد رہیگا
فٹ بال جو کھیلو گے تو دل شاد رہیگا
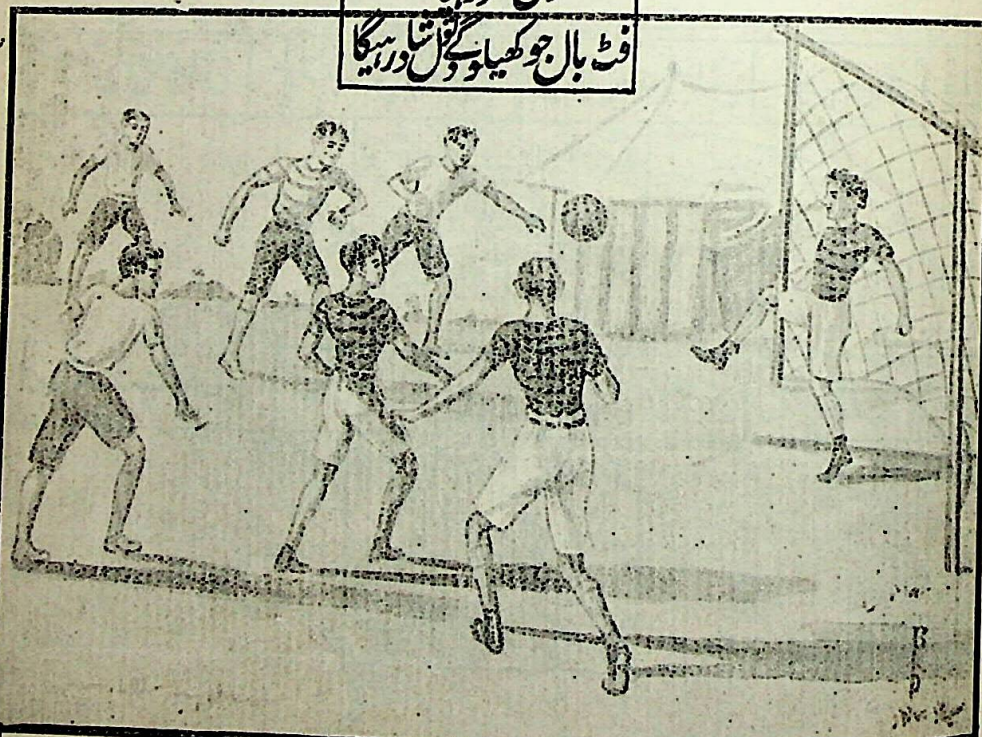
آیا وہ زمانہ	یارونکو ستانا	اسکول سے جانا		کچھ کرکے بہانا

جب صحن گلستاں میں نہ صیاد رہیگا
دل شاد رہیگا
فٹ بال جو کھیلوگے تو دل شاد رہیگا

(۳)

یہ آپ ہوں یا ہم		ہیں بیش نہ کچھ کم		جب پھولتے ہیں دم		یہ گاتے ہیں پیہم

جو کھیلنے آئیگا وہ آباد رہیگا
دل شاد رہیگا
فٹ بال جو کھیلوگے تو دل شاد رہیگا

(۴)

سُستی سی ہے چھائی		دم بھاری ہے بھائی		جی میں ہے سمائی		پھر دیجے دُہائی

جو شام کو پڑھتا ہے وہ برباد رہیگا
ناشاد رہیگا
فٹ بال جو کھیلوگے تو دل شاد رہیگا

(۵)

جب تک رہے جاری		تعلیم ہماری		دل پر نہیں بھاری		فٹ بال کی باری

قابل کا ترانہ یہ ہمیں یاد رہیگا
دل شاد رہیگا
فٹ بال جو کھیلوگے تو دل شاد رہیگا

اردو کی دُنیا کے "بچوں کی دُنیا"
سب سے بڑے ہفتہ وار اخبار
دہلی کی رائے
مضامین بہت دلچسپ، سبق آموز
اور بچوں کے عام مذاق اور اُن کی سمجھ کے مطابق
ہوتے ہیں۔ زبان بہت صاف اور سلیس اختیار
کی جاتی ہے۔ کاغذ۔ لکھائی۔ چھپائی۔
قابل تعریف ہے
نمونہ مفت
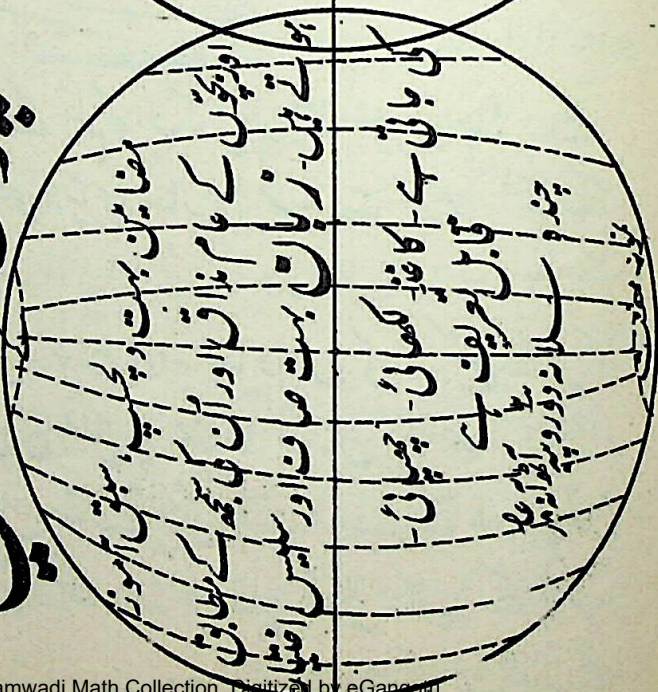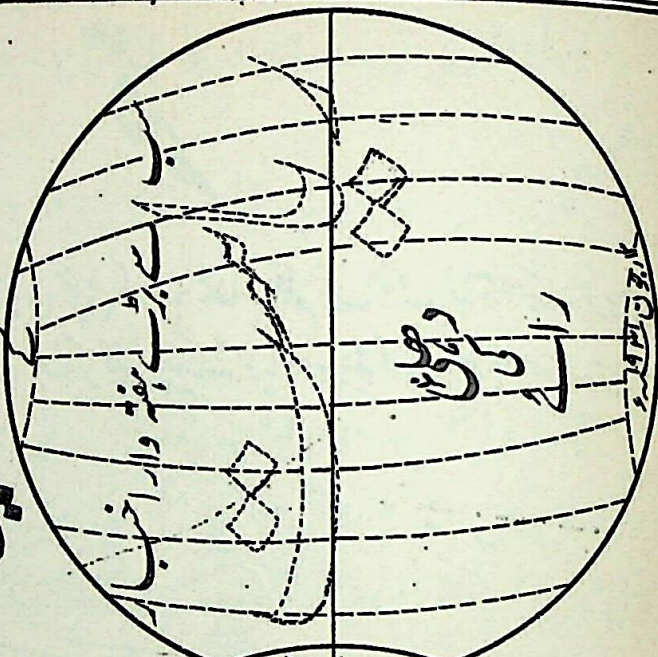
جمنا داس بیٹھا ہوا خوشخطی کی کاپی لکھ رہا تھا۔ قلم رُک رُک جاتا تھا۔ حرف اچھے نہ بنتے تھے۔ اُس نے جھلا کر قلم پھینک دیا، اور بولا۔ اسی وجہ سے

تو ایسے بیہودہ، نالایق کلک کے قلم کو اب کوئی پوچھتا نہیں۔ چلتا ہے۔ چلتا ہے۔ رُک۔ ٹھہر تو سہی۔ تیری ساری شرارت ابھی ختم کئے دیتا ہوں۔

قلم نے جو یہ بات سُنی۔ بہت ڈرا۔ جمنا داس کی حرکتیں اُس کو معلوم تھیں۔ کئی بار اُس کی حلق پر جمنا کا خنجر چل چُکا تھا۔ گڑ گڑا کر بولا۔ "حضور بوڑھوں کو کیوں ستاتے ہیں۔ آپ میرے بیٹے اور پوتوں سے اپنی خدمت لیجئے۔ میں تو چند روز کا مہمان ہوں۔ آپ کے باپ دادا کی میں نے بہت خدمت کی ہے۔ وہ میری بدولت کماتے کھاتے تھے۔

جمنا داس۔ تیرے بیٹے اور پوتے کون؟ جلد بتا۔ نہیں تو دیکھ یہ چاقو۔

قلم۔ حضور ہولڈر میرا بیٹا اور فاؤنٹین میرا پوتا ہے۔ میں بھی کچھ ایسا ویسا نہیں خاندانی ہوں۔ بڑے بڑے بادشاہ مجھ سے اور میرے خاندان والوں سے تھراتے تھے۔

جمنا داس۔ او ہو بڑے خاندانی۔ تیرا بیٹا بھی میرے پاس ہے وہ نالائق بھی منہ پھٹ ہے۔ آڑا ترچھا چلتا ہے اور تیرا پوتا۔ خدا کی پناہ جتنی میری عمر اُتنا روپیہ ہو تو ملے۔ بھلا بتا تو اپنا خاندان۔ کون تھے تیرے باپ اور دادا۔ اور پردادا۔ لا دیکھوں تیرا شجرہ۔

قلم۔ غریب پرور۔ ابھی حاضر کرتا ہوں۔

جمنا داس۔ بس بس معلوم ہو گیا۔ ابھی حاضر کرتا ہوں۔ بڑا خاندانی بنا ہے۔ مَیں تو اس کی بوٹی بوٹی کر ڈالوں اور بادشاہ اِن سے تھرّاتے ہیں۔

قلم۔ میرے ننھے آقا۔ اگر ذرا آپ ٹھنڈے دل سے سُنیں تو مَیں اپنا حسب نسب ابھی آپ کو بتا دوں۔

جمنا داس۔ اچھا تو جلدی بتا۔ ورنہ ابھی تیرا قیمہ کئے دیتا ہوں دیکھ یہ میرا تیز چاقو کھلا ہوا ہے۔

قلم۔ میرے مالک اور میرے مالک کے بیٹے۔ لو سن لو! جب تم ننھے سے چار سال کے تھے، لکڑیوں اور کیلوں سے مٹی۔ پتھر اور دیوار وغیرہ پر آئیں بائیں شائیں کھچایا کرتے تھے، اسی طرح میرا پردادا بھی لوہے کا تھا، یعنی بالکل لوہا۔

پرانے زمانے کا لوہے کا قلم

جمنا داس۔ تو اس سے لوگ لکھتے کیسے تھے؟ وہ اور بھی سخت اور نڈر رہا ہوگا۔

قلم۔ اسی طرح جیسے آپ کیلوں سے پیتل تانبے اور ٹین وغیرہ پر کھچاتے ہیں۔ لوگ اُس سے کھجور کے پتوں، دھات کی چدّروں اور ٹکڑوں یا پتھروں پر بغیر سیاہی کے لکھتے تھے جب اُس کے بیٹے نے جنم لیا اور سیاہی پیدا ہو گئی تو درختوں کے پتے۔ چھال اور جانوروں

کلک کا قلم
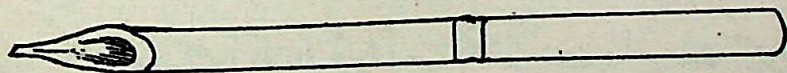
کی کھالوں پر لکھنے لگے۔ پھر جب میں پیدا ہوا تو کاغذ میاں پھٹے پرانے چیتھڑوں میں سے نکلے۔ یہ بہت دور تک پھیلے مگر میری اولاد بھی ان کے

سینے پر اپنے گھوڑے دوڑاتی رہی۔

جمنا داس۔ کیوں قلم تیرا کوئی بھائی بھی ہے؟

قلم۔ ہے کیوں نہیں۔ میرا چھوٹا بھائی۔ جان سے پیارا۔ راج دلارا۔ سرخاب اور ہنس راج کے پروں کی پوشاک پہنتا ہے

جمنا داس۔ اچھا اب یہ بتاؤ کہ تو نے (پر کا قلم) اس قدر رنگ کیوں بدلے؟

قلم۔ پیارے صاحبزادے۔ تم تو بڑے ذہین ہو۔ اچھا یہ بھی سن لو جس طرح تمہارے پردادا اور نگڑ دادا پہلے ننگے رہتے تھے۔ پھر اُن کے بیٹے چھال اور کھال سے اپنا تن ڈھکنے لگے۔ اُس کے بعد اُن کے پوتے اور پروتے چادر لپیٹے اور کفنی پہنے پھرا کرتے تھے۔ اُن کے بعد اُن کی اولاد کپڑوں کو سی سی کر پوشاک بدلنے لگی اور اب اُن کے بیٹے پوتے سرتاپا جنٹل مین بن گئے، اسی طرح میرے خاندان نے بھی ترقی کی۔

جمنا داس۔ ان کے خاندان نے ترقی کی۔ صاف طور پر یہ کیوں نہیں کہہ دیتا کہ میں پہلے لوہے کا تھا پھر بانس کا۔ پھر نرکل یا کلک کا۔ پھر پروں کا اور پھر ہولڈر بنا اور اب فاؤنٹین پن بن گیا۔
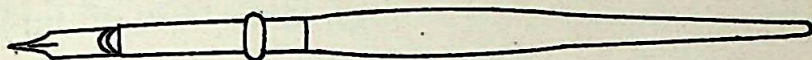
ہولڈر اور فونٹین پن

قلم - جیسی حضور کی مرضی - آپ یوں ہی سمجھ لیجئے۔

(یوسف بن باقر - الہ آباد)
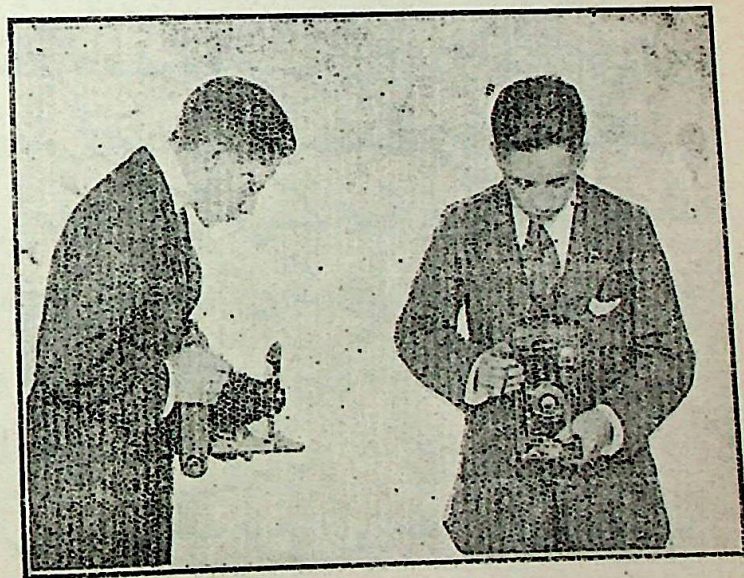
کیمرہ سے فوٹو کھینچ رہے ہیں

(دیکھو صفحہ ۳۰۳)
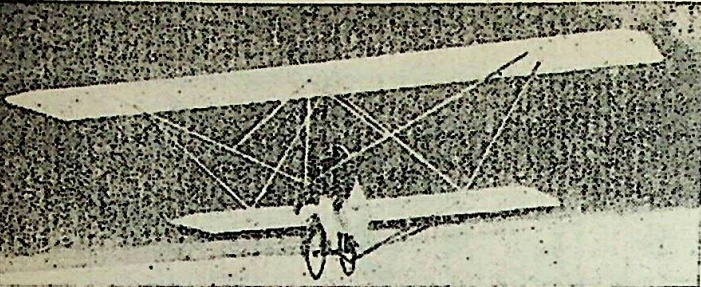
ہوائی جہاز

سنسناتا کون ہے سر پر مرے — اُڑ رہا ہے زور سے گھر پر مرے

شور کرتا جا رہا ہے اس طرح — چل رہا ہو کوئی موٹر جسطرح

آسماں پر کسطرح یہ آگیا — ہے تعجب پر کہاں سے پا گیا

چیل سے کوّوں سے بازی لے گیا — دیکھئے ہر ایک کو جُل دے گیا

کوئی اُڑنے میں اُسے پاتا نہیں — سامنے اِسکے کوئی آتا نہیں

یہ ہوا کے ساتھ ہوتا ہے ہوا — یہ اُڑا پھر وہ اُڑا پھر وہ اُڑا

لیجئے نظروں سے غایب ہو گیا — دیکھنے کے واسطے میں جو گیا

دیکھنے والا اِسے حیران ہے — کیسی اچھی صنعتِ انسان ہے

اِس کے باعث سے ہوا کو بھی ہے ناز — کیوں نہ ہو بیشک ہوائی ہے جہاز

(گنگا پرشاد سکسینہ طالب علم)
(عمر ۱۳ سال کایستھ پاٹھ شالہ الہ آباد)

کسی محلہ میں ایک قاضی اور ایک مُلّا رہتے تھے۔ اُن کے پڑوس میں دُو ماں بیٹیاں تھیں۔ بیٹی کی شادی کی تاریخ مقرّر ہو چکی تھی۔ سارا جہیز تیّار رکھّا تھا۔ ایک دن ماں کسی ضرورت سے اپنے کسی عزیز کے یہاں چلی گئی تھی، اور لڑکی اور ماما (نوکرانی) گھر پر رہ گئیں۔

بیاہ کی تیّاریوں کا حال لوگوں کو معلوم ہی تھا۔ چراغ جلتے ہی ایک چور صاحب تشریف لائے۔ کسی مرد کا تو کھٹکا تھا نہیں، اس لئے بے دھڑک گھر میں آپہنچے اور چاہتے تھے کہ کہیں دبک رہیں۔

لڑکی کی نظر اُن پر پڑی، وہ تھی بھی بڑے غضب کی۔ ذرا نہ ہچکی۔ نہ گھبرائی۔ نہ چلائی بلکہ فوراً بولی۔

لڑکی۔ ماموں جان! اچھا ہوا، آپ آگئے۔ میں نگوڑی ڈر رہی تھی کہ اُمّی جان گھر میں ہیں نہیں، کوئی چور اُچکّا آگیا تو کیا ہو گا۔ اور یہ رجّو (ماما) تو مجھ سے بھی زیادہ ڈرتی ہے اور مجھے بھی ڈراتی ہے۔ بھلا اتنا بڑا گنگا ساگر گھر۔ اس میں ٹڑّوں لُوٹں دو آدمی ہوں گے تو آپ سے آپ ڈر نہ لگے گا۔

ماما۔ (جس نے چور کو سچ مچ لڑکی کا ماموں سمجھا تھا) اے۔ ہے۔ نوج ماموں جان کی خیر پوچھی نہ خیر عافیت۔ پان نہ حقہ۔ لگیں دکھڑا رونے۔ بی بی لو پاندان۔ گلوریاں تو بنا ڈالو۔ میں حقّہ لاتی ہوں۔

لڑکی نے گلوریاں بنا کر ماموں جان کی خاطر تواضع کی۔ پھر بولی۔ "خیر۔ آج رات تو باتوں باتوں میں اچھی گزر جائے گی۔ ماموں جان! کوئی قصہ کہیئے۔ دیکھئے مجھے نیند نہیں آتی۔ مجھے قصّہ سُننے کا بہت شوق ہے۔

ماموں کی جان آفت میں تھی۔ باتونی بھانجی خود تو بولے ہی جاتی تھی مگر اُن سے بھی اصرار تھا کہ وہ بھی باتیں کریں۔ ان بیچاروں (ماموں جان) کو یہ مشکل آن پڑی تھی کہ کہیں میری آواز نہ پہچان لی جائے، اور سارا بنا بنایا کھیل بگڑ جائے۔ بیچارے کسی کسی بات پر ہاں، ہوں، کر دیتے تھے۔ باقی چپ منہ میں گھنگھنیاں بھرے بیٹھے تھے۔ آخر کار بھانجی سے نہ رہا گیا۔ خود ہی کہنے لگی۔

بھانجی۔ (لڑکی) ماموں جان! اب تھوڑے دنوں میں میری شادی ہو جائے گی تو پھر اُمّی جان اکیلی رہ جائیں گی، پھر وہ بھی یوں ہی ڈرا کریں گی۔ یہ (ماما) بھی تو

میرے ہی ساتھ چلی جائیں گی۔ کیوں رجّو؟

رجّو (ماما)۔ ہاں ہاں! میں تو ضرور چلوں گی اور وہاں بھی تمہیں خوب مار کھلاؤں گی؟

بھانجی (پھر بولی) ماموں جان! سنتے ہیں؟ مجھے دو نام بہت پسند ہیں۔ ایک تو قاضی اور ایک مُلّا۔ میرے جو بچّے ہوں گے، اُن کے یہی نام رکھوں گی۔ اور اِس موئی (ماما رجّو) کے ہاں جو بچّہ ہوگا، اس کا نام رکھوں گی۔ چور۔ بس جب سب کھیلتے ہوں گے تو اُن کو پکارا کروں گی "قاضی مُلّا چور۔ قاضی مُلّا چور" آؤ۔

لڑکی نے تینوں بچّوں کے نام اتنے زور زور سے پکارے کہ محلّہ والے چونک پڑے۔ قاضی، مُلّا بھی اپنے گھروں سے دوڑ آئے۔ ماموں جان (چور) بے فکر ہو، مزے میں حقّہ نوش فرما رہے تھے اور بھانجی کی باتیں سُن رہے تھے، کہ اِکدم دروازہ پر لوگ جمع ہو گئے اور آوازیں آنے لگیں "آجائیں ہم۔ آجائیں"

"آجاؤ" کہہ کر بھانجی صاحبہ فوراً آڑ میں ہو گئیں۔

بس پھر کیا تھا، ماموں جان باندھ لئے گئے۔ اہل محلہ نے جوتے لات سے اُن کی خوب خاطر کی اور صبح کو وہ ہاتھوں ہاتھ اپنے بچا(داروغہ)

کے ہمراہ بڑے گھر (جیل) تشریف لے گئے۔

پھول، سے
فرحت بیگم۔ علیگڈھ

کھیل۔ کُشتی۔ امتحان میں اور بڑے افسروں کے سامنے نیز خطرہ کے وقت لڑکیاں اور لڑکے گھبرا جاتے ہیں اور کچھ کا کچھ کر بیٹھتے ہیں۔ اگر وہ اپنے دل ودماغ کو صحیح رکھیں اور گھبرائیں نہیں تو ہر موقع پر اُنھیں کامیابی ہو۔

گتکا پھری۔ ہاکی۔ فٹ بال۔ کرکیٹ وغیرہ کھیلنے اور سائیکل وغیرہ چلانا سیکھنے سے حاضر دماغی کی قوّت بڑھتی ہے۔ اس سے ایک فائدہ اور ہوتا ہے کہ جسم اور اعضا مضبوط اور قوی ہو جاتے ہیں، ساتھ ہی ساتھ دماغ بھی تیز ہو جاتا ہے۔ گھوڑے کی سواری دماغ کی بیماریوں کے لئے سب سے زیادہ مفید ہے۔

اڈیٹر

۱۔ خط لکھتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور لکھو۔ نام و پتہ صاف ہو۔
۲۔ چندہ وصول ہونے پر انعامی کتابیں اور فونٹین پن روانہ ہوں گی۔

شکاری لڑکا

ایک لڑکا بڑا شکاری تھا۔ اُس کے گاؤں میں بہت سے کتّے تھے۔
ایک دن دو تین کتّوں کو لیکر وہ ایک جزیرہ میں گیا۔ وہ کتّے اِدھر اُدھر گھومنے لگے ایک نے ایک خرگوش کا پیچھا کیا۔

لڑکا برابر "لوہا لوہا" کرتا رہا۔ لیکن لدّھڑ اور پیٹو کتّا جو کھا کھا کر بہت موٹا

ہو گیا تھا، تیز نہ دوڑ سکا۔ خرگوش بہت چوکنّا اور تیز تھا۔ ایسا چکّر دے کر نکل گیا

کہ بیچارا شنکاری لڑکا ہاتھ مل کر رہ گیا اور منہ لٹکائے اپنے گھر چلا آیا۔

(سندر سنگھ طالب علم۔ ملتان)

اپنی بہن اور کتے کے س

(۵)

چوتھی تصویر میں وہ اُس ہوائی
جہاز کے پاس کھڑی ہے جس میں
وہ ابھی اپنے باپ کے ساتھ اُڑی
تھی پانچویں تصویر اُس کی چھوٹی
بہن نیس تارا کی ہے۔

(۴)

چندر لیکھا کرشن جی بنی ہے۔

ر کتے کے ساتھ)

چندر لیکھا، مسٹر آر۔ ایس پنڈت کی
بڑی صاحبزادی ہے اسکی عمر قریب آٹھ سال
ہوگی۔ یہ بہت ہوشیار اور تیز طبع ہے۔
پہلی تصویر میں یہ اپنی بہن اور کتے کے ساتھ
بیٹھی ہے۔ دوسری تصویر میں وہ کرشن
بنی ہے۔ تیسری تصویر اُس کی
مسوری کے فینسی ڈریس کے موقع
کی ہے
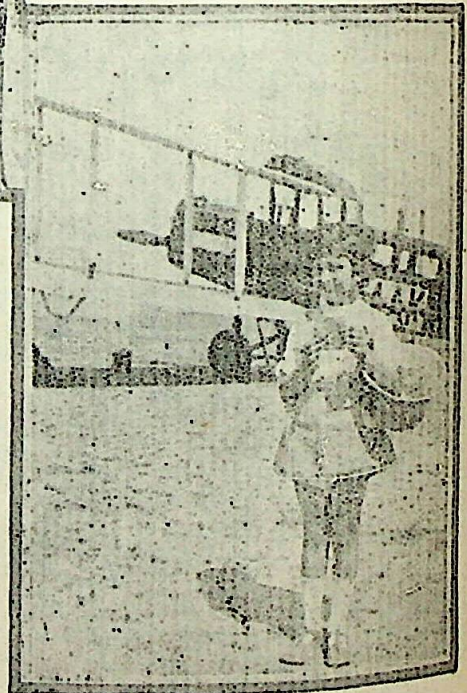
(۳)

بچّوں کی دُنیا

ہے پرچا بچّوں کی دُنیا خُوب اچھّا بچّوں کی دُنیا

مُجھ سے کیا تعریف تری ہو کیا کہنا بچّوں کی دُنیا

آنکھوں کے سامنے آتے ہی چھینا دل میرا بچّوں کی دُنیا

دُنیا بھر کا حال ہے اس میں ہاں دیکھا بچّوں کی دُنیا

دُنیا بھر سے میں کہتا ہوں ہے دُنیا بچّوں کی دُنیا

کوئی نہیں بچّوں کا رسالہ تیرا سا بچّوں کی دُنیا

میرے پاس رسا آتا ہے
آہا ہا! بچّوں کی دُنیا

یہ نظم مسٹر عبدالاحد رسا گورکھپوری شاگرد حکیم سخن جناب اشیم خیرآبادی نے لکھی ہے۔

نو ایجاد کیمرہ

تصویروں کا شوق تو سب بچوں کو ہوتا ہے۔ اپنی تصویر کھنچانے کا اگر تم نام سُن پاؤ تو جان کھا جاؤ۔ جب کبھی تم کو معلوم ہو جاتا ہے کہ آج اسکول میں یا جلسہ میں یا اور کسی کے ساتھ تمہاری بھی تصویر کھینچی جائے گی تو پھولے نہیں سماتے۔ عمدہ سے عمدہ کپڑے پہن کر خوب بن سنور کر جاتے ہو۔

تصویر کیسے کھینچی جاتی ہے؟ آؤ یہ ہم بتائیں۔ تم اپنے سامنے کسی بچے کو کھڑا کرو۔ اُس کی ایک آنکھ کی پتلی کو غور سے دیکھو۔ تم نے کیا دیکھا؟ . . . تم دیکھو گے کہ تمہاری صورت اُس میں نظر آرہی ہے۔ گویا اُس کی پتلی میں تمہارا فوٹو (تصویر) رکھا ہے یا یہ کہ تم کسی بہت چھوٹے آئینہ کے سامنے کھڑے ہو۔ جس میں تمہارا عکس دکھائی دے رہا ہے۔

بالکل یہی حال فوٹو کے کیمرہ (بکس) کے شیشے (لینس) کی ہے جو کچھ لینس کے سامنے آتا ہے، اُس کا عکس اُس کے پیچھے رکھے ہوئے سیسہ کے پلیٹ (رنگے ٹھپے) پر ہلکا سا بن جاتا ہے۔ فوٹوگرافر

اُس کو ایک اندھیرے کیمرہ (ڈارک روم) میں لیجا کر مصالحہ سے مضبوط کرتا ہے اور پھر روشنی میں اُس کو واضح اور صاف بناتا ہے۔ اس کے بعد ایک خاص قسم کے کاغذ پر جس کو برومائڈ یا پی۔ او پی کاغذ کہتے ہیں، چھاپ لیتا ہے۔ بس فوٹو تیار ہو جاتا ہے۔

فوٹو لینے کے لئے ایک فوٹوگرافر کی ضرورت ہوتی ہے۔ کوئی شخص اگر اپنا فوٹو آپ لینا چاہے تو اُس کو بہت دقت ہوگی اور پوری تصویر نہ آئیگی اس لئے کہ جب وہ کیمرہ کے پیچھے فوٹو لینے کے لئے جائیگا تو اُس کا عکس کیمرہ کے لینس پر نہ پڑے گا۔ اس کو اس طرح سمجھو کہ تم اپنے پیچھے کی چیزیں نہیں دیکھ سکتے، کیونکہ اُن کا عکس تمہاری پُتلیوں پر نہیں پڑتا۔

تم نے اگر کبھی فوٹو کھنچائی ہے تو تمھیں معلوم ہوگا کہ فوٹوگرافر لوگوں کو بہت دق کرتے ہیں۔ ایسے بیٹھو۔ پاؤں یوں رکھو، تم یہاں۔ وہ وہاں، یہ آگے وہ پیچھے، غرضیکہ دُنیا بھر کا تکلّف کرتے ہیں۔ اُن کی ان باتوں کو بعض لوگ پسند بھی نہیں کرتے۔ اور اس طرح قدرتی اور سادگی کی نظر فریب تصویر نہیں بنتی۔ خاص کر عورتوں کو اپنی من مانی تصویر کھچانے میں بہت دقّت ہوتی ہے۔

حال میں شہر نیویارک (امریکہ) کے ایک فوٹوگرافر نے ایک نیا کیمرہ ایجاد کیا ہے۔ اُس کے ذریعہ سے ہر شخص خود اپنا فوٹو کھینچ سکتا ہے۔ کیمرہ کو
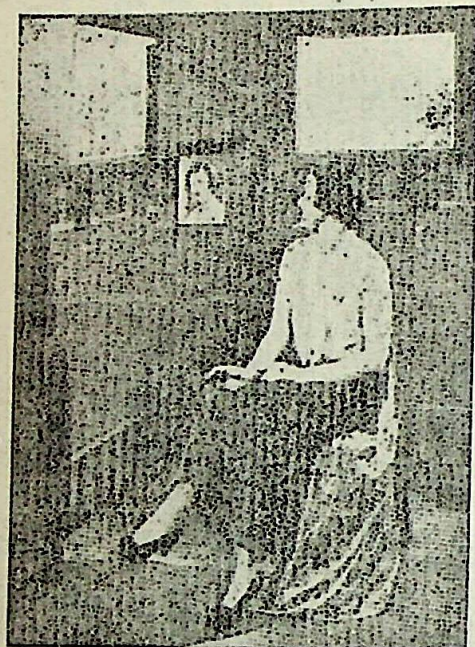
سامنے رکھ کر دیوار میں لگے ہوئے آئینہ
میں اپنی صورت شکل۔ آنکھ۔ دانت۔
مُنہ۔ مونچھ، اپنے کپڑوں کی شکن۔
اپنے بیٹھنے کا ڈھنگ۔ قدرتی سادگی
اور انوکھا پن، سب کچھ دیکھتا جاتا
ہے۔ جو ادا اُس کو بھاتی ہے، جس
ڈھنگ پر وہ چاہتا ہے، کیمرہ کے تار
کا بٹن دبا دیتا ہے۔ (جو اُس کے ہاتھ
میں ہوتا ہے یا پاؤں کے نیچے) کیمرہ کا
لینس کھل کر اُس کے سامنے آجاتا ہے
اور بالکل ویسے ہی فوٹو کھنچ جاتا ہے
جیسا وہ چاہتا ہے۔

نو ایجاد کیمرہ

اب تم سمجھ سکتے ہو کہ اس نئے قسم کے کیمرہ کا موجد (بنانے والا) کیسا خوش ہوگا۔ تمام دُنیا میں اُس کی شہرت ہوگئی۔ ہر جگہ اُس کی عزّت ہوگی۔ جہاں جائے گا لوگ اُس کو محض دیکھ لینا یا اُس کا محض فوٹو دیکھ لینا اپنی خوش قسمتی سمجھیں گے۔ اپنی اِس ایجاد سے وہ لاکھوں روپیہ گھر بیٹھے کما بھی لے گا۔

تم میں سے ہر بچہ یا حوصلہ مند بچے۔ ضرور پوچھیں گے کہ امریکہ۔ جرمنی اور ولایت کے لوگ نئی نئی چیزیں کیسے بنا لیتے ہیں۔ اور کن چیزوں سے اُن کو مدد ملتی ہے۔ یہ سوال تو بہت اچھا ہے۔ لیکن ہم اس کا جواب بھی تم ہی سے چاہتے ہیں۔ سوچو اور ہم کو لکھو۔ صحیح جواب آنے پر ماہ اکتوبر کے رسالہ 'بچوں کی دُنیا' کے تین پرچے انعام میں ملیں گے۔

(ایڈیٹر)

لطیفے

ماسٹر۔ موہن اگر تمہارے پاس آٹھ پیسے ہوں اور تم سوہن سے چار پیسے لے کر اپنے پیسوں میں ملا لو تو کیا نتیجہ ہوگا؟

موہن۔ سوہن سے لڑائی ہو گی۔

اُستاد۔ بچو کیا تم ایسے جانور کا نام بتا سکتے ہو جس کے منہ میں ایک دانت نہ ہو؟

شاگرد۔ جی ہاں!

اُستاد۔ اچھا اس کا نام بتاؤ۔

شاگرد۔ "نانا جان"

تین خود غرض

ایک شہر پر غنیم نے چڑھائی کی۔ شہر کو بچانے کے لئے وہاں کے باشندوں نے ایک پنچایت کی۔ پنچایت میں ایک اینٹ بنانے والا بولا۔ میری رائے میں شہر کے چاروں طرف اینٹوں کی دیوار بنا دینے سے دشمن شہر میں نہیں آسکتا۔

اس پر لکڑی بیچنے والے نے کہا۔ نہیں نہیں تمہاری اینٹ پھینٹ کا کچھ کام نہیں لمبی لمبی شہتیروں کا چاروں طرف باڑا بنا دینے سے حملہ کرنے والے کسی طرح شہر میں نہ گھس سکیں گے اور شہر پر قبضہ نہ کر سکیں گے۔

اس کے بعد ایک مزدور نے جوش میں آکر کہا حضرات۔ آپ لوگوں میں سے کسی کی صلاح

مجھے پسند نہیں۔ اب آپ لوگ صرف اس بات پر غور کیجئے کہ روئی کی گانٹھوں سے مورچہ بندی کر کے غنیم کو کچھ نقصان پہونچایا جا سکتا ہے یا نہیں۔ ہر شخص اپنا نفع پہلے دیکھتا ہے۔

عبدالغفّار خاں طالب علم

کون سچّا ہے؟

بچّہ۔ امّاں تم نے مجھے کہاں پایا؟
ماں۔ مَیں مسجد میں جھاڑو دے رہی تھی۔ اللہ میاں نے دے دیا۔
بچہ۔ اور ہماری بلّو کو کہاں پایا؟
ماں۔ اُس کو تمہارے ابا دو پیسے کو مول لائے ہیں۔
بچہ۔ نہیں نہیں۔ اُس کو تم اسپتال سے لائی ہو۔

ماسٹر۔ بتاؤ رات سے انسان کو کیا فائدہ ہوتا ہے؟
شاگرد۔ چھوٹے بچّے پڑھنے سے بچ جاتے ہیں۔

صحت کے چند اُصول

تھوکنا

احمد اپنی بہن کے ساتھ پہلے پہل ریل پر سوار ہوا تھا۔ وہ دہلی جا رہی تھیں۔ جب گاڑی چلی تو وہ ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ ایک جگہ لکھا ہوا تھا "تھوکو مت" اس نے پڑھ کر اپنی بہن سے پوچھا اس کا کیا مطلب ہے؟

بہن نے کہا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ریل کے ڈبے میں نہ تھوکو۔ یہ عبارت "تھوکو مت" کسی اَن پڑھ کی لکھی ہوئی ہے۔ اب اس طرح بولتے ہیں "یہاں نہ تھوکئے" مت کے بجائے نہ زیادہ اچھا ہے۔ اب اس کو یاد رکھو۔

احمد۔ آخر اس سے فائدہ؟ کیا کوئی زبردستی تھوکتا ہے؟

بہن۔ فائدے بہت سے ہیں۔ جن لوگوں کو کھانسی۔ دمہ اور تپ دق وغیرہ کی بیماریاں ہوتی ہیں اُن کے تھوک میں اُس بیماری کے کیڑے ہوتے ہیں جو آنکھ سے نہیں دکھائی دیتے؟

احمد۔ تھوک میں کیڑے ہیں اور آنکھ سے نہیں دکھائی دیتے۔ پھر

کیا کان سے دکھائی دیتے ہیں؟

بہن۔ نہیں نہیں۔ مطلب یہ ہیں کہ وہ بہت ننّھے ننّھے ہوتے ہیں۔ اُس کو ڈاکٹر لوگ خوردبین سے دیکھتے ہیں؟

احمد۔ دوربین تو مَیں جانتا ہوں۔ اُس سے دور دور کی چیزیں بالکل نزدیک دکھائی دیتی ہیں، خوردبین کیا بلا ہے؟

بہن۔ خوردبین سے چھوٹی چھوٹی ننھی ننھی چیزیں بڑی بڑی نظر آتی ہیں؟

احمد۔ اچھا تھوک میں کیڑے ہوتے ہیں۔ ہُوا کریں۔ کسی کو کیا؟

بہن۔ وہی کیڑے جب دوسرے لوگوں کے جسم میں پہنچ جاتے ہیں تو وہ مرض اُن کو بھی ہو جاتا ہے۔

احمد۔ زمین سے دوسرے کے بدن میں کیسے پہنچ جاتے ہیں؟

بہن۔ پاؤں میں لگ کر۔ پانی کے ذریعہ سے، کچھ مکھیوں کے ذریعہ سے۔ اور زیادہ تر ہَوا میں سانس کے ذریعہ سے گھس جاتے ہیں۔

احمد۔ تو پھر بیچارہ بیمار آدمی کیا کرے۔ ریل ہی میں نہ چڑھے تو اپنے گھر کیسے جائے؟

بہن۔ اُس کو چاہیئے کہ باہر تھوکے یا کسی کپڑے میں تھوک کر اُسے باہر پھینک دے۔ تاکہ دوسروں کو وہ بیماری نہ ہو۔

احمد۔ اور اپنے گھر پر کیا کرے؟ وہاں تو وہ ضرور تھوکے گا۔ وہاں ریل کے باوا کا کیا اجارہ؟

بہن۔ گھر پر بھی اُس کو احتیاط کرنا چاہیئے۔ اور اپنے تھوک کو جلا دینا چاہیئے۔

احمد۔ تو کیوں بہن۔ یہ تو بڑی خراب بات ہے؟ تھوک سے بیماری پھیلتی ہے۔ تو پھر سب لوگ بیمار کیوں نہیں ہو جاتے؟ سب کے منہ میں تو تھوک بھرا رہتا ہے۔

بہن۔ تمہاری عمر دراز ہو۔ شاباش۔ بہت اچھا سوال ہے۔ جو تھوک (رال) منہ میں ہوتا ہے وہ کھانے کے ساتھ پیٹ میں جاتا ہے اور کھانے کے ہضم کرنے میں مدد دیتا ہے۔ اور جو لوگ بار بار تھوکتے ہیں اُن کے منہ میں تھوک کم رہ جاتا ہے۔ تو وہ بیمار پڑنے لگتے ہیں اُن کا کھانا اچھی طرح ہضم نہیں ہوتا۔

(باقی)

(محمد ابراہیم شادی آباد۔ الہ آباد)

رسالہ وی۔ پی منگانے سے ۴ ر زیادہ خرچ ہوتا ہے۔ اس لئے ۱۲ ؎ بذریعہ منی آرڈر بھیجیے۔

کھٹّے انگور

کتابوں میں لکھّا ہے یہ جابجا   کہ اک باغ میں ایک گیدڑ گیا
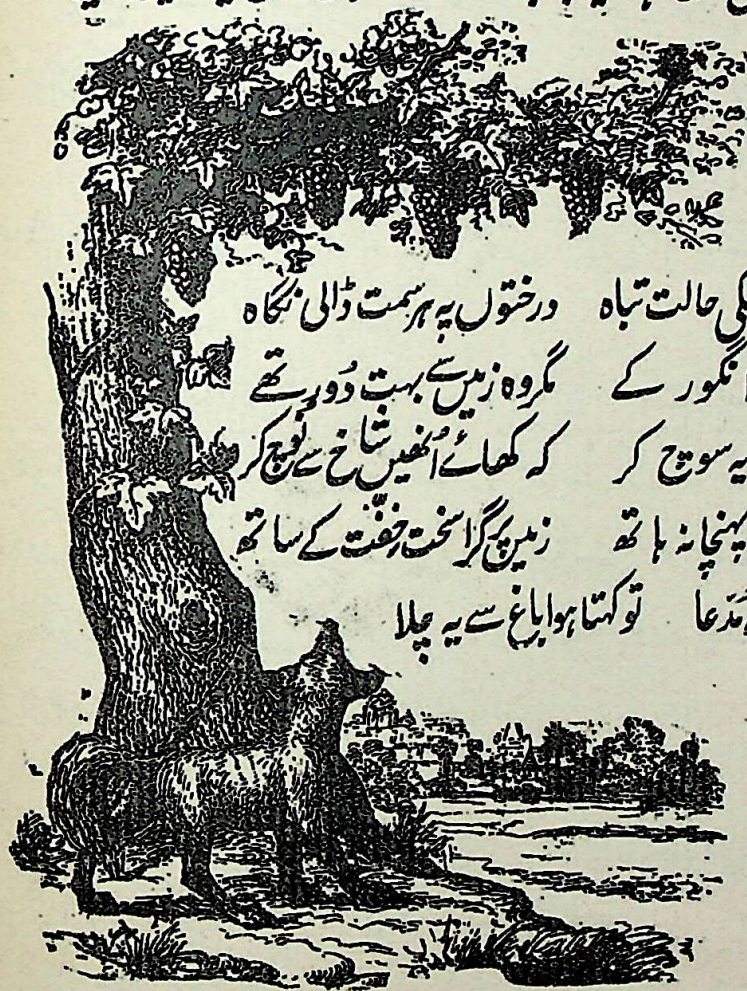
جو تھی بھوک سے اسکی حالت تباہ   درختوں پہ ہر سمت ڈالی نگاہ
نظر آئے خوشے کچھ انگور کے   مگر وہ زمیں سے بہت دور تھے
کئی بار اُچکا وہ یہ سوچ کر   کہ کھائے اُنھیں شاخ سے نوچ کر
مگر شاخ تک اُس کا پہنچا نہ ہاتھ   زمیں پر گرا سخت خفّت کے ساتھ
برآیا نہ جب دل کا کچھ مدّعا   تو کہتا ہوا باغ سے یہ چلا

مجھے بھوک کے رنج منظور ہیں   نہ کھاؤنگا کھٹّے یہ انگور ہیں

جو بنتے ہیں اہلِ قناعت یہاں یہی حال اُن کا بھی ہے بیگماں
وہ کرتے ہیں کوشش اُسی کام میں نہ حاصل ہو کچھ جس کے انجام میں
یہ بولے جو پیسہ نہ پایا کہیں ہمیں کچھ بھی پرواے دولت نہیں

تیروں میں ہے اُن کے یہ سودائے خام
قناعت ہے ناکامیابی کا نام

(ایڈیٹر)

ماسٹر۔ بھلّو بتاؤ سورج کیوں روز پورب سے نکلتا اور پچھم میں ڈوبتا ہے؟

بھلّو۔ ماسٹر صاحب یہ کون سا مشکل سوال ہے۔ یہ تو بڑا بیوقوف بھی جانتا ہے۔

ماسٹر۔ اسی وجہ سے تو تم سے پوچھتا ہوں۔

۳۔ عمدہ عمدہ مضمون بھیجنے والوں میں سے تین بچوں کو سال کے آخر میں انعامات دیئے جائیں گے۔

۴۔ جو مضمون یا خط درست نہ ہوگا۔ نہ چھاپا جائے گا۔ البتہ اطلاع دی جائے گی۔

چند خطوط

بنّوں سے۔

جناب اڈیٹر صاحب۔ تسلیم۔

اس مرتبہ جون کا پرچہ دیر میں ملا۔ میں رات کو پڑھتے پڑھتے سو گیا۔ لالٹین اُلٹ گئی۔ مگر کچھ جلا نہیں۔ اب دیر نہ ہو۔ میرا مضمون اگر اوّل آئے تو انعام دے دیجئے گا۔

سکھرام کلاس ۷ نمبر ۵۱۷

کراچی سے۔ جناب مینیجر صاحب بچوں کی دُنیا۔ آداب۔ کل جون کا پرچہ ملا۔ کیا آفت ہے۔ ہمارا ڈاکیہ ہم لوگوں سے ڈر کر بھاگتا ہے۔ اب وہ چھپ چھپ کر آتا ہے۔ مہربانی کر کے جلد رسالہ بھیجئے۔ ہم کو بڑا انتظار کرنا پڑتا ہے۔

نسیمہ بیگم۔ نمبر ۳۱۲

کانپور سے۔ جناب عالی گذارش ہے کہ جون کا رسالہ میرا ننھا بھائی دیکھ رہا تھا۔ بکری نے دو ورق کھا لئے۔ میرا فائل خراب ہو گیا۔ بچہ بہت چھوٹا ہے۔ اور قصور بکری کا ہے۔ مہربانی کر کے ایک رسالہ جون کا میرے نام اور بھیج دیجئے۔

دھلی سے۔ جناب بچوں کی دنیا کے مالک صاحب۔ آداب عرض ہے۔ میں خیریت سے ہوں۔ آپ کی خیر و عافیت نیک چاہتا ہوں۔

میرے ابا چندہ کا روپیہ نہیں دیتے۔ آپ میرے نام رسالہ جاری کردیجئے میں اپنی خالہ جان کے یہاں جاکر چندہ مانگ لاؤں گا تو آپ کو بھیج دوں گا یا عید میں ضرور بھیجوں گا۔ میرا نام اُدھار میں لکھ لیجئے گا نہیں تو ایک رسالہ اور مفت بھیج دیجئے۔ (سب کو الگ الگ جواب دیا جاتا ہے)

اخباری دُنیا
کے
ایک ماہرِ فن کا تجربہ
{بچّوں کی دُنیا}

ہماری رائے میں یہ رسالہ اس قابل ہے کہ سب والدین اپنے بچّوں کیلئے خریدیں۔ ہمارا تجربہ ہے کہ کہ اس کی ظاہری شان اور دلکش صورت کو دیکھکر بچّے اسکو شوق سے پڑھتے ہیں۔ اور اسکے مطالعہ سے انکو تھوڑے وقت میں وہ معلومات حاصل ہوجاتی ہیں جو اسکول کی درسی کتابوں سے برسوں میں بھی حاصل نہیں ہوتیں۔

(ایڈیٹر۔ ذوالقرنین۔ بدایوں)
۲۱ مئی ۱۹۳۱ء

"جادُو کا سیب"

جادوگر اب بچوں کا دوست تو ہو ہی چکا تھا۔ بھائی بڑے عمدہ عمدہ کھیل سِکھاتا تھا۔ بچے سیکھ کر پھُولے نہ سماتے تھے۔

ایک دن اُس نے کہا "اچھا میں آج تم کو جادو کا سیب دکھاتا ہوں"۔ یہ کہکر وہ تو دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ بچے سوچنے لگے نامعلوم کیسا سیب ہوگا لگے سب کے خیالات اِدھر اُدھر بھٹکنے۔ رمیش نے کہا "اس میں اشرفیاں ہیں۔ میں نے ایسے سیب کا ایک کہانی میں حال پڑھا ہے"۔ رامو نے بھی اپنے خیالات کے گھوڑے دوڑائے۔ وہ بولا "بس رہنے بھی دو جی ایسے ڈھونگ۔ وہ تو ایسا سیب ہوگا کہ جو کوئی کھائے اس پر مولوی صاحب کے مولا بخش کا اثر ہی نہ ہو"۔

اتنے میں جادوگر واپس آیا۔ ہاتھ میں ایک طشتری تھی۔ اس میں ایک معمولی سا سیب رکھا تھا۔ پاس ہی ایک چھُری پڑی تھی۔ اس نے طشتری رمیش کو دیکر کہا "لو اس کو اچھی طرح دیکھ بھال کر چھیلو تو سہی"۔ رمیش نے چھیلا ہی تھا کہ سیب بھد سے کئی ٹکڑے ہو کر طشتری میں آرہا سب بچوں کے مُنہ کھُلے کے کھُلے رہ گئے۔ جادوگر مسکرایا۔

جادوگر نے کہا۔ ایسا سیب تیار کرنا بڑا آسان ہے بات کی بات میں تیار ہوجاتا ہے۔ ایک لو سوئی اور ایک کافی لمبا اور مضبوط دھاگا تب اس کو (دیکھو خاکہ) ا میں ڈالکر ب پر اسطرح نکالو کہ وہ چھلکے کے نیچے سے ہوتا ہوا آئے۔ لیکن اوپر بہت سا دھاگا چھوڑدو۔ پھر ب میں دوبارہ سوئی ڈالکر پہلے کی طرح
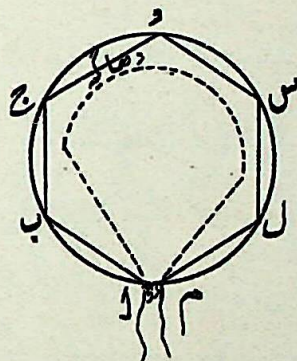
ج میں سے نکال دو۔ پس اسی طرح د۔ س۔ ل میں سے نکالتے چلے جاؤ اور جب م پر پہنچ جائے تو تاگہ کے دونوں سروں کو پکڑ کر اس طرح کھینچو کہ سیب اندر ہی اندر دو حصوں میں تقسیم ہوجائے۔ اسی طرح سیب کئی حصوں میں کاٹا جا سکتا ہے۔

لیکن پہلے پھل کیلے کو کاٹنے کی مشق کرنی چاہئے کیونکہ وہ بہت نرم ہوتا ہے۔

جیرتن متعلم۔ لاھور
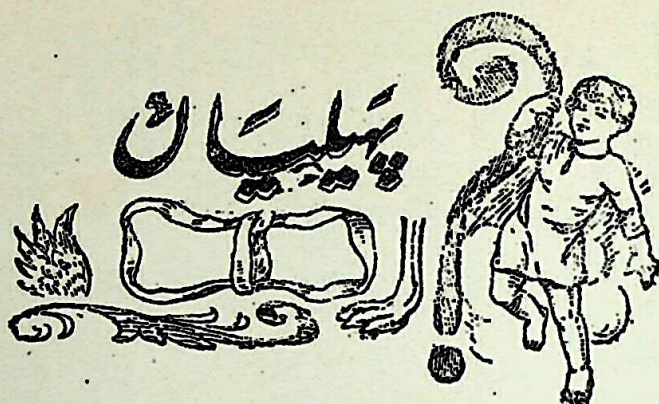
جوڑے دونوں پاؤں کھڑا ہے — ایک ہے چھوٹا، ایک بڑا ہے

پیر ہے اِک پانی کے اندر — ایک ذرا سا اُس کے اوپر

آگ لئے ہے اپنے سر پر — دیکھیں یہ جیتا ہے کیوں کر

بیٹھے ہیں کرسی پر دادا — ہاتھ میں اُن کے ہاتھ ہے اُسکا

ہاتھ جو اُس کا منہ تک پہنچا — فوراً ایک دھواں سا نکلا

اب یہ پہیلی بوجھو بچّو

احمد بولا . . . .

ناظم انصاری تاردیو۔ بمبئی نمبر ۷
مصنف دلچسپ نظمیں وغیرہ
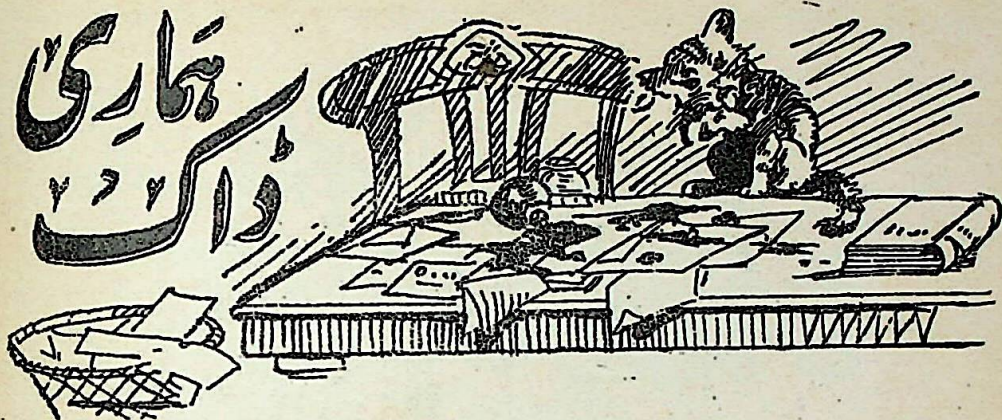
۱۔ خدا کا شکر ہے "بچوں کی دنیا" کا پرچہ ہندوستان کے ہر حصّے کے بچّے پسند کر کے منگا رہے ہیں۔

۲۔ بچّوں کے سرپرست اور ہماری مدد کرنیوالوں سے عرض ہے کہ ہر پرچہ کے متعلق اپنی رائے لکھیں تاکہ پرچہ اور اچھا ہوتا جائے۔

۳۔ بہت سے بچّوں کے مضمون۔ قصّے۔ کہانیاں اور نظمیں مجبوراً چھپائی نہیں جا سکیں۔ جو اچھی ہوتی ہیں وہ رکھ لی جاتی ہیں۔

۴۔ جن بچّوں کے پاس پورا فائل نہ ہو وہ شروع ماہ جنوری ۱۹۳۱ء سے اپنا فائل پورا کر لیں۔ ابھی کچھ پرچے مل جائیں گے پھر دقّت ہو گی۔

۵۔ جب کسی دوست کو رسالہ دیا جائے تو خیال رہے کہ وہ تصویر تو نہیں نکال لیتے۔

۶۔ جن بچّوں نے دو دو خریدار بنائے ہیں، اُن کو آئندہ ہفتہ میں فاؤنٹین پن روانہ ہوں گے۔

۷۔ جو بچّے اپنی تصویریں (فوٹو) ہم کو بھیجیں گے وہ ہم چھاپ دیں گے۔ مختصر حال بھی ہو۔

۸۔ ملک کے بڑے بڑے اخباروں اور بزرگوں نے "بچّوں کی دُنیا" کو سب سے اچھا رسالہ لکھا ہے۔ آپ بھی آج ہی چندہ منی آڈر کیجئے۔

(ایڈیٹر)

بچوں کی دُنیا
ماہوار
رسالہ
چندہ سالانہ

فہرست مضامین

مضمون		مضمون نگار	صفحہ
بچوں کا رسالہ	(نظم) ...	کامل جونپوری-بی-اے- ...	۳۲۱
جانباز لڑکا	... ...	جے رتن - متعلم-لاھور ...	۳۲۲
چاند	(نظم) ...	پروفیسر حامد اللہ افسر ، میرٹھی...	۳۲۶
اللہ کا گھر	... ...	یوسف بن باقر ، الہ آباد ...	۳۲۸
مالن کی بیٹی	(نظم) ...	آزاد انصاری 'مالے گاؤں ...	۳۳۱
سورج کا رنگ	... ...	'ریاست' دھلی' سے	۳۳۲
ھٹ دھرمی کا پھل	... ...	سورج بھان لال 'تیچر' بنارس ...	۳۳۴
کبوتر	(نظم) ...	بھیم شنکر پروانہ سیتاپوری ...	۳۳۷
تاج محل	... ...	واقفہ بیگم نگرامی	۳۳۹
اندھوں کی سائیکل ...	...	شیام کشور ، متھرا	۳۴۲
حکایت	... ...	ساگر لال دت- کرشن نگر- لاھور ...	۳۴۴
رسالے کا نام بتاؤ	(نظم) ...	رفیق حسن عابدی-الہ آبادی ...	۳۴۵
صحت کے چند اُصول-المونیم کے برتن...		ایڈیٹر	۳۴۷
دولتمند اور دستکار	(نظم) ...	سید حامد علی حامد (ایڈیٹر)...	۳۵۰
شہ سوار نازنین	... ...	... ...	۳۵۲
آسمان کی سیر	... ...	... ...	۳۵۴
لڑکیوں کے گیت	... ...	ھیڈ معلمہ -کوٹ بادلخاں ...	۳۵۵
ڈاکو کا کھیل	... ...	... ...	۳۵۶
پہیلیاں	... ...	... ...	۳۵۸
ھماری ڈاک	... ...	... ...	۳۶۰

فہرست مضامین

مضمون		مضمون نگار	صفحہ
بچوں کا رسالہ	(نظم) ...	کامل جونپوری - بی - اے - ...	۳۲۱
جانباز لڑکا	... ...	جے رتن - متعلم - لاہور ...	۳۲۲
چاند	(نظم) ...	پروفیسر حامد اللہ افسر، میرٹھی ...	۳۲۶
اللہ کا گھر	... ...	یوسف بن باقر، الہ آباد ...	۳۲۸
مالن کی بیٹی	(نظم) ...	آزاد انصاری، مالے گاؤں ...	۳۳۱
سورج کا رنگ	... ...	'ریاست' دہلی سے	۳۳۲
ہٹ دھرمی کا پھل	... ...	سورج بھان لال، ٹیچر، بنارس ...	۳۳۴
کبوتر	(نظم) ...	بھیم شنکر پروانہ سیتاپوری ...	۳۳۷
تاج محل	... ...	واقفہ بیگم نگرامی	۳۳۹
اندھوں کی سائیکل ...	...	شیام کشور، متھرا	۳۴۲
حکایت	... ...	ساگر لال دت - کرشن نگر - لاہور ...	۳۴۴
رسالے کا نام بتاؤ	(نظم) ...	رفیق حسن عابدی - الہ آبادی ...	۳۴۵
صحت کے چند اُصول - المونیم کے برتن ...		ایڈیٹر	۳۴۷
دولتمند اور دستکار	(نظم) ...	سید حامد علی حامد (ایڈیٹر) ...	۳۵۰
شہ سوار نازنین	... ...	... ...	۳۵۲
آسمان کی سیر	...	... ...	۳۵۴
لڑکیوں کے گیت	... ...	ہیڈ معلمہ - کوٹ بادلخاں ...	۳۵۵
ڈاکو کا کھیل	... ...	... ...	۳۵۶
پہیلیاں	... ...	... ...	۳۵۸
ہماری ڈاک	... ...	... ...	۳۶۰

ایڈیٹر "زمانہ" کے دربار میں !!

ہماری لائبریری کا بجٹ غریب ہے - پھر بھی 'زمانہ' کے خریدار بننے میں

بجٹ ہی آڑے آ رہا ہے - اب آپ سے درخواست ہے کہ ہماری

لائبریری کی طاقت کے مطابق تین روپیہ لے کر ایک سال تک

"زمانہ" رسالے کو دینے کو مہربانی کی جائے

آپکا جواب کی منتظر رہتے ہیں

سکریٹری - شیو بھارتی بھون

جنگم واڑی مٹھ بنارس سٹی

ویر بھدر شرما - جناب [illegible]

[illegible]

بچّوں کي دُنیا

سورج دیوتا کی پوجا

جلد ۱ | ماہ ستمبر سنہ ۱۹۳۱ء | نمبر ۹

بچوں کا رسالہ

کامل بی۔ اے۔ جونپوری

کیسا پیارا ہے یہ بچوں کا رسالہ پیارا
دیکھکر جسکو ہے خوش آج زمانہ سارا

سب بڑے چھوٹے جواں اور زن و مرد یکساں
ہیں فدا اس پہ کہ ہے انکو یہ پیارا پیارا

میری خواہش ہے کہ یہ غنچہ بڑھے پھول بنے
اسکی خوشبو کی لپٹ ایک جہاں میں پھیلے

جانباز لڑکا

اس مضمون کے لکھنے والے مسٹر چیرتن متعلم لاہور

ملک فرانس کے
ایک گاؤں میں ایک
جولاہا رہتا تھا۔ بیوی
بچوں کو ملا کر اپنے گھر کے
پانچ آدمی تھے - اُن
دنوں مذہبی جنگ
دنیا کے ہر حصّے میں
جاری تھی۔ دوسرے
فرقہ کے عیسائی اُس
پر نہایت ظلم و ستم
کرتے تھے یہ مصیبت
کے مارے بہت مشکل
سے دن گزارتے رہے
اُن کو امید تھی کہ شاید
چند روز کے بعد یہ بلا اُن کے

سر سے ٹل جائے۔ لیکن اُن کی یہ اُمید پوری نہ ہوئی اور ظلم بڑھتا ہی گیا۔ آخرکار جب ناک میں دم آگیا تو اُنھوں نے امریکا جانے کا پکا ارادہ کرلیا۔

لیکن امریکا جانا بھی کوئی کھیل نہ تھا۔ ہر طرف پہرہ چوکی تیار تھی دوسرے فرقہ والے اُن کو کہیں چلے جانے کی بھی اجازت نہ دیتے تھے۔ غریب جولاہا کرتا تو کیا کرتا؛ ظلم سہتے سہتے کلیجہ چھلنی ہوگیا تھا، اور ایک ایک گھڑی وہاں ٹھرنا پہاڑ ہو رہا تھا۔

اُس نے گاؤں سے بھاگ جانے کی ایک تدبیر سوچی۔ اُس کے پاس ایک گدھا تھا، جس پر وہ سبزی لادا کرتا تھا۔ اس نے تینوں بیٹوں کو سبزی پر لٹا دیا اور ان کے اوپر بہت سا ساگ پات ڈال کر بوجھ سا بنا دیا۔ اور سبزی بازار لیجانے کے بہانے دونوں، میاں بیوی، گھر بار چھوڑ کر گدھے کو ہانکتے ہوئے روانہ ہوگئے۔

اُس وقت اُن کی عجیب حالت تھی۔ بچ بچا کر نکل جانے کی خوشی سے اُن کا چہرہ جگمگا اُٹھتا مگر فوراً ہی پکڑے جانے کا خیال آتے ہی خون خشک ہوجاتا اور قدم اُٹھانا مشکل ہوجاتا۔ چلتے چلتے وہ کبھی کبھی اِدھر اُدھر دیکھ بھی لیتے تھے۔ گھر سے قریب دو میل نکل گئے تھے کہ دشمنوں کا ایک افسر گھوڑے پر سوار وہاں آنکلا۔

سوار نے آتے ہی پوچھا "کہاں جاتے ہو؟"

جولاہا بولا "قریب والی بازار کو ترکاری بیچنے جاتا ہوں"
مگر افسر کو سبزی کا اتنا بڑا بوجھ دیکھ کر کچھ شبہ ہوا۔ اُس نے کڑک کر
پوچھا "سبزی کے نیچے کیا ہے؟"
"کچھ نہیں صاحب۔ آپ دیکھ لیں" جولاہے کی بیوی فوراً بولی۔ کیونکہ
جولاہا کچھ سٹ پٹا رہا تھا۔
اپنا شبہ دور کرنے کے لئے افسر نے میان سے تلوار کھینچ لی جو
ایک بار بجلی کی طرح چمکی اور سبزی میں ڈوب گئی۔
جب افسر کو یقین ہو گیا کہ سبزی میں کچھ نہیں ہے تو وہ گھوڑے
پر سوار ہوا اور ہوا ہو گیا۔ ماں، باپ دونوں جگر تھام کر بیٹھ گئے۔
دنیا اُن کی نظروں میں تاریک ہو گئی۔ وہ اپنی بلبلا کر رونے والی آواز
کو بہت روکتے تھے مگر نہ رُکتی تھی۔ آنسوؤں سے کپڑے لتے تر ہو گئے
دانت پر دانت بیٹھ گئے۔ آدھا منہ کھلا آدھا بند رہ گیا۔ آخر خدا کا نام لیکر
اُنھوں نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے جلد جلد بوجھ کی رسّی
کھولی۔ سبزی جو ہٹائی تو اس کریم کی کریمی نظر آئی۔ دیکھا۔ وہ
بچے صحیح سلامت لیٹے ہوئے ہیں۔ مگر بڑا لڑکا زانو میں تلوار
کے لگنے سے خون میں تر بتر ہے۔ زخمی لڑکے نے ماں کو دیکھتے
ہی مسکرا کر کہا۔ "دیکھو امّاں میں رویا نہیں ورنہ ہم سب پکڑ جاتے"

یہ کہہ کر وہ بیہوش ہو گیا۔

اس بہادر لڑکے کی جانبازی کی بدولت اُن سب کی جان بچ گئی۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غلامی سے آزاد ہو گئے اور نہایت خوش خوش امریکہ جانے والے جہاز پر سوار ہو گئے۔

جیرتن متعلّم۔ لاہور

ٹاٹن۔ ٹن۔ ٹن ٹن
کراماتی بائیسکل

تصویر کو کچھ دیر غور سے دیکھو۔ پہئے گھوم رہے ہیں۔ سائیکل چل رہی ہے۔ واہ کیسی اچھی تصویر ہے۔

چاند

(حامد اللہ افسر میرٹھی)

تم ندی پر جا کر دیکھو

جب ندی میں نہائے چاند

ڈبکی لگائے غوطے کھائے

ڈر ہے ڈوب نہ جائے چاند

کرنوں کی اک سیڑھی لیکر

چھم چھم اُترا آئے چاند

جھولے میں پانی کی لہروں کے

کیا کیا پینگ بڑھائے چاند

ہنس ہنس کر ندّی کے اندر
روتوں کو بھی ہنسائے چاند
جب تم اُس کو پکڑنے جاؤ
بادل میں چھُپ جائے چاند

پھر چپکے سے نکل کر دیکھے
اور پھر خود کو چھپائے چاند
اب ہالے میں چھُپ بیٹھا ہے
کیا کیا روپ دکھائے چاند
چاہے جدھر کو جاؤ افسرؔ
ساتھ تمہارے جائے چاند

اللہ کا گھر

(یوسف بن باقر الہ آبادی)

دو سگے بھائی تھے۔ جب بڑے بھائی کا بیاہ ہو گیا تو دونوں الگ الگ رہنے لگے۔ دونوں کے گھر تھوڑے ہی فاصلہ پر تھے۔ سوتے سوتے بڑے بھائی نے کروٹ بدلی۔ اُٹھ بیٹھا۔ بیوی کی جو آنکھ کھلی۔ گھبرا کر پوچھا۔ "خیر تو ہے؟ کہاں جاتے ہو؟ کیا ارادہ ہے"؟

بڑا بھائی۔ مجھے فکر لگی ہوئی ہے کہ چھوٹے بھائی کا گزارہ ان دنوں مشکل سے ہوتا ہے۔ نہ کوئی بیٹا ہے نہ بیٹی، نہ بیوی ہے نہ ماں۔ اُس کو کیسے چین پڑتا ہوگا۔ سوچتا ہوں کچھ اناج جا کر اس کے یہاں رکھ آؤں۔ وقت بھی مناسب ہے۔ رات ہے۔ اندھیرے میں کسی کو معلوم بھی نہ ہوگا۔ دو چار مہینے اُس کے اچھے گزریں گے۔

بیوی۔ سبحان اللہ۔ کیا بات ہے۔ جزاک اللہ۔ آپ فوراً جائیے نیک کام میں کون سی دیر۔

بڑا بھائی۔ اچھا تو دروازہ کھلا رکھیو اور کسی قسم کی آہٹ نہ ہو۔ کہ پڑوسی جاگ پڑیں۔

اُسی دم اُس نے ایک بوری گیہوں سے بھری، کندھے پر رکھا اور دبے پاؤں بھائی کے مکان پر جا پہونچا۔ ہر طرف سنّاٹا تھا۔ لوگ

نیند کے مزے لوٹ رہے تھے۔ بھائی خرّاٹے بھر رہا تھا۔
اُس نے بوری میں رسّی باندھی اور آنگن کی دیوار سے چپ چاپ لٹکا کر گرا دیا اور اُلٹے پاؤں لوٹ آیا۔

اب سنئے چھوٹے بھائی کا حال۔ ابھی دو گھڑی رات باقی تھی۔ چراغ ٹمٹما رہا تھا۔ گرمی کچھ ستا رہی تھی۔ کہ اُس نے کروٹ بدلی۔ آنکھ کھل گئی۔ آسمان کے تاروں پر نظر گئی۔ دیکھا کہ بیشمار ہیں۔ اپنے گھر کو خیال کیا تو دیکھا کہ اکیلا ٹنڑوں ٹوں۔ بھائی کا خیال آیا اُس کے بیٹے بیٹیاں اور بیوی پر خوش ہوا۔ خدا کا شکر ادا کیا کہ میرے نہیں تو میرے بھائی کے تو ہیں۔ پھر خیال ہوا۔ فصل کا غلّہ کٹ مڑ کر آگیا ہے۔ میرے لئے کافی سے زیادہ ہے۔ بھائی کا خرچ لمبا ہے۔ لاؤ کچھ اُس کے یہاں بھیج دوں۔ پھر سوچنے لگا کہ وہ خوددار ہے۔ چھوٹے سے نہ لے گا۔ چلو خود ہی چپکے سے بوری مع بوری رات کو اُس کے گھر میں رکھ آؤں۔

اس خیال کے آتے ہی وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ دو بورے اناج کے لاد لئے۔ منہ پر کپڑا ڈال لیا۔ جوتے اُتار دئے اور یہ جا وہ جا بھائی کے گھر جا پہونچا۔ اور اس کے گھوڑے کے اصطبل میں رکھ کر چلا آیا۔

کئی دن کے بعد ایک روز دِن میں دونوں کی ملاقات ہو گئی۔ کچھ اِدھر اُدھر کی بات چیت کے بعد دونوں نے اپنے اپنے یہاں غلّہ کی بوری پانے کا حال بیان کیا۔ بھید کھُل گیا۔ دونوں کو حیرت ہوئی کہ ایک ہی رات کو دونوں کو کیوں ایسا خیال پیدا ہوا؟

ہوتے ہوتے یہ خبر خلیفہ کے کان میں پہنچی۔ وہ بھائی بھائی کے اس سلوک پر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے۔ "یہ محبّت کا اثر ہے۔ جس گھر والوں میں ایسی محبّت ہو جان لو تم کہ وہ "اللہ کا گھر ہے"۔

کاٹ بیٹا کاٹ

مادھو کا طوطا بچّو لال لے کر بھاگا۔ اور وہ پیچھے پیچھے چلاتا چلا آرہا تھا۔ لاؤ میرا طوطا میرا طوطا۔ ایک بار طوطے نے اُڑنا چاہا تو بچّو لال نے اُسے زور سے دبا کر پکڑا۔ طوطا کیں کیں کرنے لگا اُسنے اپنی چونچ سے بچّو کی ناک پکڑ لی۔ اور وہ چلانے لگا۔

اب تو مادھو بہت خوش ہوا۔ دیکھو وہ پیچھے تالی بجا رہا ہے۔ اور کہہ رہا ہے۔ کاٹ بیٹا کاٹ۔

"مالن کی بیٹی"

(آزاد انصاری مالیگانوی)

مالن کی بیٹی دیکھو پھولوں کو چن رہی ہے
کانٹوں سے بچ رہی ہے خود کو سنبھالتی ہے
بچ بچ کے توڑتی ہے ہر شاخ سے گلوں کو
کانٹوں سے دور ہٹ کر دامن بچا رہی ہے
ایسا نہ ہو کہ لٹکے کانٹوں سے اسکا دامن
یعنی لپک لپک کر پھولوں کو توڑتی ہے

مالن کی بیٹی

ڈرتی ہے پھٹ نہ جائے ساری کا میرے کونہ
ماریگی میری "ماتا" یہ خوف کھا رہی ہے
کانٹوں سے گر لپٹ کر پھٹ جائیگی کہیں یہ
پھر یہ شکستہ ساری مجھکو ہی باندھنی ہے
"بچو!" کرو حفاظت اپنے لباس کی تم
"مالن کی بیٹی" تم کو یہ درس دے رہی ہے

سورج کا رنگ

(ہفتہ وار ریاست دہلی سے)

سورج جب پورب سے نکل رہا ہو یا پچھم میں ڈوب رہا ہو تو زرد نظر آتا ہے اور اگر دن چڑھے دیکھو تو سورج کی روشنی سفید شفاف نظر آتی ہے بچوں سے اگر پوچھا جائے کہ سورج کا رنگ کیسا ہے تو فوراً کہدینگے سفید یا زرد لیکن نہیں لڑکوں کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ سورج کا رنگ نہ تو سفید ہے اور نہ زرد یہ بالکل نیلا ہے۔

اب ہم بچوں کو یہ بتائیں گے کہ سورج کا رنگ سفید، زرد یا سرخ کیوں نہیں ہے؟ اور یہ نیلا کیوں ہے؟ رنگ کے سوال کا تعلق صرف گرمی سے ہے۔ تم لوہے کا ایک ٹکڑا لو اس میں کسی قسم کی روشنی نہیں ہوگی لیکن اگر تم اس کو آگ میں خوب تپاؤ تو وہ لال ہوجائیگا اور انگارے کی طرح دہکنے لگے گا۔

اگر اس سرخ دہکتے ہوئے لوہے کو آگ میں اور زیادہ گرم کرو تو وہ سفید نظر آئے گا۔ سرخ دہکتے ہوئے لوہے سے لال روشنی کی لمبی شعاعیں نکلتی ہیں۔ اس لئے وہ ہم کو سرخ نظر آتا ہے لیکن جب وہ اور زیادہ گرم ہوجائے تو سرخ روشنی کی شعاعوں کے ساتھ ہی اس سے زرد اور نیلے رنگ کی شعاعیں بھی نکلتی ہیں اور ان تینوں رنگوں کے ملنے سے گرم لوہا ہم کو سفید نظر آتا ہے۔

اگر اس سفید نظر آنے والے لوہے کے ٹکڑے کو بہت زیادہ تیز آگ میں اور تپایا جائے تو اس کا رنگ نیلا ہو جائیگا۔

سُورج بہت زیادہ گرم ہے۔ اس کی گرمی کا اندازہ بچے بآسانی نہیں کر سکتے انھیں ابھی صرف اتنا سمجھ لینا چاہیئے کہ سُورج اس قدر گرم ہے کہ وہ نیلا ہے اور اس میں سے نیلے رنگ کی شعاعیں نکل کر سُرخ رنگ پر چھا جاتی ہیں۔ اگر سُورج کا رنگ نیلا نہ ہوتا یا دوسرے الفاظ میں یوں سمجھنا چاہیئے بلکہ یہ اس قدر گرم نہ ہوتا کہ نیلا پڑجائے تو ہم کو بالکل سیاہ نظر آتا۔ لیکن جس دن مطلع پر غبار ہوتا اور سُورج کی سرخ شعاعیں غبار سے گزرتیں تو ہمیں سُرخ رنگ کے آسمان میں سُرخ سُورج نظر آتا۔

لڑکا۔ ڈاک بابو! میرا پرچہ لاؤ یہ لو ۱۲؁ وی پی کا دام۔

بابو جی۔ پیسے گن کر بارہ آنے ہوئے۔ دو روپے لاؤ۔

لڑکا۔ یہ لیجئے دو روپے کے پیسے اور۔

بابو جی۔ ڈاکخانہ میں پیسے نہیں لیے جاتے۔ روپے لاؤ۔

لڑکا۔ اچھا تو پہلے والے بارہ آنے مجھے لوٹا دیجئے۔ میں دو روپیہ لائے دیتا ہوں۔

ہٹ دھرمی کا پھل

(سورج بھان لال، ٹیچر بنارس)

بھوندو کا باپ رام دین کمہار جب مر گیا۔ تو بھوندو کو سب کام کرنا پڑا۔ وہی خچر پر مٹی کے برتن لاد کر بازار جاتا۔ اور گھر کا سودا سلف لاتا تھا۔ اُس کی غریب ماں برتن اور کھلونے بناتی تھی۔ اس طرح گزارہ ہوتا تھا۔

صبح کو خچر لدا ہوا تیار تھا۔ بھوندو اُس کو لیکر بازار چلا۔ ماں نے کہا۔ بیٹا! سڑک جانا۔ نالے میں آج کل پانی بہت ہے اور خچر کے پھسلنے کا بھی ڈر ہے۔

بھوندو۔ نہیں میں تو اُدھر ہی سے جاؤں گا۔

ماں۔ نہیں بیٹا۔ اُدھر بہت خطرہ ہے۔ بڑوں کا کہنا مان لیا کرو۔

بھوندو۔ کچھ بھی ہو میں جاؤں گا اُدھر ہی سے۔

ماں۔ اچھا تو تم نہ جاؤ۔ میں تمہارے چچا کو بھیجتی ہوں۔

بھوندو۔ نہیں یہ بھی ٹھیک نہیں۔ میں ہی جاؤں گا۔

اور اُدھر ہی سے جاؤں گا۔

ماں۔ بیٹا مثل مشہور ہے کہ سال بھر کی راہ جاؤ چھ مہینے کی راہ نہ جاؤ۔ سڑک سے صرف تھوڑا سا چکر پڑے گا۔

بھوندو۔ نالے کی طرف سے جلدی ہوگی اور دیکھو میں اُدھر ہی سے جاتا ہوں۔

ماں بیچاری بہت چیخی چلائی۔ بھوندو نہ مانا۔ آخر جب وہ نالے کے کنارے کنارے اُتر رہا تھا کہ خچّر کا پاؤں پھسلا اور وہ دھڑام سے پانی میں گر پڑا۔ خیریت یہ ہوئی کہ بھوندو الگ تھا نہیں تو وہ بھی اُس کے ساتھ پانی میں غوطے کھا کھا کر ڈوب جاتا۔

اُس کے چچا نے جب یہ حال سنا تو بھوندو کو پکڑوا کے پہلے خوب درست کیا۔ کان پکڑ کر اُٹھایا بٹھایا۔

خچّر کے مرنے سے بھوندوں کا بہت نقصان ہوا۔ اور وہ روٹیوں کو محتاج ہو گیا اُس کی ماں اور بھی پریشان حال رہنے لگی۔

ہٹ اور ضد کرنے اور بڑوں کا کہنا نہ ماننے سے بہت نقصان ہوتا ہے۔ کبھی جان تک چلی جاتی ہے۔

موٹر کار کی آواز

بچوں کی دُنیا

حقیقت یہ ہے کہ واقعی بچوں کی دُنیا ہے جس میں دُنیا کی تمام رنگینیاں اور بہاریں موجود ہیں۔ پیش نظر رسالہ ماہ اپریل ۱۹۳۱ء کا رسالہ ہے۔ اس میں جتنے مضامین ہیں نہایت کار آمد، مفید اور دلچسپ ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ تمام مضامین بچوں کی عقل اور سمجھ کے موافق درج کئے گئے ہیں اور کوشش کی گئی ہے کہ بچوں کی اخلاقی اور علمی دُنیا سنوارنے کے لئے ہر ماہ بہترین سے بہترین مضامین درج کئے جائیں۔

میرے خیال میں "بچوں کی دنیا" بہت ہی نفع بخش اور خوبصورت رسالہ ہے۔ لکھائی، چھپائی اور کاغذ بھی عمدہ ہے ہندوستانی بچوں اور اُن کے والدین کو اس رسالہ کی قدردانی کے لئے آگے بڑھنا چاہئے اور ہر شخص کو اس کا خریدار ہونا چاہئے۔

ماہوار رسالہ موٹر کار۔ گورکھپور
اگست ۱۹۳۱ء

کبوتر

(بھیم سنکر سکسینہ پروانہ۔ سیتاپوری)

اے کبوتر شہرۂ عالم تیری پرواز ہے

تیرے اُڑنے کا انوکھا اور نیا انداز ہے

دل کو بہلاتے ہیں تجھسے وہ کہ جو غمگیں ہیں

خوبصورت پر تیرے یہ کس قدر رنگین ہیں

اپنے مالک سے کبھی تو مُنھ نہیں ہے موڑتا

باوفا ہے اس قدر اپنا نہیں گھر چھوڑتا

غول میں جب تم اُڑے ہم کو عجایب ہو گئے

اس قدر اُونچے اُڑے گویا کہ غایب ہو گئے

دیکھتے ہیں لوگ تجھکو اپنی آنکھیں پھاڑ کر

اور تو غائب ہوا اُڑتا ہوا پر جھاڑ کر

ہاں مگر مالک کا اپنے جب اشارہ پا گیا
دُور تھا آنکھوں سے آنکھوں کے تلے تو آ گیا

ڈال کر دانہ تجھے وہ پیار سے ہے دیکھتا
اور تو آنگن میں کیسا پھر رہا ہے ناچتا

گو بجتا ہے تو ادھر وہ خوش ہے تجھ کو دیکھکر
دل کو بہلاتا ہے اپنے اسطرح شام و سحر

کھیل ہے بچّوں کا تو اور تو بڑوں کی جان ہے
دلگی دونوں کی ہے راحت کا تُو سامان ہے

ماہ جولائی کے معمے کا جواب

۱- جے پور ۲- کوہ بندھیا چل- ۳- دریائے گنگا-
۴- تاج محل آگرہ- ۵- دریاے برہمپتر- ۶- بچّوں کی دنیا

محمد فخر عالم طالبعلم بدایوں خریدار نمبر ۲۰

تاج محل

(واقفہ بیگم نگرامی)

ارجمند بانو شاہجہاں بادشاہ کی پہلی بیوی تھی۔ یہ آصف خاں کی لڑکی اور نور جہاں کی بھتیجی تھی۔ بادشاہ پیار سے اس کو ممتاز محل کہا کرتا تھا۔ ممتاز محل نے نہ صرف اپنے حُسن خداداد ہی سے شاہجہاں جیسے نامور بادشاہ کا دل ہاتھ میں لے لیا تھا بلکہ اپنی خداداد قابلیت

ممتاز محل

شاہجہاں

اور روشن خیالی سے بھی بادشاہ کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ یہ نہایت

رحم دل اور منصف مزاج تھی سخاوت میں بھی خاص ملکہ تھا۔ بادشاہ اس سے بے انتہا محبت کرتا تھا اور بیگم کی ہر ادا پر نثار تھا۔ حتیٰ کہ اس کی جدائی ایک منٹ کو بھی بادشاہ کو گوارا نہ تھی۔

ایک بار ممتاز محل سخت بیمار ہوئی بچنے کی کوئی امید نہ رہی۔ نزاع کے عالم میں بیگم نے بادشاہ کو اپنے پاس بلوایا۔ بیگم کی شدید علالت سے اس کا وفادار شوہر شاہجہان بہت رنجیدہ اور غمگین تھا۔ بیگم نے بادشاہ سے کہا اگر واقعی آپ کو مجھ سے محبت ہے تو مرنے کے بعد بھی میرا خیال بدستور رکھئے۔ اور میرے مقبرے پر ایک ایسی عمارت بنوایئے جو ہمیشہ میرے نام کو زندہ رکھے۔ اس کے بعد بیگم کا انتقال ہو گیا۔

بادشاہ کو بیگم کی مفارقت کا سخت صدمہ ہوا اور اس نے اپنی خالص محبت کے جوش میں بیگم کی وصیت کے موافق آگرہ میں دریائے جمنا کے کنارے اپنی پیاری بیگم ممتاز محل کے مقبرہ پر ایک عالیشان عمارت بنوائی۔ جو اسی کے نام پر تاج محل کے نام سے مشہور ہے۔ اس کو بنے ہوئے تقریباً تین سو برس ہوئے لیکن دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا گویا آج ہی بنا ہے۔ اس کی خوبصورتی اور کاریگری کو لوگ دور دور سے دیکھنے آتے ہیں اور دنگ رہ جاتے ہیں۔ تھوڑے دنوں بعد شاہجہاں بادشاہ کا بھی انتقال ہو گیا وہ بھی اسی

مقبرے میں مدفون ہے جہاں اس کے دل کی مالک بیوی ہمیشہ کے لئے سوئی تھی۔

ممتاز محل نہایت شریف اور لایق عورت تھی اُس نے اپنی زندگی میں رفاہ عام کے بہت سے کام کئے۔ سینکڑوں مجرموں کے قصور
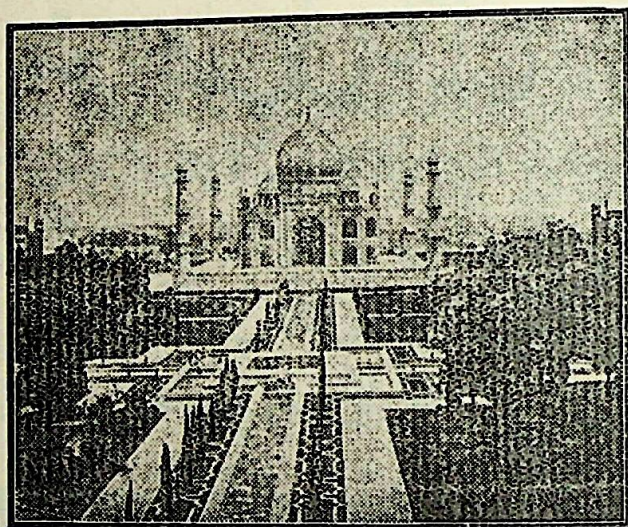
تاج محل آگرہ

معاف کرائے۔ لاوارث اور یتیم بچے اور بچیوں کی پرورش کی اور اُن کی شادیاں کیں۔ وظیفے مقرر کئے اور تعلیم دلانے میں کوشش کی۔ ننگے بھوکے محتاجوں کی مدد کی اور اُن کی پرورش کا سامان کیا۔ ان اوصاف کے ہوتے ہوئے شاید ہی کسی بادشاہ بیگم کا نام اس کے

مقابلے میں لیا جا سکے۔ اسی وجہ سے اس کا نام آج تک دنیا میں روشن رہے۔

بچو تم کو بھی اچھے اچھے خصائل اور عادات اختیار کرنا چاہئیں کہ جس سے مرنے کے بعد تمہارا بھی نام باقی رہے

اندھوں کی سائیکل

تم کو یہ سُن کر شاید تعجب ہوگا کہ اندھے بچّے بھی اسکول میں پڑھائے جاتے ہیں۔ ان کی کتاب پر حروف اُبھرے ہوئے رہتے ہیں، اُن کو ٹٹول ٹٹول کر یہ بچّے حرفوں کو پہچان کر دل ہی دل میں ہجّے کر لیتے ہیں اور برابر پڑھتے جاتے ہیں۔ ہمارے ہندوستان میں بھی اس قسم کے
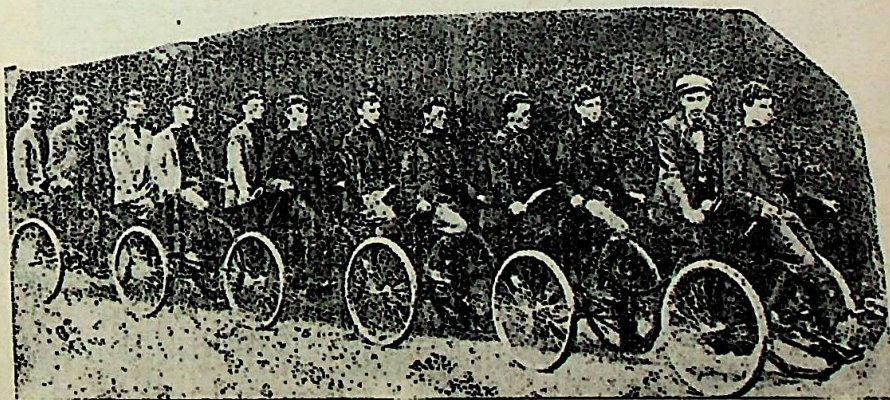
اسکول ہیں جن میں اندھے بچوں کو عیسائی مشن کی طرف سے بائبل پڑھائی جاتی اور طرح طرح کے کام سکھائے جاتے ہیں۔

اس تصویر میں ولایت کے اندھوں کے اسکول کے کچھ طالب علم دکھائی دیتے ہیں۔ یہ لوگ اندھے ہیں۔ یہ اپنی سائیکل پر سوار ہیں اور چلا رہے ہیں۔

تم کو تعجب ہوگا کہ اندھے کیسے سائیکل چلاتے ہیں اور پھر ولایت کے شہر میں؟ تصویر کو غور سے دیکھو اور بتاؤ کیا کیا تدبیر ہو سکتی ہے....؟ شاید تم نہ بتا سکو۔ اچھا دیکھو تصویر میں ایک سائیکل دوسرے سے جڑی ہوئی ہے۔ اور ایک آنکھ والا لڑکا سب کے آگے بیٹھا ہے۔ اس کے حکم کے مطابق سب اندھے اپنی اپنی سائیکل ایک ساتھ چلاتے ہیں اور روکتے ہیں۔ دیکھو کیسی عمدہ ترکیب ہے۔

شیام کشور۔ متھرا

اپنا نام و پتا صاف نہ لکھنے والوں کو نمونہ روانہ نہ ہوگا۔ جواب کے لئے جوابی کارڈ آنا چاہیئے۔

ماہ جون کے انعامی مقابلہ میں انوکھی کہانیاں پانے والے مسٹر ساگرلال دت لاہوری کا جواب۔

حکایت

کسی جنگل میں ایک بڈھا شیر رہا کرتا تھا۔ جب اُس جنگل میں بھیڑ کا ریوڑ چرنے آتا۔ تو شیر کے منہ میں پانی بھر آتا۔ کیونکہ بڈھے شیر میں اتنی قوت نہیں تھی۔ کہ دوڑ دھوپ کر شکار کرے۔

آخر ایک دن ایک بھیڑ کی کھال اُوڑھ کر ریوڑ میں جا گھسا۔ گڈریا ایک درخت کے نیچے سو رہا تھا۔ اس لئے موقع پا کر شیر اپنی غار کی طرف چلنے لگا۔ بھیڑوں کی عادت ہوتی ہے۔ کہ ایک بھیڑ دوسری کے پیچھے سر نیچا کئے ہوئے چلتی ہیں۔ کچھ بیوقوف بھیڑیں اُس کے پیچھے پیچھے آگئیں۔ وہ اُن کو ایک غار میں لے گیا جہاں سے وہ نکل نہ سکتی تھیں۔

اب تو میاں شیر کی بن آئی۔ جب ضرورت ہوتی۔ ایک بھیڑ کو کان سے پکڑتے۔ اور پھاڑ کر کھا جاتے۔

ساگرلال دت۔ کرشن نگر لاہور

خریدار نمبر ۱۴۸
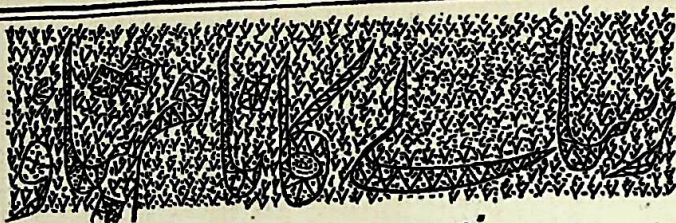
(رفیق حسن عابدی۔ الہ آبادی)

ب بہت ہی عمدہ رسالہ ہے ایک اُردو کا
کہ جسکو دیکھ کے لیتا ہے مول ہر بچّا

چ چمن میں پھول بھی اتنا بھلا نہیں لگتا
کہ جتنا اُس کے ہے پہلے ورق پہ دل شیدا

و وہ آب و تاب ہے اُس میں نہیں جو گوہر میں
مثال ماہ چمکتا ہے اب وہ ہر گھر میں

ں نگاہ پڑتی ہے اُس پر تو ہٹ نہیں سکتی
جہاں میں قدر کبھی اُسکی گھٹ نہیں سکتی

ک کیا پسند اُسے جس نے اِک نظر دیکھا
منگایا بھیج کے دام اور سال بھر دیکھا

م	یہاں تک اُس کی ہوئی ملک میں خریداری
	کہ سرد ہو گئی ہر اک کی گرم بازاری
د	دئے ہیں اُس نے جو ہر قسم کے نئے انعام
	تو اس کی وجہ سے چاروں طرف ہے اُس کا نام
ن	نئے ہیں اُس میں مضامین نئی ہیں تصویریں
	پھر ایک دو نہیں اُس میں کئی ہیں تصویریں
ی	یہی زبان پہ ہر اک کے ہے سُخن جاری
	کہ ظلم ہے نہ ہو اُس کی اگر خریداری
ا	اگر یہ چاہتے ہو نام اُس کا ہو حاصل
	تو پہلا حرف ہر اک شعر کا کرو شامل

نمونہ مفت

المونیم کے ہلکے پھلکے سفید چمکدار برتن ہر گھر میں ہوتے ہیں ان کا وزن بہت کم ہوتا ہے اسی وجہ سے پیتل تانبے اور لوہے کے برتنوں سے ان کی قیمت بہت کم ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ المونیم کے برتن کثرت سے استعمال کرنے لگے ہیں۔ تمہارے یہاں بھی کوئی نہ کوئی برتن المونیم کا ضرور ہوگا۔

پہلے المونیم کے برتن عمدہ اور اعلیٰ قسم کے صرف ولایت سے آتے تھے۔ وہ آج کل کے برتنوں سے زیادہ مہنگے بکتے تھے۔ لیکن رفتہ رفتہ اس کا رواج اس قدر بڑھا کہ ہندوستان کے ہر بڑے شہر میں المونیم کے برتن بننے لگے۔ اپنا مال سستا اور زیادہ بیچنے کے لئے لوگ سستی دھات (المونیم) کے برتن بنانے لگے۔ اس کا رواج اس قدر بڑھا کہ ہر قوم اور مذہب کے امیر و غریب سب المونیم کے برتن استعمال کرنے لگے۔

المونیم کے برتن میں کھانا پکانے اور کھانے سے کچھ کھانے کا مزہ بدل سا جاتا ہے۔ جو لوگ ہمیشہ تانبے کے قلعی دار برتن میں پکاتے کھاتے ہیں، اُن کو یہ فرق فوراً معلوم ہو جاتا ہے۔ دہی۔ مٹھا اور دوسری کھٹی چیزوں کے رکھنے سے برتن میں کساؤ (کالا کالا رنگ) چھُٹتا ہے جو زہریلا ہوتا ہے۔ اس کو سب لوگ جانتے ہیں۔ لیکن بہت کم اس کا خیال کرتے ہیں یا دوسروں کو منع کرتے ہیں۔

یورپ اور امریکہ کے لوگ بھیڑیا دھسان کام نہیں کرتے۔ وہ ہر بات کی جو انھیں کھٹکتی ہے، توہ میں لگ جاتے ہیں۔ حال میں امریکہ اور ولایت کے بڑے بڑے ڈاکٹر المونیم کے برتنوں میں کھانا پکانے اور کھانے کی مخالفت کر رہے ہیں۔ ایک بڑے ڈاکٹر ایچ۔ اے۔ میگو گاس صاحب کہتے ہیں کہ المونیم میں ایک طرح کا زہر ہوتا ہے۔ جو اُس کے برتن کے اندر کھانا پکانے سے کھانے میں مل جاتا ہے۔ اس سے پیٹ میں درد پیدا ہوتا ہے۔ متلی اور قے ہوتی ہے۔ بھوک کم لگتی ہے۔ دست آنے لگتے ہیں۔ معدہ کمزور ہو جاتا ہے۔

معدہ کے کمزور ہو جانے سے بہت سے مرض پیدا ہو جاتے ہیں۔ ہر آدمی کے پیٹ میں کیڑے ہوتے ہیں، جب تک معدہ قوی ہوتا ہے، کیڑے دبے رہتے ہیں، لیکن معدہ کے کمزور ہوتے ہی وہ اپنا زور دکھاتے ہیں۔

اور آدمی رفتہ رفتہ کمزور ہو کر بیمار پڑ جاتا ہے۔

ہماری رائے میں بچوں کو المونیم کے برتن میں کھانے پینے سے پرہیز کرنا چاہیئے اور تانبے کے قلعی دار برتن یا پیتل اور لوہے وغیرہ کے صاف ستھرے برتن استعمال کرنا چاہیئے۔

اخباری دُنیا

کے

ایک ماہر فن کا تجربہ

بچوں کی دُنیا

ہماری رائے میں یہ رسالہ اس قابل ہے کہ سب والدین اپنے بچوں کیلئے خریدیں۔ ہمارا تجربہ ہے کہ کہ اس کی ظاہری شان اور دلکش صورت کو دیکھکر بچے اسکو شوق سے پڑھتے ہیں۔ اور اسکے مطالعہ سے انکو تھوڑے وقت میں وہ معلومات حاصل ہو جاتی ہیں جو اسکول کی درسی کتابوں سے برسوں میں بھی حاصل نہیں ہوتیں۔

(ایڈیٹر - ذوالقرنین - بدایوں)
۲۱ مئی ۱۹۳۱ء

دولت مند اور دستکار

سید حامد علی حامد (ایڈیٹر)

دو شخص ایک گانوں میں مشہور تھے بہت　　اک مالدار اُن میں اک دستکار تھا

جو مالدار تھا اُسے دولت پہ تھا غرور　　تھا دستکار کو وہ حقارت سے دیکھتا

کہتا تھا میرے پاس جو دولت کثیر ہے　　اس کے سبب رہوں گا میں آرام سے سدا

جو دستکار ہے نہ کرے کام وہ اگر　　بھوکا رہے ملے نہ اُسے پیٹ بھر غذا

اک روز اتفاق سے دونوں پکڑ گئے　　کچھ جرم بادشاہ کا دونوں سے ہو گیا

غصّہ میں آ کے حکم دیا بادشاہ نے　　جنگل میں جا کے چھوڑ دو اِن کی یہ ہے سزا

کھانے کو اِن کو کچھ نہ دیا جائے چند روز　　فاقے کریں یہ اتنے کہ مر جائیں بےحیا

جنگل میں رہ کے یہ کسی جانب نہ جانے پائیں　　اور ان کے پاس بھی کوئی جائے نہ دوسرا

صحرا میں قید کر دیا دونوں کو الغرض　　ہر وقت ان کے واسطے پہرہ لگا رہا

جو مالدار تھا وہ ہوا زندگی سے تنگ　　لیکن جو دستکار تھا کچھ اُس کو غم نہ تھا

جنگل سے توڑ لاتا تھا شاخیں درخت کی　　اور ٹوکرے بنانے میں وقت اپنا کاٹتا

دیتا تھا لا کے اُن کو نگہباں جو اُن کے تھے　　ملتے تھے مفت ٹوکرے ان لوگوں کو سدا

بازار میں وہ بیچتے تھے اس کو بیدرنگ　　اور دام اُس کے لیتے تھے سب سے جدا جدا

اس کے عوض میں دیتے تھے اُس دستکار کو　　کچھ روٹیاں چھپا کے وہ ہر صبح و ہر مسا

اُس کی ہر ایک حال میں لیتے تھے وہ خبر　　آرام پائے جس میں کہ مزدور مفت کا

اپنے ہنر سے اس کو تو راحت ہوئی نصیب
کام آیا کچھ نہ مال مگر مالدار کا

صدمے اُٹھائے بھوک کے نادان نے کچھ دنوں
آخر تڑپ تڑپ کے وہ جنگل میں مر گیا

اک روز بادشاہ نے پوچھا وزیر سے
دونوں کا حال کیا ہے تو سب ماجرا کُھلا

آخر بُلایا شاہ نے اس دستکار کو
دکھلائے اُس نے اپنے ہنر اور خوش کیا

سارا قصور بخشدیا بادشاہ نے
اُس کو رِہا بھی کر دیا انعام بھی دیا

بچو اِسی طرح سے ہو تم بھی دستکار
آرام جس سے تم کو جہاں میں ملے سدا

ضائع کسی طرح سے بھی ہوتا نہیں ہنر
پیسے کو کب قیام ہو یہ آیا وہ گیا

تحفہ جات

(مولفہ مولانا اصغر حسین صاحب اصغر گونڈوی مصنف نشاط روح، وایڈیٹر ہندوستانی الٰہ آباد)

تحفہ جاپان۔ تحفہ چین۔ تحفہ مصر و حبش۔ تحفہ لندن۔ تحفہ فرانس۔ تحفہ جرمنی۔ تحفہ آسٹریلیا۔ تحفہ قطبین۔ تحفہ امریکہ۔ اور تحفہ روس

یہ تحفہ جات۔ اپنے اپنے ملکوں کی خصوصیات بتانے میں بے نظیر ہیں۔ طالب علموں کے مذاق کے متعلق جتنی چیزیں ہر ہر ملک میں مُفید اور کار آمد و دلچسپ ہو سکتی ہیں وہ سب ان میں جمع ہیں۔ طرز تحریر بطور مکالمے کے ہے اس وجہ سے بہت دلچسپ ہیں۔ قیمت ہر تحفہ ۱۰/

شہ سوار نازنین

بیگم لیس - مرزا صاحبہ

اس تصویر کو غور سے دیکھو؟ ... تم کیا دیکھ رہے ہو؟ یہ بیگم صاحبہ ریاست حیدر آباد دکن کی ایک مشہور شہ سوار ہیں کھیل کود - دوڑ دھوپ میں آپ نے اچھا ملکہ حاصل کیا ہے - میز پر رکھے ہوئے "کپ" آپ کو انعام میں ملے ہیں حال میں سکندر آباد کی گھوڑ دوڑ میں بھی آپ کو شہ سواری کا انعام عطا ہوا ہے -

اُردو کی دُنیا کے

سب سے بڑے ہفتہ وار اخبار

ریاست

دہلی کی رائے

۱۳ جون ۱۹۳۱ء

بچوں کی دُنیا کے

مضامین بہت دلچسپ، سبق آموز اور بچوں کے عام مذاق اور اُن کی سمجھ کے مطابق ہوتے ہیں۔ زبان بہت صاف اور سلیس اختیار کی جاتی ہے۔ کاغذ لکھائی چھپائی قابلِ تعریف ہے

چندہ سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ عہ

نمونہ مفت
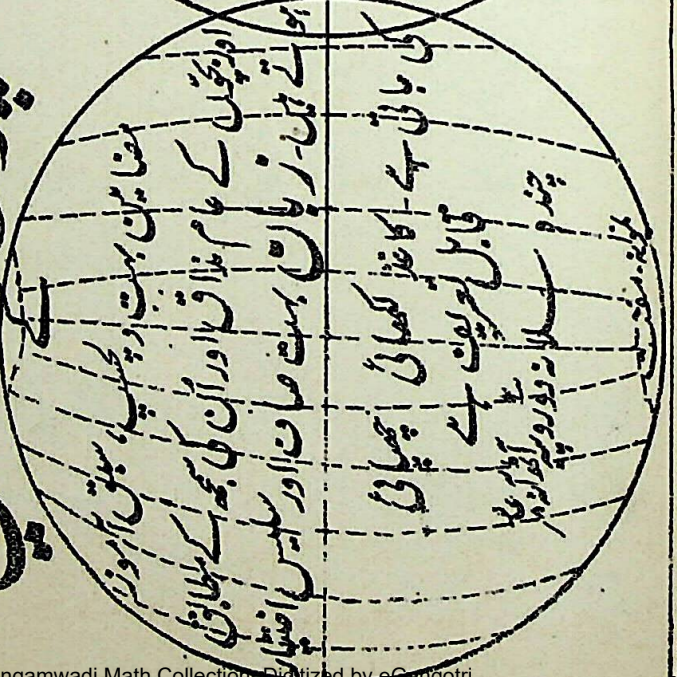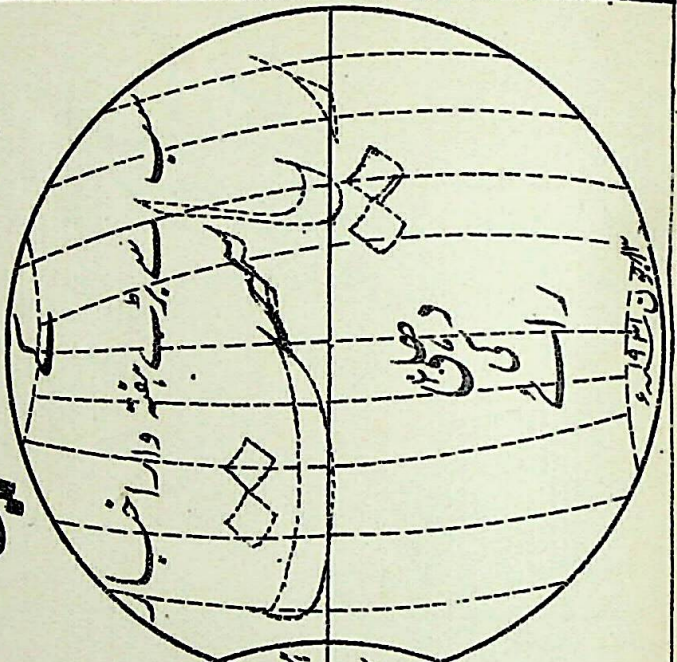
آسمان کی سیر

چند ہفتے گزرے کہ جرمنی کے دو مشہور سائنس داں پروفیسر اس غبارے کے ذریعہ، جس کی یہ تصویر ہے، ایک المونیم کے بڑے گولے میں سوار ہو کر زمین سے دس میل دور آسمان میں پہونچے ان کو سطح سمندر سے ۵۰۰۰۰ فیٹ کی بلندی کے کرّۂ ہوا کی جانچ کرنی تھی

آج تک کوئی زندہ آدمی اس قدر بلندی پر نہیں پہنچ سکا۔ کیونکہ بلندی پر ہوا بہت گاڑھی ہے اور آدمی کی نکسیر پھوٹ جاتی ہے اور وہ مرجاتا ہے۔
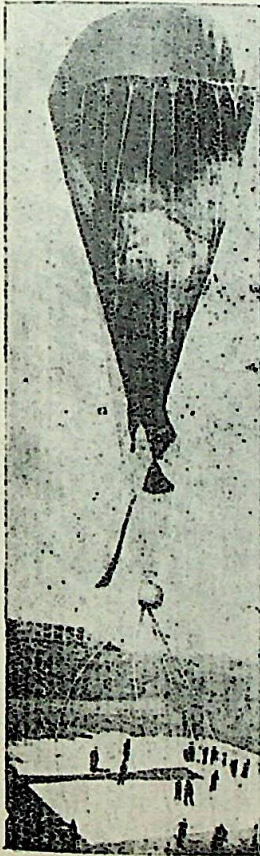
یہ غبارہ آسمان میں اس قدر بلند ہوا کہ نظروں سے غائب ہوگیا۔ لوگ گھبرا گئے کہ پروفیسر صاحبان کی خیر نہیں۔ لیکن خدا کے فضل و کرم سے دونوں آدمی ۵۲۰۰۰ فیٹ کی بلندی تک پہنچکر سترہ گھنٹہ بعد نیچے اُتر آئے۔

اُن کے المونیم کے گولے کے اندر آکسیجن بھری ہوئی تھی اس میں سانس لے کر وہ زندہ رہے۔ دس میل کی بلندی پر اُن کو اپنے آلات کے ذریعہ یہ معلوم ہوا کہ وہاں پر ہوا کا دباؤ بہت زیادہ ہے۔ اگر کوئی آدمی باہر نکل پڑے تو اُسکی دھجیاں اُڑ جائیں۔

دس میل کی بلندی تک پہنچنے والا غبارہ

سہیلی

لڑکیوں کے گیت

(ہیڈ معلمہ کوٹ بادلخان)

پہلے لڑکیاں ایک قطار میں کھڑی ہو جائیں۔ اور پھر آہستہ آہستہ چلیں اور ساتھ ساتھ اشارے کرتی جائیں۔ اور یہ گیت گائیں۔ بہت عمدہ کھیل ہے۔

ہم گھر اپنا بنائیں گے	روڑا اینٹ لگائیں گے
گھر اپنا خوب سجائیں گے

ہم مالی کو بلائیں گے	مالی گھر میں آئے گا
طرح طرح کے پیڑ لگائے گا

آم انار لگائے گا	پھل پھول خوب لگائے گا
پھر باغ کو خوب سجائے گا

ہم بلبل کو بلائیں گے	بلبل باغ میں آئے گی
طرح طرح کے گیت سنائیگی

بچوں کا کمرہ

ڈاکو

ڈاکو کا یہ کھیل بہت اچھا ہے اس کے کھیلنے کی ترکیب یہ ہے کہ دس بار

بچے ایک گھیرا بنا کر بیٹھ جائیں، اور کوئی لڑکا جو ڈاکو بنایا جائے اس گھیرے میں